میلاد النبی ﷺ مسئلہ نور عدم
سایہ حضور اور معجزات مصطفےٰ ﷺ
پر علم و تحقیق کا شاہکار مجموعہ
اللہ
نور ﷺ سے ظہور تک
مولود
محمود

بسم الله الرحمن الرحيم

نور سے ظہور تک
مولود محمود

میلاد النبی ﷺ مسئلہ نور عدم سایہ حضور ﷺ اور

معجزاتِ مصطفےٰ ﷺ پر علم و تحقیق کا شاہکار مجموعہ

نورِ مصطفےٰ ﷺ

مولودِ محمود

رشحاتِ قلم

زبدۃ العارفین حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ

عالمِ نبیل فاضلِ شہیر علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

صدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور
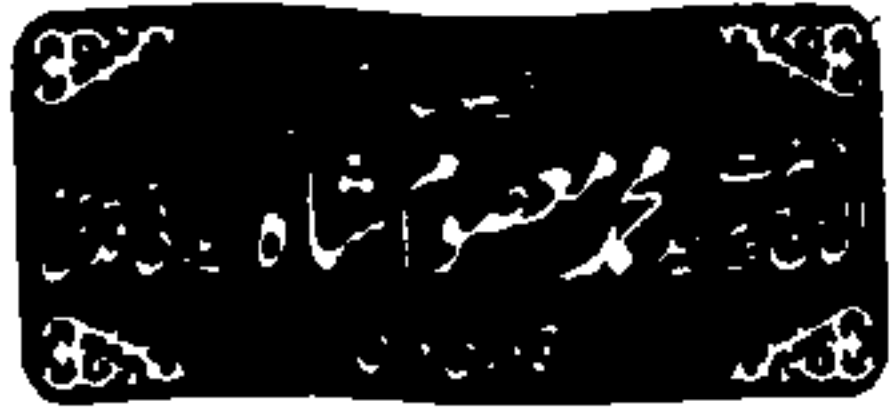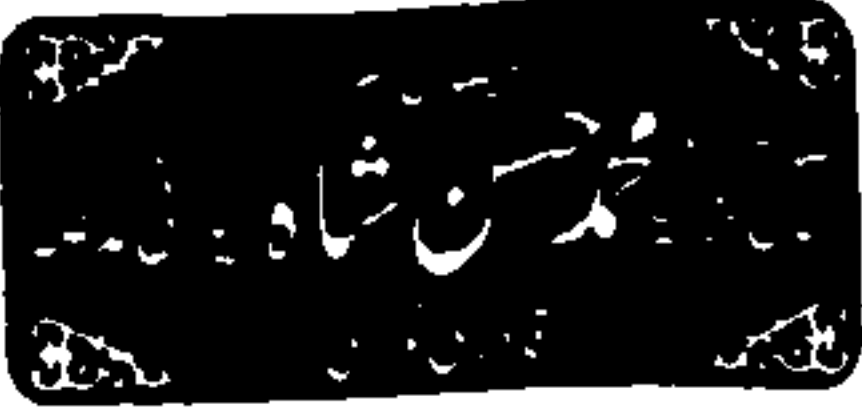
اہتمام اشاعت

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری

1426ھ/2005ء

نام کتاب: نور ﷺ سے ظہور تک

مصنفین: حضرت علامہ شاہ رکن الدین الوری رحمتہ اللہ علیہ

علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

محرک: پیرزادہ سید محمد فیصل عثمان نوری

مصحح: شہزاد شاہد بی۔اے (مریدکے)

طابع: علی آصف پرنٹرز۔لاہور

ناشر: نوری کتب خانہ لاہور

قیمت 165 روپے

تقسیم کار

نوری کتب خانہ
معصوم شاہ روڈ بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور
فون: 042-6366385

نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
فون: 042-7112917

نشانِ منزل

نُوری کرنیں

الحاج صاحبزادہ پیر سید محمد عثمان نوری مدظلہ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ سید محمد فیصل عثمان نوری زید مجدہٗ اپنے اباء و اجداد کی وراثت علمی اور اشاعتی مشن کے امین ہیں۔ بلندیٔ اخلاق اور مہمانوں کی پذیرائی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ بڑے عمدہ سلیقے اور حسین طریقے سے مخاطب کو قائل کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ حوصلہ اور جرأت کے مالک ہیں۔ انتہائی تواضع و انکساری سے ملنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا اور بعد ہر معاملہ میں بے نیازی کا اظہار کرنا بھی آپ کے اوصاف حمیدہ کا حصہ ہے۔

اس خاندان مُعلّی کے مورث اعلیٰ مخدوم اہلسنت حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نوری کتب خانہ کی بنیاد حضرت داتا گنج بخش فیض عالم رحمۃ اللہ علیہ کے عین قدوم میمنت لزوم کی جانب رکھی جہاں آج سونے کا دروازہ اپنی سنہری کرنوں سے حاضرین و زائرین کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ وہاں ولیٔ وقت اپنی ولایت پر نوری کتب خانہ کا حجاب ڈالے شب و روز چلہ کشی میں مصروف تھے۔

بظاہر آپ سادہ سا سفید لباس، سفید دستار سجائے، چھوٹے چھوٹے رسائل (جنہیں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق انیق سے تصنیف فرمایا تھا) از خود شائع فرماتے اور خود ہی لوگوں تک پہنچانے کیلئے نوری کتب خانے کے کھوکھے میں جلوہ افروز رہتے۔ مگر اس دور کی عظیم المرتبت شخصیات مزار پُر انوار حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری کے بعد مخدوم اہلسنت حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس خلاصہ نما کتب خانہ پہ تشریف لاتیں، حضرت سے والہانہ انداز میں گفتگو فرماتیں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کے رسائل حاصل کر کے بے حد خوشی و مسرت سے نذرانہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ہدیہ تبریک و تحسین سے بہرہ مند فرماتے۔ ان عالی مرتبت ہستیوں میں امام اہل سنت حضرت قبلہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم حزب الاحناف لاہور، حضرت مولانا علامہ الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ مُحدث پاکستان، حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت الحاج پیر میاں غلام احمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی پاکستان علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

مجھے جب بھی دربار گوہر بار حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت نصیب ہوتی تو معمولات حاضری سے فراغت کے بعد مخدوم اہلسنت حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے شاد کام ہوتا اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل خرید کرتا، جن کا زیادہ سے زیادہ ہدیہ پچیس، پچاس پیسے سے زائد نہ ہوتا، بعض رسائل تو حضرت از راہ کرم یوں ہی عطا فرما دیتے۔

خیال رہے کہ پہلے پہل لاہور میں رسائل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کرنے کی طرح ڈالی یا پھر مخدوم اہلسنت حضرت الحاج پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طباعت کی طرف رخ فرمایا۔

راقم اس دور (1960ء) میں مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور فقیہ اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری الاشرفی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم و فنون اسلامیہ کے لئے حاضر تھا، وہاں سے آنا ہوتا، مولانا الحاج صوفی باغ علی صاحب نسیم نقشبندی بانی مکتبہ نبویہ، جامع مسجد نبویہ سٹی کوتوالی (لنڈا بازار لاہور) میں تشریف فرما ہوتے، ان سے بھی رسائل نبویہ کے سلسلہ میں میرا رابطہ ہوا اور پھر

تعلق مستحکم ہوتا چلا گیا۔ تاہم واضح رہے کہ سنی رسائل و کتب کی اشاعت کے اوّلین بانی مذکورہ الصدر شخصیات ہیں۔ جن کی روحانی برکات و کرامات کا مظاہرہ لاہور آنے والا ہر سُنّی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکتا ہے کہ آج سُنّی کتب خانوں کی قطاریں بچی ہوئی ہیں۔

یہ نوری کرنیں، نوری کتب خانے کی حسین ترین کرامتیں ہیں۔ جن میں حضرت الحاج پیر سید محمد حسین شاہ گیلانی مدظلہ، حضرت الحاج پیر سید محمد حسن شاہ صاحب گیلانی مدظلہ کے والد ماجد بانی نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور مخدوم اہلسنت حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی قوت کارفرما ہے اور پھر دیکھئے چار پشتوں سے نوری کتب خانہ باقاعدگی سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اشاعت و طباعت میں مزید استحکام مرحمت فرمائے۔

آمدم بر سر مطلب۔ ماضی کی ان چند یادوں کے بعد واضح ہو کہ حسب معمول سالانہ "یوم رضا" منعقدہ نوری مسجد لاہور میں اکثر و بیشتر میری حاضری ہوتی رہتی ہے۔ یہاں حضرت الحاج پیر سید محمد عثمان نوری صاحب بڑی قدر اور عزت افزائی فرماتے ہیں۔ یہیں پر ان کے صاحبزادہ سید محمد فیصل عثمان نوری سے میری واجبی سی ملاقات ہوئی اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔ نوری کتب خانہ دربار مارکیٹ میں آنا جانا ہوا تو موصوف نے مسئلہ نور پر میری مقبول ترین مختصر مگر جامع تصنیف مُحَمَّدٌ نُورٌ کی اشاعت کا عندیہ دیا چونکہ میرے اس خاندان کے اکابر سے ربط و تعلق نہایت خوشگوار بدستور قائم ہیں اور انشاء اللہ العزیز رہیں گے۔ راقم نے صاحبزادہ صاحب کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے کتاب مُحَمَّدٌ نُورٌ طباعت کے لئے پیش کردی۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے جب میرے پاس "زبدۃ العارفین حضرت مولانا شاہ رکن الدین الوری رحمہ اللہ تعالیٰ" صاحب رسالہ رکن دین کی میلاد

مصطفیٰ ﷺ پر نہایت جامع اور ایمان افروز تصنیف ''مولودِ محمود'' جس کا تاریخی نام عیون بخشش (1339ھ) ہے جو تقریباً آج (1426ھ) سے ستاسی 87 سال قبل شائع ہوئی، دیکھی تو فرمایا اسے بھی مُحَمَّد نُورٌ کے ساتھ شائع کیا جائے تاکہ یہ تاریخی شاہکار زندہ رہے اور آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کرسکیں۔ چنانچہ طے پایا کہ ان دونوں رسالوں کو ''نور سے ظہور تک'' کے نام سے شائع کیا جائے۔

قارئین کرام اسے میلاد النبی ﷺ پر ایک عدیم المثال، ایمان افروز اور دلائل و براہین سے مرصع کتاب پائیں گے۔ یہ تحقیقی دستاویز اہل علم وقلم اور عوام و خواص سے یقیناً پسندیدگی کی سند حاصل کرے گی۔ یاد رہے کہ رسالہ مُحَمَّد نُورٌ ازیں قبل برصغیر پاک و ہند کے مختلف اداروں سے تیس بار اشاعت کا شرف حاصل کرچکا ہے اور اب نوری کتب خانہ کی طرف سے اس کا شائع ہونا مزید قبولیت کا ثبوت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''نوری کتب خانہ'' کو زیادہ سے زیادہ سنی کاز کے تحفظ کے لئے توفیق رفیق عطا فرمائے۔ امین ثمہ آمین

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم

طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری

مدرس وصدر شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

3 ذوالحجہ المبارکہ 1425ھ/ 14 جنوری 2005ء

(جمعتہ المبارک)

آئینہ جمال نور صلی اللہ علیہ وسلم

مولود محمود (حصہ اوّل)

آئینہ جمال نور ﷺ

نور ﷺ (حصہ دوم)

تاریخی نام

عیون بخشش

۱۳۳۹ھ

مولود محمود

رشحات قلم

زبدۃ العارفین

مولانا شاہ محمد رکن الدین نقشبندی الوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُ نَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَے الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

اے خدا قربان احسانت شوم
اینچہ احسان است قربانت شوم

اے ہمارے منعم اور اے ہمارے محسن
ہم تیرا شکر اور احسان ادا کریں کہ تو نے محض اپنے فضل و انسانی سے مکرم فرما کر گوہر اسلام عطا کیا اور بہترین امت کے خطاب سے مشرف کیا پھر بہتر ناری فرقوں سے بچا کر ناجی فرقہ اہل سنت والجماعت سے تعریف فرمایا۔

نظم

تیری حمد کس سے ہو اور ثنا تیری شان جل جلالہ
ترا حق ادا ہو بشر سے کیا تیری شان جل جلالہ
تو کریم ہے تو رحیم ہے تو محی و حی و قدیم ہے
تجھے پائے عقل مجال کیا تری شان جل جلالہ
تری کنہ ہے وہ رفیع ترکہ ملائکہ ہیں شکستہ پر
نہیں دخل وہم و گمان کا تیری شان جل جلالہ

اور وہ درود نا محدود اور سلام با احترام تیرے حبیب پاک محمد رسول اللہ ﷺ پر کہ جن کی ذات مجمع الصفات بے شبیہ و بے نظیر ہے اور ان کے جمیع ازواج و آل اطہار و اصحاب کبار پر

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل ۔۔۔ جو ہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود ۔۔۔ ان کی اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام
پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس ۔۔۔ اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

پس جس طرح ہم حقیقت حمد جناب باری عزاسمہ سے عاجز ہیں اسی طرح حقیقت نعت رسالت پناہی سے بھی قاصر ہیں جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

یا صاحب الجمال و یاسید البشر
من وجهك المنير لقد نورالقمر
لايمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

اے حبیب خدا کے جان نثار و اے محبوب کبریا کے ذکر کے فدائیو جانو اور آگاہ ہو کہ ہمارے پیشوا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف بھی ذکر الٰہی ہے جیسا کہ شفا شریف میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ابن عطاسی آیہ کریمہ وَرَفَعْنَا لَكَ

ذِکْرَکَ کی تفسیر میں اس طرح نقل کرتے ہیں۔

جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ

یعنی اے محبوب میں نے تجھے اپنا ذکر کیا جو تیرا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے تو بموجب اس تفسیر کے آنحضرت ﷺ کا ذکر اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا ہی ذکر ہوا اور اللہ کا ذکر عبادت ہے تو حضور کا بھی ذکر عبادت ہوا اور حدیث شریف میں وارد ہے

ذِکْرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْعِبَادَاتِ

یعنی انبیا کا ذکر عبادت ہے تو حضور شریف کا ذکر سب سے زیادہ عبادت ہوا کیونکہ آپ سید الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ہم عبادت ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

یعنی میں نے جن اور انس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور چونکہ عبادت کے انواع ہیں منجملہ ان کے درود خوانی اور ذکر ولادت شریف بھی ہے جن کا بیان کرنا یہاں مقصود ہے اس لئے مناسب ہوا کہ اول درود خوانی کے فضائل بیان کیے جائیں۔

فضائل درود شریف

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والوں تم بھی آپ پر درود بھیجو۔

تفسیر حسینی میں لکھا ہے صلوٰۃ کے معنی حق کی جانب نزول رحمت کے ہیں اور غیر کی جانب سے طلب رحمت کے **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ** نسائی شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو کوئی میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور مٹائے جاتے ہیں اس کے دس گناہ اور بڑھائے جاتے ہیں اس کے دس درجے قرب کے اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جس پر کوئی حاجت مشکل ہو جائے اس کو چاہئے کہ بہت درود بھیجے میرے اوپر کہ درود دور کرتا ہے کہ سب رنجوں اور غموں اور سختیوں کو اور زیادہ کرتا ہے روزیوں کو اور روا کرتا ہے حاجتوں کو۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ درود پڑھنے والے اس کے ایک درود کے عوض میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر درود بھیجتے ہیں۔ مدارج شریف میں ہے حضرت شیخ عبدالحق محقق محدث فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تک بندہ درود شریف پڑھتا رہتا ہے اللہ پاک بھی اس پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ دیباچہ دلائل الخیرات میں ہے کہ حضور روحی فداہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی

میرے اوپر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے اور جو دس بار درود بھیجے اس پر اللہ پاک کی طرف سے سو مرتبہ رحمت نازل ہوتی ہے اور جب وہ سو بار میرے اوپر درود بھیجے تو اللہ اس پر ہزار مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے اور جب وہ ہزار مرتبہ درود بھیجے تو یہ ارشاد ہوتا ہے حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَى النَّارِ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیا اور ثابت رکھے گا کہ اس کو قول ثابت پر دنیا اور آخرت میں (قول ثابت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے) اور ثابت رکھے گا سوال کے وقت قبر پر اور اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کا درود جو اس نے مجھ پر بھیجا ہے قیامت کے دن پل صراط پر پانچ سو برس کی راہ تک نور ہو کر آوے گیا۔ اور بدلے ہر درود جو اس نے مجھ پر پڑھا ہے ایک بڑا محل جنت میں اللہ تعالیٰ عطا فرما دے گا کم ہو درود یا زیادہ اور فرمایا ہر بندے کا وہ درود جو اس نے مجھ پر بھیجا اس کے منہ سے نکلتے ہی فوراً گزرتا ہے تمام جگہ یہاں تک کہ کوئی میدان کوئی دریا اور کوئی سمت پورب اور پچھم کی باقی نہیں رہتی کہ وہ یہ کہتا ہوا نہ گزرتا ہو کہ میں درود ہوں فلاں بن فلاں کی طرف سے جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر بھیجا ہے کہ جو مختار ہیں اللہ پاک کے اور بہتر ہیں خلق اللہ کے پس تمام اشیاء درود بھیجتی ہیں اس درود پڑھنے والے پر اور پیدا کیا جاتا ہے اس درود سے ایک پرند جس کے ستر ہزار بازو ہوتے ہیں ہر بازو میں ستر ہزار پر اور ہر پر میں ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ ہر منہ میں ستر ہزار زبان اور ہر زبان سے ستر ہزار لغات کے ساتھ اللہ برتر کی تسبیح بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب تسبیحات کا ثواب اس درود خوان کے نامہ اعمال میں درج فرماتا ہے اور اسی میں یہ حدیث بھی ہی کہ عرض کیا گیا رسول اللہ ﷺ سے کہ خبر دیجئے ان لوگوں کے درود سے جن سے آپ غائب ہیں اور جو آویں گے آپ کے بعد کیا حال ہے ان دونوں کا آپ کے نزدیک پس فرمایا میں خود سن لیتا ہوں درود اپنے اہل محبت کا اور پہنچاتا ہوں ان کو

اور پیش ہوتا ہے میرے اوپر درود غیر محبت والوں کا فرشتوں کے ذریعہ سے۔
مدارج شریف میں ہے کہ جو کوئی کہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اگر بیٹھا ہے تو کھڑا ہونے سے پہلے اگر کھڑا ہے تو بیٹھنے سے پہلے بخش دیا جاتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی پڑھے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تو میری شفاعت اس پر واجب ہوگئی۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مسلمانوں کے حق میں ثابت ہے مگر اس صیغہ کے ساتھ درود پڑھنے والے پر واجب اور محتم ہے خاص شفاعت اور خاص طور پر جیسا کہ زائرین قبر شریف کے حق میں وارد ہے۔

سَلِّمُوْا يَاقَوْمِ بَلْ صَلُّوْا عَلَى الصَّدْرِ الْاَمِيْن
مُصْطَفٰى مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن

حکایت متعلقہ درود شریف

معارج النبوت میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو طواف میں دیکھا کہ جب تک درود شریف نہیں پڑھ لیتا تھا قدم نہیں اٹھاتا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا حالت ہے کہ تجھ کو تسبیح و تحلیل کے ساتھ وہ اہتمام نہیں جو درود شریف کے ساتھ ہے حالانکہ ہر مقام کے لئے ایک دعا معین ہے تو سوائے درود شریف کے کسی ورد کی طرف مبادرت...... نہیں کرتا اس نے میرا نام دریافت کرنے کے بعد کہا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو میں اس بھید کو افشا نہیں کرتا جاں اے شیخ کہ میں اور میرا باپ اپنے شہر سے حج کے لئے نکلے راستے میں میرا باپ بیمار ہوگیا ہر معالجہ میں اس کے کوشش کی مگر مفید نہیں ہوئی آخر اس نے انتقال کیا بعد انتقال کے میں نے اپنے باپ کا چہرہ دیکھا تو سیاہ ہوگیا تھا آنکھیں نیلی اور سر اس کا مثل سور کے ہوگیا تھا۔ میں اس حال پر بہت ہی مکدر ہوا اور میں نے جان لیا کہ میرا باپ منافق تھا اس کے چہرے کو ڈھانک دیا اسی حالت غم و اندوہ میں آنکھ لگ گئی کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مرد ایسے حسین کہ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ خوشبو کسی کے اندر نہیں سونگھی اور ان سے بہتر کپڑے کسی کے پاس نہیں دیکھے نہایت وقار اور تمکین کے ساتھ تشریف فرما ہوئے اور سرہانے بیٹھ کہ میرے باپ کے چہرہ پر سے پردہ اٹھایا اور دست مبارک اس کے چہرہ پر پھیرا تو وہ چہرہ تو سیاہ سور کا تھا یا انسانی نورانی ہوگیا جیسے ہی وہ صاحب دولت سرہانے سے اٹھے میں نے دامن مبارک پکڑ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے بندے آپ کون ہیں کہ میرے باپ پر یہ حق

ثابت فرمایا۔ اور اس حالت غربت میں اس بلا سے نجات عطا کی فرمایا تو نہیں پہچانتا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف صاحب قرآن ہوں ﷺ جان تو کہ یہ تیرا باپ اعلیٰ درجہ کا نافرمان اور گنہگار اور پرلے درجے کا گستاخ تھا لیکن میرے اوپر درود کی بھی کثرت رکھتا تھا جب فرشتے عذاب کے عذاب کرنے کے لئے اس کے پاس آئے تو ان فرشتوں نے جو درود پر موکل ہیں ان کے حال سے مجھ کو مطلع کیا اس لئے میں آیا اور اس بلا سے اس کو نجات دلوائی پھر میں بیدار ہوا تو میں نے اس کے منہ کو سفید اور اس کی آنکھوں کو سیاہ اور اس کے چہرہ کو مثل آدمیوں کے پایا۔ اب جب تک زندہ رہوں گا صلوۃ محمد اپنی زبان پر رکھوں گا اور آپ سے امید شفاعت کی رکھوں گا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو امت محمد ﷺ پر پہنچا دیں اور کتابوں میں اس حکایت کو لکھ دیں تاکہ لوگ درود شریف کی برکت سے دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کریں۔ (تنبیہ الغافلین)

اسی طرح ایک حکایت اور لکھی ہے کہ ایک بزرگ کے ذمہ پانچ سو روپیہ قرض تھا۔ حضور ﷺ اس زاہد کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ نیشا پور میں ایک شخص ہے اس کا نام ابوالحسن کسائی ہے وہ ہر سال دس ہزار روپیہ کی خیرات اللہ واسطے کیا کرتا ہے اس کو سلام پہنچاؤ اور کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا قرضہ پانچ سو روپیہ کا آپ اپنے پاس سے ادا کریں اگر وہ اس واقعہ کے صدق پر نشان تجھ سے طلب کرے تو کہنا کہ رات کو جو آپ سو مرتبہ درود شریف رسول اللہ ﷺ پر بھیجا کرتے ہیں وہ کل رات کو آپ بھول گئے اور پیش نہیں کیں وہ آنکھ کھلتے ہی حضرت ابوالحسن کسائی کے پاس پہنچا اور اپنا حال عرض کیا حضرت ابوالحسن نے اس کے معروضہ پر کچھ التفات نہیں کیا جب اس نے یہ بیان کیا کہ مجھ کو جناب رسالت مآب ﷺ نے اس نشانی کے ساتھ بھیجا ہے تو ابوالحسن تخت پر سے اتر پڑے اور سجدہ میں شکر الٰہی بجا لائے اور کہا کہ اے درویش یہ ایک بھید تھا

جو میرے اور میرے پروردگار کے درمیان کوئی افریدہ اس سے مطلع نہ تھا لیجئے یہ ڈھائی ہزار روپیہ آپ کی نظر ہیں ایک ہزار تو اس بشارت کی خوشی میں اور ایک ہزار آپ کے قدم زنجہ فرمانے کے ہے اور پانچ سو حضور علیہ السلام کی اطاعت کے لئے ہیں اور آئندہ جب کوئی حاجت پیش آوے بلا تکلف تشریف لے آیا کیجئے۔

اور بہت سی حکایات اور واقعات ہیں جن سے کتب قوم پر ہیں۔ غرض فضائل اور فوائد نتائج اور ثمرات درود خوانی کے حد حصر اور بیان سے خارج ہیں چند فوائد دینی اور دنیوی مختصر طور سے بیان کئے جاتے ہیں۔

فوائد دنیوی

درود شریف بھیجنے والے پر اللہ پاک کا دس مرتبہ درود و سلام نازل کرنا اور حضور علیہ التحیہ والتسلیم کی جانب سے بھی جواب سلام عطا ہونا۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب
کہ صدائے سلام مرا بس یکے جواب از تو
بس بودہ جاہ و احترام مرا
یک علیک از تو صد سلام مرا

درود خوان کے مال اور اولاد میں برکت کا ہونا چنانچہ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ درود خوان کی اولاد میں چار پشت تک برکات رہتی ہیں۔ اس کو دشمنوں پر نصرت ملنا۔ تنگی، تنگدستی، بیماری، کرب بلا سے نجات حاصل ہونا بخیلی سے نام دور ہو جانا۔ حضور علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا۔ حضور علیہ السلام کی محبت کا دل میں پیدا ہونا۔ تین دن تک گناہ کا درج اعمال نامہ نہ ہونا۔ جان کنی کی سختی سے آسانی ہونا وغیرہ وغیرہ۔

فوائد دینی

حضور علیہ السلام کی شفاعت کا واجب ہونا۔ حضور علیہ السلام سے مصافحہ کا ہونا۔ حضور علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونا۔ باب جنت پر حضور سے دوش بدوش ہونا حضور العال سے قرب و الصال ہونا۔ قیامت کو حضور کا اس کے جمیع امور کا متولی ہونا۔ دوزخ کا اس پر حرام ہونا۔ پل صراط پر سے باآسانی گزر جانا۔ پل صراط پر درود

شریف کا نور ہو کر آنا۔ درود شریف کا دس غلام آزاد کرنے اور بیس جہاد کرنے اور صدقہ دینے کے برابر ثواب حاصل ہونا۔ حضور علیہ السلام کا اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کی گواہی دینا۔ فرشتوں کا اس سے محبت کرنا اور اس کو استغفار کا ثواب دینا۔ عرش کا سایہ ملنا۔ پیاس سے امن میں رہنا۔ اعمال نامہ کا وزن گراں ہونا۔ جنت میں کثرت سے حوروں کے ساتھ نکاح ہونا وغیرہ وغیرہ۔

صلوٰۃ وسلام

ذات والا پہ بار بار درود
بار بار اور بیشمار درود

روئے انور پہ نور بار سلام
زلف اطہر پہ مشکبار درود

ان کے ہر جلوہ پہ ہزار بار سلام
ان کی ہر لحہ پر ہزار بار درود

ان کی طلعت پر جلوہ ریز سلام
ان کی نکہت پہ عطر بار درود

سر سے پا تک کروربار سلام
اور سراپا پہ بیشمار درود

دل کے ہمراہ ہوں سلام فدا
جان کے ساتھ ہوں نثار درود

بیٹھے اٹھتے جاگتے سوتے
ہو الٰہی مرا شعار درود

شہر یار رسل کی نذر کروں
سب درودوں کی تاجدار درود

گور بیکس کو شمع سے کیا کام
ہو چراغ سر مزار درود

قبر میں خوب کام آتی ہے
بیکسوں کی ہے یار غار درود

انہیں کس کی درود کی پروا
بھیجے جب ان کا کردگار درود

ہے کرم ہی کرم کہ سنتے ہیں
آپ خوش ہو کے بار بار درود

جان نکلے تو اس طرح نکلے
تجھ پر اے غمزدوں کے یار درود

دل میں جلوے بسے تیرے
لب سے جاری ہو بار بار درود

سَلِّمُوْ قَوْم بَلْ صَلُّوْ عَلَى الصَّدرِ الامین
مُصطَفیٰ مَا جَا اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وعِترَتِهٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

فضائل در ذکر ولادت شریف

ذکر ولادت آنحضرت ﷺ وہ ذکر محبوب اور مرغوب اور مطلوب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ طرح طرح جا بجا قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ط

یعنی البتہ تحقیق آ پہنچا تمہارے پاس بڑی عظمت و شان والا رسول تمہارے میں سے (یعنی بشر) شاق ہے اس پر یہ کہ ایذا میں پڑو تم حریص ہے تمہارے ایمان و سلام پر مومنوں کے ساتھ شفقت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ط

یعنی وہ اللہ ایسا ہے جس نے جاہلوں کے اندر انہیں میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکم کی ان کو تعلیم دیتا ہے اور بیشک ان سے پہلے وہ صریح گمراہی کے اندر تھے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ط

یعنی وہ اللہ ایسا ہے جس نے بھیجا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے دین اسلام کو کل دینوں پر۔

چوتھی جگہ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔

یعنی اے نبی ہم نے تحقیق تجھ کو بھیجا ہے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے چراغ روشن۔ اسی طرح اس کا حبیب معظم اور محبوب و مکرم بھی اپنے ذکر ولادت کی طرح طرح خود بیان فرما رہا ہے اور اس ذکر خیر کے کرنے والوں کے حق میں دعا کی جا رہی ہے اور شفاعت اور نجات کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ كُنْتُ مِنْهُ

یعنی میں پیدا کیا گیا ہوں بہترین طبقات فرزند آدم سے قرن بعد قرن یہاں تک کہ ہوا میں اس قرن سے کہ ہوں میں اس سے۔ مشکوۃ شریف میں حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَةُ اِبْرٰهِیْمَ وَ بِشَارَةُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّی الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

یعنی تحقیق میں اللہ کے نزدیک لکھا ہوا تھا ختم کرنے والا نبیوں کا اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے ہوئے تھے زمین پر اپنی مٹی گندھی ہوئی میں اور خبر دیتا ہوں کہ تم کو اپنے اول امر کی کہ وہ دعا ہے ابراہیم کی اور

خوشخبری ہے عیسیٰ کی اور عجائبات دیکھنا میری والدہ کا جب جنا مجھ کو اور تحقیق نکلا اس کے لئے ایک نور کہ چمک گئے اس سے محل شام کے۔

ترمذی شریف میں مطلب بن ابی دواعہ سے روایت ہے

جَاءَ الْعَبَاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ وَکَاَنَّہٗ سَمِعَ شَیْئًا فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ خَیْرِ ھِمْ ...... ثُمَّ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ ھِمْ بَیْتًا وَ خَیْرِ ھِمْ نَفْسًا وَقَالَ التِرمِذِیْ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس طرح غصہ میں بھرے حاضر ہوئے گویا کچھ طعن حضور کی شان میں سنی ہو۔ سو حضرت منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں تحقیق اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا اور بہترین خلق سے مجھ کو بنایا پھر دو گروہ کیے سو مجھ کو بہترین گروہ میں رکھا پھر قبائل بنائے اور مجھ کو افضل قبیلہ میں پیدا فرمایا پھر گھرانے جدا کیے سو مجھ کو اللہ تعالیٰ نے باعتبار گھرانے کے اور باعتبار شرافت ذاتی کے افضل کیا۔ حاکم اور طبرانی نے حزیم بن اوس سے روایت کی ہے کہ میں ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ غزوہ تبوک سے تشریف لائے تھے تو میں نے سنا کہ حضرت عباس جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی مدح میں نظم کہوں آپ نے فرمایا کہو اللہ تمہارے منہ کو ہر آفت سے بچاوے۔ سو انہوں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے اشعار یہ ہیں:

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

آپ دنیا کی ہر پیدائش سے پہلے ہی پاک تھے جنت کے درختوں کے سایہ میں' اور پشت آدم میں جبکہ آدم وحوا اپنے ستر چھپانے کے لئے پتے لپیٹتے تھے

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ زمین پر اترے (صلب آدم میں آدم کے ساتھ) اس وقت نہ آپ بشر تھے' اور نہ گوشت کے ٹکڑے اور نہ خون جما ہوا۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ
أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ نطفہ تھے (سام بن نوح کے اندر) کہ سوار ہوئے کشتی میں' اور آں حالیکہ نسریت اور اس کے پوجنے والوں کے لبوں تک غرق پہنچ گئی

مُنْتَقِلٌ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ
إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

آپ باپوں کی پشت سے ماؤں کے رحم کے اندر منتقل ہوتے رہے جب گزرا ایک عالم دوسرا شروع ہوا

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَتِمًا
فِي صُلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

آپ وارد ہوئے آتش خلیل میں پوشیدہ' صلب خلیل کے اندر پھر وہ کس طرح جلتے

حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ
خِنْدِفٍ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یہاں تک کہ حاوی ہو گیا آپ کا شرف، خندف بلند نسب سے کہ بچے اس کے طبقات تھے

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ
وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور آپ جب پیدا ہوئے چمک گئی زمین، اور روشن ہو گئے آپ کے نور سے اطراف عالم

فَنَحْنُ فِیْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِی النُّوْرِ
سُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِفُ

ہم اب اسی روشنی اور نور کے اندر، اور راستے ہدایت کے طے کرتے جاتے ہیں

تنویر میں ہے

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ ذَاتَ يَوْمٍ فِیْ بَيْتِهٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ ﷺ لِقَوْمٍ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَيَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ فَاِذَا جَاءَ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِیْ۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کر رہے تھے اپنے گھر میں آنحضرت ﷺ کے واقعات ولادت باسعادت اپنی قوم میں بس خوش ہوتے تھے وہ اپنی قوم میں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے تھے اور درود شریف پڑھتے تھے کہ ناگاہ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔

اور نیز مروی ہے ابوالدرداء سے

مَرَّ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی بَيْتِ عَامِرِ الْاَنْصَارِیْ وَكَانَ يُعَلِّمُ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَبْنَائِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَ يَقُوْلُ هٰذَا الْيَوْمُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ لَكَ اَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَتَهٗ كُلُّهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَكَ مَنْ فَعَلَ

نحیٰ ...... تکَ۔

یعنی ابودردا آنحضرت ﷺ کے ہمراہ عامر انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اولاد کو واقعات ولادت حضور کی تعلیم کررہے تھے اور کہتے تھے کہ آج کا دن ہے آج کا دن ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تیرے واسطے کھولے ہیں رحمت کے دروازے اور تیرے واسطے ملائکہ استغفار کرتے اور جو تیرا کام کرے گا وہ نجات پاوے گا۔

الحمد لله علی ذلك اور بہت کی احادیث صحیحہ اسی مضمون کی کتب احادیث میں موجود ہیں کہ جن میں حضور کا ذکر ولادت شریف پڑھنا پڑھوانا سننا سنوانا سب ہی کچھ ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے مسلمان اس ذکر شریف کی مجلسیں منعقد کرتے رہے ہیں اور اس کو ذریعہ حصول سعادت و برکات دارین سمجھتے رہے ہیں خصوصاً ماہ مبارک ربیع الاول میں تصدق و اطعام و تکثیر خیرات و اظہار فرحت و سرور میں سعی بلیغ عمل میں لاتے رہے ہیں جیسا کہ شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماثبت بالسنہ کے اندر لکھا ہے۔

وَلَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ ﷺ وَ يَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِی ...... بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَ يُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَ يَزِيْدُوْنَ فِی الْمَبَرَّاتِ وَ يَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ

یعنی ہمیشہ اہل اسلام محفلیں کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے مہینہ میں اور کھانے پکاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اور اچھے اچھے کاروبار میں زیادتی پکڑتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے میں اہتمام کرتے ہیں اور ان میں مولود شریف کی برکات سے پورا پورا فضل ظاہر ہوتا ہے اور مواہب الدنیہ میں امام قسطلانی کی عبارت میں اس معنی میں ہے۔ شیخ القرا امام ابوالخیر بن جزری فرماتے ہیں۔

مِنْ خَوَاصِّہٖ اَنَّہٗ اَمَانٌ فِیْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَ بُشْرىٰ عَاجِلٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ

یعنی اس مجلس شریف کے خواص سے ہے کہ اس سال تمام بلاؤں میں امن و امان ہے اور حاجت روائی اور مقصود براری کے ساتھ بڑی بشارت ہے اور یہی امام یہ بھی فرماتے ہیں

لَمْ يَكُنْ فِیْ ذَالِكَ اِلَّا ...... الشَّيْطَانِ وَ سُرُوْرُ اَهْلِ الْاِيْمَانِ

یعنی مولود شریف کرنے میں شیطان کی تذلیل اور مومن کی خوشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مولانا جلال الدین سیوطی حسن المقصد فی عمل المولد میں فرماتے ہیں۔

يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ ﷺ بِالاجتماعِ وَالْاِطْعَامِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ مِنْ وُجُوْهِ الْقُرُبَاتِ وَالْمَسَرَّاتِ

یعنی مستحب ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کا شکر مجمع کر کے اور کھانا کھلا کر اور اس کے مثل دیگر اعمال قرب و اظہار سرور وفرحت سے بجا لاویں اور فرماتے ہیں

يُثَابُ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ قَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَاِظْهَارِ الْفَرَحِ وَالْاِسْتِبْشَارِ لِمَوْلِدِهِ الشَّرِيْفِ ﷺ

یعنی مولود کرنے والا ثواب پاتا ہے اس لئے کہ اس میں تعظیم قدر آنحضرت ﷺ کی ہے اور ولادت شریف پر اظہار فرحت و مسرت ہے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں اپنا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں جو خاص مولد اقدس میں بروز ولادت شریف مکہ معظمہ میں منعقد تھی حاضر تھا لوگ درود شریف پڑھتے تھے اور ان واقعات کا ذکر کرتے تھے جو قبل از ولادت شریف ظہور میں آئے تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ دفعتاً کچھ انوار بلند ہوئے نہیں کہتا کہ میں نے ان کو بدن کی آنکھ سے دیکھا یا روح کی نظر سے خداوند کو معلوم ہے

کہ کیا کیفیت تھی اس کی اور اس کے درمیان پھر میں نے ان انوار میں تامل کیا تو وہ انوار ان فرشتوں کی طرف سے پائے جو ایسی مجالس اور مشاہد پر موکل ہیں اور انوار ملائکہ انوار رحمت سے ملے ہوئے ہیں میں نے دیکھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اندر تحریر فرما رہے ہیں کہ میں محفل میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ کے فرشتے ہیں کہ راستوں میں اللہ کے ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے پھرا کرتے ہیں جب کسی قوم کو ذکر اللہ کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دے کر پکارتے ہیں کہ آؤ اپنی حاجت کی طرف کہ جس مجلس کی تلاش میں تھے پھر گھیر لیتے ہیں اپنے بازوؤں سے اہل مجلس کو آسمان دنیا تک پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حاضر ہوتے ہیں وہ فرشتے بارگاہ عزت میں تو پروردگار عالم ان فرشتوں سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ دانا تر ہے ان سے ان کے حال پر کیا بیان کرتے ہیں میرے بندے فرشتے بیان کرتے ہیں کہ تیری پاکی اور بزرگی اور ثناء اور عظمت بیان کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں نہیں دیکھا خدا کی قسم پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر تجھ کو دیکھتے تو اور زیادہ تیری عبادت کرتے اور بہت پاکی اور بزرگی بیان کرتے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں خدا کی قسم نہیں دیکھا یعنی جنت پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت کو دیکھیں تو ان کا حال کیونکر ہو تو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر دیکھیں تو ان کی طلب اور رغبت پر زیادہ ان کی حرص اور زیادہ ہو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے پھر جس طرح اللہ

تعالیٰ نے جنت کے متعلق سوال کیا تھا اسی طرح دوزخ کے متعلق سوال ہوتا ہے اور فرشتے اسی طرح کا جواب عرض کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے فرشتوں میں نے تم کو گواہ کیا میں نے ان سب اہل مجلس کو بخش دیا پھر فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ فلاں شخص ان میں سے نہیں ہے وہ تو کسی حاجت کے سبب آیا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قوم کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا اگرچہ یہ ذاکرین میں نہیں دوسرے کام کے لئے آیا مگر اس کو میں نے بخش دیا۔ اس حدیث شریف سے کئی باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا اژدحام ہوتا ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اسی حدیث شریف کے اپنا کشف مجلس میلاد شریف میں بیان کیا۔ دوسرے یہ کہ فرشتے ایسی مجالس کے متلاشی رہتے ہیں اور معلوم ہونے پر ایک دوسرے کو اس میں شرکت کے لئے بلاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کل اہل مجلس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ بس اے مسلمانوں تم پر بھی لازم ہے کہ اس جامع الاذکار میلاد شریف کی مجلسیں خوب منعقد اور آراستہ کیا کرو اور جس طرح فرشتے فرشتوں کو طلب کرتے ہیں تم بھی اپنے عزیزوں دوستوں کو دعوت شرکت دیا کرو تاکہ داعی اور مدعو سب اللہ تعالیٰ کی بشارت مغفرت میں داخل ہو جائیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

مَنْ دَعٰى اِلٰى هُدًى كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا

یعنی جو شخص ہدایت کی طرف کسی کو بلاوے تو اس کو اس قدر اجر ملے گا جس قدر کہ ان تمام لوگوں کو ملا ہے جنھوں نے اس کی اتباع کی اور ان لوگوں کے اجروں سے کچھ کم نہ ہوگا۔

نعتیہ غزل

ذکر محبوب شہ کون و مکاں ہونے تو دو
آج محفل کو مری رشک جناں ہونے تو دو

وصف محبوب خدائے دو جہاں ہونے تو دو
ہاں زمین شعر کو اب آسمان ہونے تو دو

دفتر عصیاں مرے دھلتے نظر آ جائیں گے
آج کے دن ذکر شاہ انس و جاں ہونے تو دو

کس علو پر ہے تمنا کس ترقی پر امید
شافع محشر شفاعت کو عیاں ہونے تو دو

خلد سے آئیں گے مجھ کو دمبدم جام طہور
ساقی کوثر کو مجھ پر مہرباں ہونے تو دو

میری بیتابی تڑپ جائیں گی حوریں دیکھ کر
خلد میں یاد مدینہ سے طپاں ہونے تو دو

فخر سمجھیں گے میری خدمت کو شاہ باوقار
اس در عالی کا مجھ کو پاسباں ہونے تو دو

اے سخنور سب فسانے عشق کے مٹ جائیں گے
شہرۂ آفاق میری داستاں ہونے تو دو

سَلِّمُوْا یَا قَوْمِیْ بَلْ صَلُّوْا عَلَى الصدر الامین
مُصْطَفٰى مَا جَاءَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن

اوصاف حمیدہ واخلاق عظیمہ

اے عاشقانِ روئے احمدی ﷺ یہ بیان تو حسن ظاہری کا ہوا اب تھوڑا سا بیان حسن باطنی کا بھی سن لو جس کو سیرت اوراخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کے اندھیرے میں بھی دیکھتے تھے آپ نے ثریا کے اندر گیارہ ستارے دیکھے اور سہیل میں بارہ بہ سبب غایت حضور اور حیا کے اکثر نظر مبارک زمین کی طرف رہتی تھی اور وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ بسبب انتظار وحی کے ہوا کرتا تھا اور جس طرح آپ سامنے سے دیکھا کرتے تھے پیچھے سے بھی ویسے ہی دیکھتے تھے غرض پس و پیش غائب و حاضر تاریکی و روشنائی سب آپ کے نزدیک یکساں تھی چنانچہ خود حضور فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں اس چیز کو کہ تم نہیں دیکھتے ہو اور سنتا ہوں اس چیز کو کہ تم نہیں سنتے ہو۔ میں آسمان کے چرچرانے کی آواز سنتا ہوں اور آسمان کو سزاوار ہے کہ وہ چرچراوے کیونکہ آسمان پر چار انگل جگہ نہیں ہے کہ فرشتے اپنی پیشانی اس پر رکھ کر سجدہ ادا کریں۔ ایک روز حضور نے چاہا کہ ایک عورت کو اپنے نکاح میں لاویں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس عورت کو دیکھنے کے لیے بھیجا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو دیکھا تو آپ کی نظر میں نہایت خوبصورت دکھلائی دی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ اس کی خوبی حضور کے روبرو بیان کریں۔ آنحضرت ﷺ سے یہ کہا کہ میں نے اس عورت کے اندر صفائی مشاہدہ نہیں کی حضرت نے فرمایا ﷺ سبحان اللہ اے عائشہ کیا تو

نے اس کے بائیں رخسار پر خال نہیں دیکھا کہ اس کے سبب سے تعجب میں آئی اور تیرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ واللہ کوئی بھید آپ پر اللہ کے بھیدوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضور کبھی قہقہ کے ساتھ نہیں ہنسے اکثر تبسم اور گاہ گاہ ضحک فرمایا۔ تبسم لب شیریں کرنے کو کہتے ہیں اور ضحک خفیف آواز کے ساتھ جس میں دانت نظر آجاویں اور قہقہ بلند آواز سے ہنسنے کو کہتے ہیں۔ مدارج میں ہے کہ آپ بکا یعنی گریہ جنس ضحک سے تھا آنسو آنکھ سے جاری ہو جایا کرتے تھے اس وقت سینہ شریف سے ایک آواز مثل دیگ کے جوش ہونے کی سی آیا کرتی تھی یہ گریہ کبھی تجلی صفات جلالی کی وجہ سے اور کبھی امت پر شفقت کی وجہ سے کبھی میت پر رحمت کی وجہ سے ہوتا تھا اکثر قرآن مجید سننے کے وقت میں ہوتا تھا۔ کبھی حضور ﷺ کو جمائی نہیں آئی آپ فرماتے ہیں کہ چھینک رحمان کی طرف سے ہے اور جمائی شیطان کی طرف سے۔ حضور ﷺ کو کبھی احتلام بھی نہیں ہوا کبھی آپ ﷺ کے جسم شریف پر مکھی نہیں بیٹھی۔ جسم شریف کا سایہ نہ تھا آپ کی آواز میں نہایت ہی حلاوت تھی وعظ اور نصیحت کے وقت سب آدمیوں کو برابر پہنچا کرتی تھی ایک روز آنحضرت ﷺ نے منیٰ میں خطبہ پڑھا سب ہی دور و نزدیک کے آدمیوں نے سنا۔ ادائیگی مخارج حروف کے اندر آپ کے برابر کوئی بھی قادر نہ تھا فصاحت و بلاغت تو آپ کی وہ ہے کہ نہ کسی کے فکر کو رسائی اور نہ کسی کے اندیشہ کو۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کبھی ہمارے درمیان سے نہ کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ ملکوں میں پھرے پھر یہ فصاحت اور بلاغت آپ کو کہاں سے آئی تو آپ نے فرمایا

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ

یعنی میرے رب نے مجھے ادب سکھلایا۔

علم ادب اس کو کہتے ہیں کہ جو زبان عرب میں فصاحت اور بلاغت سے تعلق رکھے۔ صحیحین میں ہے میں بھیجا گیا ہوں ساتھ جامع کلمات کے یعنی میری

ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جا سکتی ہیں ۔

ان کی پیاری فصاحت پہ لاکھوں درود
ان کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
ان کی باتوں کی لذت پہ بے حد درود
ان کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

آپ کے تمام جسم میں وہ خوشبو آتی تھی کہ نہ کسی عطر میں تھی اور نہ عنبر اور مشک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اصحاب میں سے حضور کی ملازمت کا قصد کرتا اور حضور کو دولت خانہ پر نہیں پاتا تو خوشبو کے نشان کے ساتھ پہنچ جاتا کیونکہ جہاں سے حضور علیہ السلام گزرتے تھے وہ گلی اور راستہ مہک جایا کرتا تھا۔ حضور کے تمام ہی فضلات پاک اور طیب ہیں جیسا کہ کتب فقہ میں درج ہے۔ مدارج میں ہے کہ ایک عورت نے حضور کا پیشاب شریف پی لیا تھا آپ نے فرمایا کہ اب تو کبھی بیمار نہ ہوگی، چنانچہ وہ مرض الموت کے سوا کبھی بیمار نہ ہوئی ایک شخص نے آپ کا بول شریف پی لیا تھا چند پشت تک اس کی اولاد میں سے خوشبو آتی رہی۔ ایک صحابی نے حضور علیہ السلام کا خون جبکہ آپ نے پچھنے لگوائے تھے پی لیا تھا تو حضور نے فرمایا کہ جو کوئی چاہے کہ دنیا میں اہل بہشت سے دیکھے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ علیہ السلام جب باہر تشریف لاتے تھے تو کیا کرتے تھے اور جب گھر میں رہتے تھے تو کیا کرتے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا کہ آپ کے اوقات کے تین حصے تھے ایک حصہ عبادت کا کہ جو بے مداخلتِ خلق اور نفس کے تھا، دوسرا حصہ اہل و عیال کے حقوق میں اور ان کی مخالطت اور معاشرت میں صرف ہوتا تھا، تیسرا حصہ واسطے ادائیگی حقوق نفس کے مثل استراحت خواب وغیرہ کے تھا۔ حضور اپنے دست مبارک سے پیوند لگا لیا کرتے تھے اور کپڑے دھو لیا کرتے تھے۔ دوستوں کی تیمارداری اور غمخواری میں مشغول

رہتے تھے غضب کے وقت کسی کو آپ کے پاس کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی تھی اچھی چیز کی تعریف فرماتے اور بری چیز کی برائی ظاہر فرما دیتے تھے سوائے کھانے کے۔ اگر مرغوب خاطر شریف نہ ہوتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے یا تناول نہ فرماتے۔ بیٹھنے میں کوئی جگہ تعین نہ فرماتے تھے کہ جس سے امتیاز حاصل ہو اشارہ کے وقت میں پوری ہتھیلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے تعجب کے وقت میں داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا کرتے تھے خوبصورت شئے کے دیکھنے کے وقت میں آنکھیں بند کر کے تلذذ حاصل کیا کرتے تھے غرض آپ کے ہر ایک اوصاف عادتی میں وہ ادائے محبوبانہ اور جذبات دلربایانہ تھے کہ کسی معشوق اور محبوب کی اداؤں سے مماثلت ومشارکت ممکن نہیں ۔

ہر ادا میں ہے دل ربائی خاص
جس کو دل جانے یا خدا جانے

اخلاق عظیمہ کا تو ذکر ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

یعنی اے حبیب آپ بہت بڑے خلق پر ہیں۔ جس کو خود رب العزت بڑا فرما دے اس کے اعلیٰ عظیم، اکمل، احسن، اجمل واقوا ہونے کا کیا ٹھکانہ ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

یعنی میں اخلاق کی خوبیوں کو پورا کرنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس جو کچھ خزانہ قدرت اور مرتبہ امکان میں کمالات سے متصور ہے وہ سب حضور ﷺ کو حاصل ہے۔ تمام انبیاء و رسل اقمار آفتاب کمال اور مظاہر انوار جمال محبوب خدا ہیں ۔

سَلِّمُوْا يَا قَوْمِ بَلْ صَلُّوْا عَلَى الصَّدْرِ الْاَمِيْنِ مُصْطَفٰى
مَاجَاءَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ قَدرَ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَكَمَالِهٖ۔

مشکوۃ شریف میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور کے اخلاق کی بابت کچھ فرمایئے فرمایا آپ کا خلق قرآن تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر مکارم اخلاق اور محامد صفات مذکور ہیں آنحضرت ﷺ ان سب ہی صفات کے ساتھ متصف تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم خاص سرکار بارگاہ نبوی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی دس برس خدمت کی اس عرصہ میں مجھ سے کبھی اُف نہیں فرمایا نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے یہ کام کس واسطے کیا اور نہ یہ کہ تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نقصان ہونے پر بھی حضور ﷺ نے ہرگز کسی خادم اور خادمہ کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا اور نہ کبھی کسی سے انتقام لیا۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا، حضور بحرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے (بحران ایک گاؤں کا نام ہے) جس کے کنارے سخت اور موٹے تھے پیچھے سے ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر ایسا کھینچا کہ حضور کے کندھے مبارک پر نشان پیدا ہو گیا اس بدوی نے کہا اے محمد حکم دیجئے تا کہ مال خدا سے جو آپ کے پاس ہے کچھ مجھ کو دیں..................................

پس حضور ﷺ نے اعرابی کی طرف دیکھا اور ہنسے پھر حکم دیا اس کے لیے بخشش کا صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی آنحضرت ﷺ نے کسی سائل کے جواب میں لا نہیں فرمایا اسی مضمون حدیث کو کسی شاعر نے شعر کے انداز ادا کیا ہے۔

نہ رفت کلمہ لا برزباں او ہرگز
مگر باشھد اَن لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ

مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے بکثرت بکریاں طلب کیں حضور ﷺ نے اس قدر عطا کیں کہ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا کہ اے قوم مسلمان ہو

جاؤ خدا کی قسم محمد ﷺ اتنی بخشش کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے ہیں ۔

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑائے
ہم کو معلوم ہے دولت تیری عادت تیری
تو ہی ہے ملک خدا ملک خدا کا مالک
راج تیرا ہے زمانہ میں حکومت تیری
گٹھریاں بندھ گئیں پر ہاتھ ترا بند نہیں
بھر گئے دل نہ بھری دینے سے نیت تیری
دونوں عالم کے سب ارماں نکالے تو نے
نکلی اس شان کرم پر بھی نہ حسرت تیری

آپ کی داد ودہش جب حد سے بڑھ گئی تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا۔

فَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔

اے پیارے اتنا مت دو کہ ملوم اور محصور ہو کر بیٹھ جاؤ تفسیر حسینی میں اس آیۃ شریفہ کا شان نزول لکھا ہے کہ ایک عورت مسلمہ نے ایک یہودیہ عورت سے کہا کہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ سخی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخاوت یہ تھی کہ جو چیز آپ کے خرچ سے بچ رہتی تھی اس میں آپ نے کسی سائل کو رد نہیں کیا اور اگر کچھ نہ ہوتا تو اچھی بات سے سائل کو خوش کر دیتے تھے القصہ یہودیہ عورت نے آزمائش کے لیے اپنی لڑکی کو حضوری میں بھیجا اس نے حضوری میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں اس پیراہن شریف کو جس کو حضور زیب تن کیے ہوئے ہیں طلب کرتی ہے آپ نے فرمایا پھر آئیو جب وہ پھر حاضر ہوئی اور پیراہن شریف طلب کیا تو آپ حجرہ مقدسہ میں تشریف لے گئے اور پیراہن شریف اتار کر اس لڑکی کے حوالے کیا اور آپ برہنہ حجرہ کے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت نماز شروع کی تمام صحابہ تشریف آوری کے

منتظر رہے حضور برہنگی کے سبب باہر تشریف نہیں لائے کہ آیۃ مذکورۃ الصدر نازل ہوئی مشکوۃ شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی بڑا عالم تھا حضور ﷺ پر اس کے کچھ دینار قرض آتے تھے اس نے قرضہ کا تقاضہ کیا فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے اس نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا قرضہ نہیں ادا کر دیا جائے گا آپ نے فرمایا میں بھی تیرے پاس بیٹھتا ہوں چنانچہ آپ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور پانچ نمازیں آپ نے وہاں ادا کیں ظہر سے فجر تک گویا تمام رات اور آدھے دن اس کے پاس تشریف فرما رہے صحابہ اس یہودی کو ڈراتے تھے پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہودی قید کرے گا اور آپ کو باہر نکلنے سے منع کرے گا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے ظلم سے منع کیا ہے اور یہ ظلم ہے کہ اس کا دین ادا نہ کروں اور اس سے جدا ہو جاؤں جب دن نکلا تو یہودی نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

اور عرض کیا کہ آدھا مال میرا اللہ کی راہ میں تصدق ہے آگاہ ہو قسم خدا کی جو کچھ میں نے کیا اس لیے کیا کہ دیکھوں آپ کی صفت جو توریت میں لکھی ہے اور وہ صفت یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ مکہ میں ان کی ولادت ہے۔ مدینہ میں ان کی ہجرت اور شام ان کا ملک ہے وہ درشت خو اور سخت کلام نہیں ہیں بازاروں میں چیخنے چلانے والے نہیں ہے۔ بیہودہ بات اور حد ادب سے گزرنے والے نہیں ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

یہ میرا مال ہے جو آپ کی رائے مبارک میں آوے کیجئے۔ حیا کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باکرہ لڑکی اپنے پردہ میں ہو آنحضرت ﷺ اس سے بھی زیادہ شرمیلے تھے (مشکوۃ) عفو کی یہ کیفیت کہ غزوہ احد میں کفار نابکار سے جو کچھ مظالم محاربہ اور مقاتلہ میں ظہور میں آئے وہ سب

کچھ اٹھائے یہاں تک کہ دندان مبارک کے شہادت کی بھی نوبت پہنچی اس وقت صبر اور عفو ہی نہیں بلکہ شفقت اور رحمت کے تقاضہ سے ان کو اس جہل اور ظلم میں معذور جان کر ان کے حق میں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کہ وہ مجھ کو نہیں جانتے۔ ایک روایت میں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ۔

بھی آیا ہے یعنی اے اللہ ان کو بخش دے۔ صحابہ پر یہ شاق گزرا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش کہ حضور بددعا فرماتے تاکہ یہ سب ہلاک ہو جاتے فرمایا میں لعنت اور بددعا کرنے والا نہیں پیدا ہوا ہوں بلکہ داعی حق اور رحمت عالم ہو کر آیا ہوں۔ سبحان اللہ کیا حلم اور صبر اور رحمت ہے کیوں نہ ہو اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی شان میں ارشاد فرما رہا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

یعنی ہم نے تم کو اے حبیب عالم کے لیے رحمت کر کے بھیجا ہے اور فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔

یعنی اللہ تو ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں موجود ہیں الغرض آپ کے اوصاف اور اخلاق سب معجزات کی قسم سے ہیں کہ جن سے قوت بشری عاجز ہے لہذا اس جگہ اسی قدر کافی ہیں باقی کچھ معجزات میں بیان کیے جائیں گے۔

تری صورت تیری سیرت زمانہ سے نرالی ہے
تری ہر ہر ادا پیاری دلیل بے مثالی ہے
تجھی کو خلعت یکتائی عالم ملا حق سے
ترے ہی جسم پر موزوں قبائے بے مثالی ہے

سَلِّمُوْا یَا قَوْمِ بَلْ صَلُّوْا عَلَی الصَّدْرِ الْاَمِیْنِ مُصْطَفٰے مَاجَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ مِائَۃَ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّۃٍ۔

اے مظہر ذات خدا مشرق نورِ خدا
اے منبع نور وضیاء اے معدن جو دوسخا
اے خواجۂ ہر دوسرا اے پیشوائے انبیا
اے رہنمائے اتقیا اے مقتدائے اصفیا
اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ اے مرتضیٰ اِے مقتدا
اے ملتجا اے منتجا اے مجتبےٰ اے مرتضیٰ
خیر الورا اے نجم الہدیٰ شمس الضحےٰ عین التقےٰ
بحر العطےٰ غیث الندا اے طور العلا نور السما
ہم مبدءِ عالم توئی ہم منشاء آدم توئی
ہم مظہر اعظم توئی مصباح کنز اختفا
اے حسن تو آرام جان عشاق رویت انس و جان
دیدہ زمین و آسماں از حسن رویت انجلا
انوار تو محبوب حق اظہار تو مطلوب حق
دیدار تو دیدار حق اے مظہر نور خدا
دارم ہوا رے روئے تو افتادہ ام در کوئے تو
جان مید ہم بر بوئے تو اے بررخت صدجاں فدا
اے جان من جاناں من دین من ایمان من
اے جان من اے جان من صد جان جان بر تو فدا
اے جان حقی رام تو مرغ دلش دردام تو
جان می دہد بر نامِ تو ایں است ایں رامدعا

تخلیق وتحویل نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وتحویل نور مبارک از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

مشکوۃ شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس چیز سے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری ہی مخلوقات سے پہلے پیدا کیا تو آپ نے فرمایا وہ نور تیرے نبی کا ہے۔ مسند عبدالرزاق میں حضرت جابر سے اس طرح روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے ماں باپ کو آپ پر سے فدا کروں یہ تو فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا کی تو حضور نے فرمایا کہ اے جابر سب سے اول اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر یہ نور قدرت الٰہی سے پھرتا رہا جب تک اللہ نے چاہا اور اس وقت لوح وقلم اور جنت اور دوزخ اور فرشتے اور زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور انس وجن سے کچھ نہیں تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نور کے یعنی اس پر کچھ زاید کر کے اس زائد نور کے چار جز کیے ایک جز سے قلم اور دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے جز کے چار حصہ بنائے پس اول سے عرش کے اٹھانے والے یعنی آٹھ فرشتے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کیے پھر چوتھے جزو کے چار اجزا کیے اول سے آسمانوں کو دوسرے سے زمینوں کو تیسرے جز سے جنت و دوزخ کو پیدا کیا پھر چوتھے جز سے مومنوں کی آنکھوں کی بینائی اور مومنوں کے دلوں میں نور معرفت کو اور ان کی زبانوں کا نور

کہ وہ کلمہ توحید ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پیدا کیا یہ حدیث مواہب لدنیہ میں ہے جس کی شرح علامہ زرقانی یوں کرتے ہیں کہ من نورہ میں جو اضافت نور کی ذات خداوندی کی طرف ہے وہ اضافت تشریفی ہے جیسے آیۃ وَنُفِخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ میں ہے اس سے ظاہر کرنا اس بات کا مقصود ہے کہ آپ کی پیدائش ایک عجیب چیز ہے اور آپ کی خاص شان ہے اور آپ کو بارگاہ الٰہی میں خاص مناسبت ہے اور یہ بھی بیان کرنا منظور ہے کہ آپ کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر زرقانی لکھتے ہیں۔

لَا بِمَعْنٰی اَنَّهَا مَادَّةٌ خُلِقَ نُوْرُهٗ مِنْهَا بَلْ بِمَعْنٰی تَعَلَّقَ الْاِرَادَةُ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ شَیْءٍ فِیْ وُجُوْدِهٖ۔

یعنی اس اضافت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ کا نور مثل مادہ کے ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ اس اضافت سے یہ مراد ہے کہ ارادہ الٰہی کا تعلق آپ کے وجود سے بلا واسطہ کسی شئے کے ہوا صوفیائے کرام اسی نور کو جو سب سے اول و اقدم ہے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں اور یہی تعینات میں اول تعین ہے کہ جو محیط تمام تعینات کو ہے اور سبب ظہور جملہ موجودات کا ہے اور یہی مرتبہ مظہر اتم مرتبہ اسم اللہ کا ہے پس جس طرح کہ اسم اللہ کہ رب محمد ﷺ ہے (ﷺ) مرتبہ وجوب میں اول واشمل تمام اسمائے واجبہ کا ہے اسی طرح یہ حقیقت محمدیہ جو مربوب اسم اللہ کی ہے (جل شانہ) مرتبہ امکان میں اول واشمل تمام ظہورات اسمائیہ کی ہے جو مسمٰی عالم سے ہے۔ الغرض آپ کی اولیت تمام ہی امت کے نزدیک مسلم ہے اور اسی نور سے تمام مخلوقات علوی سفلی ارواح اشباح عرش کرسی لوح قلم بہشت دوزخ فلک ملک جن انس زمین آسمان دریا پہاڑ و درخت وغیرہ سب ہی کچھ پیدا ہوئے۔

وَصَلَّ اللّٰهُ عَلٰی نُوْرٍ کز و شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

محمد احمد و محمود دے راخا لقش بستود
کزو شد بود ہر موجود و زو شد دیدہا بینا
اگر ذات محمدؐ رانیا ور دے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و شوکت
نہ عیسیٰ آن مسیحا دم نہ موسیٰ آن ید بیضا
زشرح سینہ اش جای الم نشرح لک برخواں
زمعرا جش چہ میپرسی کہ سبحان الذی اسرای

مواہب میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو پیدا کیا اور اس سے انوار انبیا علیہم الصلوۃ والسلام ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور کے نور سے فرمایا کہ ان انوار کو ملاحظہ کیجئے پس آپ کے نور نے سب کے نوروں کو ڈھانپ لیا اس وقت سب نے عرض کیا کہ الہی یہ نور کس کا ہے جس کے نور نے ہمارے نوروں کو چھپا دیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ نور محمد بن عبداللہ کا ہے اگر اس پر ایمان لاؤ تو تم کو انبیا کرتا ہوں سب نے عرض کیا کہ یا رب ہم سب اس کی نبوت پر ایمان لائے پس رب العزت جل وعلا نے فرمایا کہ میں گواہ ہوا تمہارے اوپر یہ ہیں معنی قول سبحانہ تعالیٰ کہ جو ارشاد ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝

اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی الانبیا ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے شب اسرا میں تمام انبیا کی امامت فرمائی اور قیامت میں تمام ہی انبیا آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے حدیث شریف میں وارد ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

یعنی میں نبی تھا اور آدم درمیان روح اور جسد کے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت ملائکہ اور ارواح انبیاء میں ظاہر تھی بلکہ روح مبارک اس عالم میں مربی اور مفیض ارواح انبیا تھی۔

نظم

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دوجا
پرتو بادا از خدا صلوٰۃ یا بدر الدجیٰ
کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود
نور تو دروے نبودی گرر ودیعت ای ھدیٰ
از بہار لطف تو سر سبز باغ کائنات
وزنسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا
بے نہ بردے ہیچ کس تا منزل حق الیقین
گر نبودے ذات پاکت اندریں رہ مقتدا

صَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَآءِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

مدارج میں ہے کہ جب حق سبحانہ نے حضرت آدم صفی اللہ کو پیدا کیا تو اس نور کامل السرور کو حضرت ابوالبشر علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں رکھا ایک روایت میں آیا ہے کہ پشت میں رکھا اور پیشانی مبارک میں رکھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ پشت میں رکھا اور پیشانی سے وہ نور چمکتا تھا پھر تمام ہی بدن میں وہ سرایت کر گیا حق تعالیٰ نے اس نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کو جمیع مخلوقات

کے اسماء تعلیم فرمائے اور ملائکہ کا مسجود گردانا بعد ازاں حضرت شیث علیہ السلام پر منتقل ہوا پھر اسی طرح اصلاب طاہرہ اور ارحام فاخرہ میں انتقال فرماتا ہوا حضرت عبدالمطلب کی صلب مبارک میں نزول اجلال فرمایا مواہب لدنیہ میں ہے کہ نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب ہے اس حال کو دیکھ کر ان کو سخت حیرت ہوئی ان کے والد ان کو کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور جب ان کی وفات ہو گئی تو فاطمہ سے نکاح کیا جن سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا جب قریش میں سخت قحط پڑتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی جانب جاتے تھے اور ان کے ذریعہ حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے تھے اور بارش کی دعا کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نور محمد ﷺ کی برکت سے ان کو باران عظیم مرحمت فرماتا تھا۔ شواہد النبوۃ اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب نور پر سرور سید المرسلین ﷺ عبدالمطلب کی پشت سے آپ کی دادی فاطمہ کے رحم میں منتقل ہوا اور آپ کے والد حضرت عبداللہ پیدا ہوئے تو اہل کتاب نے فوراً حدود شام کے اندر ایک دوسرے کو مطلع کیا کہ پیغمبر آخر الزمان کے والد ماجد مکہ معظمہ کے اندر ظاہر ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کتب آسمانی کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ جس وقت جبہ خونی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا جوان کے ہاں تبرکاً رکھا ہوا تھا پھر تازہ خون آلود ہو جاوے وہ وقت نبی آخر الزمان کے والد کی پیدائش کا ہوگا چنانچہ بعد معائنہ اس علامت کے سب نے حضرت عبداللہ کی ولادت پر اتفاق کیا اب آتش حسد کا نون سینہ کے اندر مشتعل ہونے لگی عداوت اور دشمنی سے قتل کی فکر میں رات دن رہنے

لگے چند بار اسی ناپاک ارادہ سے مکہ میں آئے گئے یہ برکت نور محمد ﷺ حضرت عبداللہ پر قابو نہ پایا ایک روز دلاوران یہود نے آپس میں بیعت کی کہ جب تک اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں ہرگز شام کو واپس نہ لوٹیں آخر روانہ مکہ مکرمہ ہوئے اور راتوں خفیہ خفیہ منزل طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور منتظر فرصت اور موقع کے رہے حضرت عبداللہ ایک دن شکار کے واسطے تنہا جنگل میں تشریف لے گئے یہودیوں نے اس وقت کو غنیمت جان کر حضرت عبداللہ پر حملہ کیا اتفاقاً اسی دن اسی جنگل میں وہب بن عبد مناف حضرت آمنہ خاتون کے والد بھی شکار کے لیے جا نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ یہود سراپا غنود تلوار زہر آلود کھینچ کر حضرت عبداللہ کی طرف بقصد ہلاکت متوجہ ہوئے با قتضائے حمیت عرب انہوں نے چاہا کہ یہودیوں کے حملہ کو دفع کریں کہ اچانک ایک جماعت غیب سے ابلق گھوڑوں پر سوار آمود ہوئی اور ان سب کو آپ سے جدا کر دیا۔ وہب بن عبد مناف نے جو یہ کیفیت دیکھی متحیر ہو گئے اور دل میں ٹھان لی کہ اپنی بیٹی آمنہ کا نکاح ان کے ساتھ کروں گا گھر میں پہنچ کر اپنی بیوی سے تمام قصہ بیان کیا اور ان کو عبدالمطلب کی خدمت میں اس مطلب کے لیے بھیجا۔ مادر آمنہ نے صورت حال عبدالمطلب سے بیان کی عبدالمطلب پہلے ہی اپنی بیوی سے کو کہ حضرت آمنہ کے چچا کی بیٹی اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں ان کی خوبصورت اور پاکیزگی طینت سن بچکے تھے نیز دیگر عورت قبیلہ نے بھی اس امر پر اتفاق کیا کہ فی الواقعہ اس زمانہ میں آمنہ خاتون سے بڑھ کر کوئی عورت اطیب و اشرف و عاقلہ نہیں ہے پس عبدالمطلب اس امر پر راضی ہو گئے۔

نسب نامہ پدری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن

مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک تو تمام محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے اس کے آگے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ تک اور ان سے آگے حضرت آدم صفی اللہ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تک تکثیر اور تقلیل تقدیم اور تاخیر اسماء کے اندر اختلاف ہے۔

نسب نامہ مادری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن فاطمہ بنت عمرو بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ پھر اس کے آگے وہ ہی جو حضور ﷺ کا نسب شریف ہے۔(معارج)

نسب نامہ پدری حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب پھر آگے وہ ہے جو حضور ﷺ کے نسب نامہ میں ہے۔(معارج النبوۃ)

نسب نامہ مادری حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا

حضرت آمنہ بنت مرہ بنت ام حبیبہ بنت قلادہ بنت امیہ بنت دب بنت عاتکہ بنت عوف بن لوی پھر آگے وہ ہے جو حضور کا نسب نامہ ہے۔(معارج)

حضرت عبداللہ کی عمر اس وقت پچیس یا تیس برس کی تھی حضرت عبداللہ کی صورت اور صفائی سیرت سارے قریش میں ممتاز اور مشہور تھی بوجہ اس کے کہ نور محمدی ﷺ کی شعاعیں ان کی طلعت زیبا سے نمودار تھیں اقارب واجانب آپ کی دامادی کی دل سے خواہش رکھتے تھے بت خانہ میں اگر جا نکلتے تو بتوں کے اندر سے فریاد پیدا ہوتی کہ اے عبداللہ ہرگز ہمارے پاس نہ آنا کہ آپ کی پیشانی میں نور رسول آخرالزمان ہے کہ ہلاکت بتوں اور بت پرستوں کی اس کے ہاتھ ہے۔

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رَأْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ
مِنْہُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ

رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر
جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ۔

تحویل نور مبارک از صلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ در بطنِ شریف آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا

کیا مژدۂ جاں بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج

آمد ہے یہ کس بادشہ عرش مکاں کی
آتے ہیں فلک سے جو حسینانِ ارم آج

کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں
آتا ہے نظر نقشۂ گلزار ارم آج

نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ
اس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج

کس چاند کی پھیلی ہے ضیا کیا یہ سماں ہے
ہر بام پہ ہے جلوہ نما نور قدم آج

کھلتا نہیں کس جان مسیحا کی ہے دعوت
بت بولتے ہیں قالب بیجاں میں ہے دم آج

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

کعبہ کا ہے نغمہ کہ ہوا لوث سے میں پاک
بت نکلے کہ آئے مرے مالک کے قدم آج

تسلیم میں سر وجد میں دل منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق میں مرغان حرم آج
ظاہر ہے کہ سلطان دو عالم کی ہے آمد
کعبہ پہ ہوا نصب جو یہ سبز علم آج
ہاں مفلسو خوش ہو کہ ملا دامنِ دولت
تر دامنو مژدہ کہ اٹھا ابر کرم آج

معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ منیٰ میں جمرۃ الوسطیٰ کی قریب حضرت عبداللہ کا نکاح بی بی آمنہ کے ساتھ شب جمعہ کو منعقد ہوا اور اسی منزل میں شب زفاف واقعہ ہوئی اور اسی شب میں۔

بسا عتیکہ تفاخر کند بان انجم
بطالعیکہ تولد کند بداں تقویم

نطفہ زکیہ مصطفویہ ودرۂ مبارکۂ محمدیہ نے شکم آمنہ کے اندر انتقال فرمایا حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس شب کو شب قدر سے افضل تر فرماتے ہیں کہ خیرات و برکات و کرامات و سعادات جیسی شب جمعہ میں مومنوں پر نازل ہوتی ہیں قیامت تک کسی رات میں نہیں ہوتی ہیں اس رات میں دو سو عورتیں رشک کی وجہ سے مر گئیں اور چند خواتین محتشمہ قریش مرض طیش میں مبتلا ہوئیں آسمانوں پر ملائکہ نے فرش انبساط بچھایا۔ جبریل علیہ السلام نے نزول فرما کر ایک علم سبز بام کعبہ پر نصب کیا اور تمام روئے زمین پر بشارت پہنچائی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ کے شکم کے اندر منتقل ہوگیا تخت ابلیس لعین اوندھا ہوگیا چالیس شبانہ روز وہ لعین دریاؤں میں سر پھوڑتا پھرا پھر بعد ازاں کوہ ابوقبیس کے نیچے آکر فریاد وزاری کی اس کی تمام اولاد اس کے پاس جمع ہوئی اور حال دریافت کیا کہا کہ اے فرزند و جانو کہ ہلاکت ہماری محقق ہوگئی محمد بن عبداللہ نے رحم آمنہ کی اندر قرار پکڑ لیا۔ نور ساطع اور سیف قاطع کے ساتھ وہ مبعوث ہوگا از لام کو باطل کرے گا بتوں کو توڑے گا

عدل و انصاف سے زمین کو بھر دے گا۔ زمین کو مساجد سے مانند آسمان کے پرنور و منور کر دے گا۔ تمام دنیا میں توحید ظاہر ہوگی اس کی امت فاضل ترین امم ہوگی۔ تمام بھلائیاں ان کی طرف منسوب ہوں گی۔ کھانے اور پینے میں اول خدا کا نام لیں گے امر معروف و نہی منکر ان کا شعار ہوگا۔ فقیروں اور مسکینوں کے تصدق اور احسان سے دل خوش کرنے والے ہوں گے۔ صلہ رحمی کریں گے ہم کو ان اعمال حسنہ کی وجہ سے ان پر دسترس نہ ہوگی ایک نے شیطان کی اولاد میں سے شیطان کی تسکین خاطر کے لیے کہا کہ اے ہمارے سردار انسان سات طبقے پر ہیں چھ طبقے گزر گئے جن کی عمریں بھی ان سے زیادہ تھیں اور قوت میں بھی ان سے زیادہ تھے جب ان کے ساتھ ہم نے جو چاہا کیا تو ان کے ساتھ بھی ہم جو چاہئیں گے کریں گے ابلیس نے کہا کہ تم کو ان پر کسی طرح بھی قدرت نہ ہوگی انہیں حمیدہ خصائل کے سبب جو اوپر مذکور ہوئے۔ تب سب نے کہا کہ ہم ان کے دلوں پر ان کی آرزوؤں کو منتشر کریں گے اور ظلم و تعدی کو ان کی مذاق جان میں شیریں کر دکھلا دیں گے تاکہ بسبب اس کے ہلاک ہوں ابلیس لعین کو فی الجملہ بشاشت حاصل ہوئی کہا کہ اب میری آنکھ کو تم سے ٹھنڈک پہنچی۔ صاحب معارج فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہ حکایت یاد رکھنی چاہئے۔

اشعار مثنوی شریف

طفل جاں از شیر شیطاں باز کن
بعد ازانش با ملک انباز کن
تا تو تاریک و ملول و تیرۂ
داں کہ بادیو لعین ہمشیرۂ
در گلو مانند خسِ او سالہا
چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
مال مار آمد کہ دروے زہر ہاست
واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال خس باشند چوہست اے بے ثبات
در گلویت مانع آب حیات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس رات میں تمام ہی کاہنانِ عرب کو آپ کے نقل کیے جانے کی اطلاع ہوگئی تھی آپس میں ایک دوسرے کو اعلام و اطلاع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ وقت آگیا کہ دنیا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور ہو جائے تمام ہی حیوانات قریش اس رات گویا ہوگئے کہ مادر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حاملہ ہوگئیں۔

خلق میں وہ نور حق جب جلوہ گر ہونے لگا
فضل خالق کا ہمارے حال پر ہونے لگا

ذکر آمد کا ترے باہر گر ہونے لگا
خیر کی آئی گھڑی کافور شرمانے لگا
عرش کا تارا اتر آیا ہے فرش خاک پر
روکش فردوس عبداللہ کا گھر ہونے لگا

اس رات کی صبح کو تمام دنیا کے بت اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ تمام دنیا کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کی زبانیں گونگی ہوگئی تھیں سب کے تخت صبح کو اوندھے پڑے ملے اس رات کو کوئی گھر ایسا نہ تھا جو روشن نہ ہو گیا ہو۔

حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے اوپر علامات حمل سے کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی نہ ضعف تھا نہ کچھ اور بجز اس کے کہ ایام بند ہو جاویں چھ ماہ تک مجھ کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ بعد انقضائے چھ ماہ ایک شخص خواب اور بیداری کے درمیان میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اے آمنہ تجھ کو اپنے حمل سے کچھ خبر ہے میں نے کہا کہ نہیں کہا کہ تم اس امت کے پیغمبر کے ساتھ حاملہ ہو اس سے مجھ کو یقین ہوا۔

شکم مادر جو وہ گوہر یکتا آیا
مرحبا صل علی سب کی بناتا آیا
کام لاکھوں کا بناتا ہوا آتا ہے حبیب
یہ وہ ہے آگ میں اب باغ لگاتا آیا

جب وضع حمل کا وقت نزدیک آیا تو اسی کہنے والے نے مجھ سے کہا

أُعِيذُ بِالصَّمَدِ الْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ

اور کہا کہ جب تیرے فرزند پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا میں نے اس کلمہ کی تکرار کر کے یاد رکھا۔ عورتوں سے میں نے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اے آمنہ اپنے کانوں میں اور گردن میں دو حلقے لوہے کے ڈال لو میں نے ان عورتوں کے کہنے سے ایسا ہی کیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی شخص غیبی نمودار ہوا اور اس نے وہ

حلقے توڑ کر پھینک دیئے اور کہا کہ پھر ایسا مت کرنا حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اول حمل کے اندر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور مجھ سے ظاہر ہوا جس کی روشنی میں میں نے محل بصرہ کے دیکھے لیے حضرت عمر بن قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا جو خزانہ علم تھے کہ جب حضرت آمنہ کے وضع حمل کا وقت آیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سب آسمانوں کے دروازے کھول دیں اور جنت کو آراستہ کریں اور اس کے دروازے کھول دیں اور فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم ہوا پس وہ زمین پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے پہاڑوں کو سر بلندی حاصل ہوئی اور دریاؤں کو جوش ہوا اور دریائی جانور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے سب آسمانوں کے فرشتوں نے شیطان کو پکڑ کر ستر طوق گلے میں ڈال کر دریائے اخضر کی تہ میں اوندھے منہ پھینک دیا اور سرکش شیطانوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا۔ آفتاب کو اس دن ایک بہت بڑا نور دیا گیا اس کے سر پر ستر ہزار حوریں ہوا میں محمد ﷺ کی ولادت کے انتظار میں کھڑی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی عورتوں کو حکم دیا کہ اس سال میں تمام لڑکے جنیں آنحضرت کی تعظیم و تکریم کے لیے اور تمام دنیا کے درخت باآواز ہوئے خوف امن سے مبدل ہوگیا جبکہ آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تمام روئے زمین نور سے پر ہوگئی اور ملائکہ نے آپس میں خوشی کی ہر ایک آسمان پر ایک ستون زبرجد کا اور ایک یاقوت کا بنایا جس سے آسمان روشن ہوگیا اور وہ ستون آسمانوں پر معروف و مشہور ہیں حضور علیہ السلام نے شب معراج میں ان کو ملاحظہ فرمایا فرشتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ستون آپ کی ولادت کی مبارکباد میں بنائے گئے ہیں اور جس شب میں حضور پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے نہر کوثر کے ہر دو جانب ستر ہزار درخت مشک اذفر کے اگائے اور ان کے پھلوں کو جنتیوں کا بخور بنایا تمام آسمان پکارتے تھے اللہ کو ساتھ سلامتی کے اور تمام بت اوندھے گر پڑے مگر لات اور عزیٰ اپنی جگہ سے نکل گئے اور پکارتے تھے تباہی ہے قریش کی آ گیا ان کے پاس امین اور صدیق اور

نہیں خبر قریش کو کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا اور کعبہ کے جوف سے چند روز تک یہ آواز آتی رہی کہ اب میرا انور مجھ میں واپس آگیا اب میری زیارت کرنے والے آئیں گے اور اب میں جاہلیت کی نجاستوں سے پاک ہوگیا اے عزیٰ تو ہلاک ہوگیا تین دن تک خانہ کعبہ کو زلزلہ رہا یہ اول علامت ہے جو قریش نے آنحضرت کے پیدا ہونے کے وقت دیکھی (اخرجہ ابونعیم) کتب معتبرہ میں ہے کہ پیش از تحویل نور مبارک آنحضرت ﷺ قریش چند سال سے عذاب قحط میں اس قدر مبتلا تھے کہ کوئی درخت سبز نہیں رہا تھا چوپائے دبلے ہوگئے تھے جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں مینہ برسا ندیاں جاری ہوگئیں درخت سرسبز ہوگئے پانی سے سیراب ہو کر سب کے حال ٹھیک ہوگئے چنانچہ اس سال کا نام عام الفتح والفرح والابتہاج رکھا گیا۔

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ ھُوَفِیْ حَرِّ غَلٍ
کُلُّ مَنْ یَظْمَاءُ یَسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْکَاسِ

"رحمت بھیج میرے پروردگار اس ذات پر جو قیامت کی گرمی میں جو پیاسا ہوگا اس کو شراب طہور کا پیالہ پلائیں گے۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِکُلِّ الْاُمَمِ وَالْمُخْتَارِ لِلسِّیَادَةِ وَالرِّسَالَةِ قَبْلَ خَلْقِ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ولادت باسعادت

مبارک ہو وہ شہ پردہ سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے
فقیروں سے کہو حاضر ہوں جو مانگیں گے پائیں گے
کہ سلطان جہاں محتاج پرور آنے والا ہے
کہاں ہیں ٹوٹی امیدیں کہاں ہیں بے سہارے دل
کہ وہ فریاد رس بیکس کا یاور آنے والا ہے
ٹھکانا بے ٹھکانوں کا سہارا بے سہاروں کا
غریبوں کی مدد بیکس کا یاور آنے والا ہے
بر آئیں گی مرادیں حسرتیں ہو جائیں گی پوری
کہ وہ مختار کل عالم کا سرور آنے والا ہے
مبارک دردمندوں کو ہو مژدہ بے قراروں کو
قرار دل شکیب جان مضطر آنے والا ہے
گنہگاروں نہ ہو مایوس تم اپنی رہائی سے
مدد کو وہ شفیع روز محشر آنے والا ہے
جھکا لائے نہ کیوں تاروں کو شوق جلوۂ عارض
کہ وہ ماہ دل آرا اب زمیں پر آنے والا ہے
کہاں ہیں بادشاہان جہاں آئیں سلامی کو
کہ اب فرماں روائے ہفت کشور آنے والا ہے

سلاطین زمانہ جس کے در پر بھیک مانگیں گے
فقیروں کو مبارک وہ تونگر آنے والا ہے
یہ ساماں ہو رہے تھے مدتوں سے جس کی آمد کے
وہ ہی نوشاہ با صد شوکت و فر آنے والا ہے
وہ آتا ہے کہ ہے جس کا فدائی عالم بالا
وہ آتا ہے کہ دل عالم کا جس پر آنے والا ہے

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میرے درد زہ شروع ہوا تو میں بوجہ تنہائی کے خائف و ہراساں ہوئی اور مہیب اور عظیم آوازوں کے سننے سے پریشان ولرزاں، تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید مرغ نے میرے دل پر اپنے بازو ملے کہ وہ خوف اور ترس سب جاتا رہا۔ پھر دیکھا کہ شربت سفید رکھا ہے میں نے اس کو پیا پیتے ہی دل میں قرار آیا پھر ایک روشنی نمودار ہوئی جس کے اندر کچھ عورتیں حسینہ جمیلہ بلند قامت والی نظر آئیں میں متعجب ہوئی کہ یہ کہاں سے آگئیں۔ میں تو اکیلی تھی تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حوران بہشتی ہیں کہ جو ہمارے ہمراہ ہیں۔ پھر ایک جماعت ہوا میں کھڑی ہوئی نظر آئی جن کے ہاتھوں میں نقرۂ ابریق تھیں ان کی ہیبت سے مجھ کو پسینہ آگیا میرے ہر قطرہ پسینہ میں مشک کی خوشبو آتی تھی اسی حالت میں پردہ میرے آگے سے جو اٹھا تو مشرق اور مغرب سب ہی میرے اوپر کھل گیا تین علم میں نے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا بام کعبہ پر الحاصل عہد حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سات سو پچاس اور عہد حضرت نوح علیہ السلام سے چار ہزار ایک سو نوے برس اور عہد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تین ہزار ستر برس اور واقعہ اصحاب فیل سے پچپن روز بعد جب وہ مجلی حمل پورے نو ماہ کے اندر بدر کامل بن گیا تو بموجب قول مشہور ماہ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ یوم دوشنبہ کو صبح صادق کے

وقت اس آفتاب نبوت اور رسالت نے بہزار جاہ وجلالت وشوکت وابہت برج شکم آمنہ سے طلوع فرمایا یعنی جناب رسول الثقلین و سیلتنا فی الدارین شفیع المذنبین انیس الغریبین راحت العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین مصباح المقربین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس ظلمت کدہ عالم کو اپنے جمال جہاں آرا سے روشن اور منور فرمایا۔

اٹھو کہ ذکر ولادت ہے سید آنام
ادب سے شوق سے دل سے پڑھو درود و سلام

صلوۃ و سلام

یَـا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَارَسُولْ سَلَامٌ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبُ سَلَامٌ عَلَیْکَ
صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ
اَشْرَقَ الشَّمْسُ عَلَیْنَا وَاخْتَفَتْ مِنْهُ الْبُدُوْرُ
یَـا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ یَارَسُولْ سَلَامٌ عَلَیْکَ یَاحَبِیْبُ سَلَامٌ عَلَیْکَ
صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ
یَاحَبِیْبِی یَا مُحَمَّدْ یَاعُرُوْسَ الْخَافِقَیْنَ
یَامُؤَیَّدْ یَامُمَجَّدْ یَااِمَامَ الْقِبْلَتَیْنِ مَنْ یَرٰی وَجْهَکَ یَسْعَدْ
یَاکَرِیْمَ الْوَالِدَیْنِ یَـا نَبِی سَلَامٌ عَلَیْکَ اَنْتَ شَمْسٌ اَنْتَ بَدْرٌ
اَنْتَ نُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ مِثْلُ حُسْنِکَ مَارَئَیْنَا قَطُّ یَا وَجْهَ السُّرُوْرِ
صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عِدَّۃَ اَحْرُفِ السُّطُوْرِ

صلوۃ وسلام فارسی

الصلوٰۃ اے رحمۃ للعالمین والسلام اے مقتدائے مرسلین
الصلوٰۃ اے بود شاہِ انبیا والسلام اے رہنمائے اصفیا
الصلوٰۃ اے سید خیر الانام والسلام اے سرور عالی مقام
الصلوٰۃ اے صاحب الکتاب والسلام اے شافع یوم الحساب
الصلوٰۃ اے گوہر درج صفا والسلام اے ماہِ برج اصطفا
الصلوٰۃ اے قبلۂ ارباب دیں والسلام اے کعبۂ اہل یقیں
الصلوٰۃ اے آفتاب رہبری والسلام اے حجت پیغمبری
الصلوٰۃ اے فرش تو عرش بریں والسلام اے چاکرت روح الامیں

الصلوٰۃ اے معدن فضل و کرم — والسلام اے مخزنِ جودِ اتم
الصلوٰۃ اے جلوہ حسنِ ازل — والسلام اے نور ذاتِ عالم یزل
الصلوٰۃ اے اسم اعظم اسمِ تو — والسلام اے جانِ عالم جسم تو
الصلوٰۃ اے قبلۂ جانم توئی — والسلام اے نورِ ایمانم توئی
الصلوٰۃ اے مقصد و مطلوب ما — والسلام اے مطلب و محبوب ما
الصلوٰۃ اے سر الٰہی توئی — والسلام اے شان مولائی توئی

صلوٰۃ وسلام اردو

اے مدینہ کے تاجدار سلام — اے غریبوں کے غمگسار سلام
تیری اک اک ادا پہ اے پیارے — سو درود دیں فدا ہزار سلام
رب سلم کے کہنے والے پر — جان کے ساتھ ہوں نثار سلام
میرے پیارے پہ میرے آقا پر — میری جانب سے لاکھ بار سلام
میری بگڑی بنانے والے پر — بھیج اے میرے کردگار سلام
اس پناہِ گناہ گاراں پر — یہ سلام اور کروڑ بار سلام
اس جواب سلام کے صدقے — تا قیامت ہوں بے شمار سلام
ان کی محفل میں ساتھ لے جائیں — حسرت جاں بے قرار سلام
پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو — اے مرے حق کے راز دار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں
پڑھ لیے جس نے دل سے چار سلام

صلوٰۃ وسلام اردو

السلام اے نور اول السلام — السلام اے صاحب عالی مقام
السلام اے مصدر سر سخن — السلام اے کاشف امرا رکن

السلام اے رحمتہ للعالمین — السلام اے صاحب عین الیقین
السلام اے مجتبیٰ و مصطفیٰ — السلام اے سرور ہر دوسرا
السلام اے پیشوائے مرسلاں — السلام اے فخر ذات دلبراں
السلام اے درد مندوں کے شفیق — السلام اے متمندوں کے رفیق
السلام اے چارۂ بیچارگاں — السلام اے رہنمائے گمرہاں
السلام اے فخر ہر جن و بشر — السلام اے رونق شمس و قمر
السلام اے مرہم زخم جگر — السلام اے باعثِ نور نظر
السلام اے مالک جاں نثار — السلام اے بیقراروں کے قرار
ہم سب ہی کا ہے بس اب یہ مدعا — آپ کی الفت ہو سب کا مشغلہ

زندگی ساری اس دھن میں کٹے
جو مرے بس وہ اسی دھن میں مرے

ثبوت قیام شریف

اس موقعہ پر مسلمان کھڑے ہو کر آنحضرت ﷺ پر درود سلام پڑھتے ہیں جیسا کہ اب پڑھا گیا۔ اس لیے مناسب ہے کہ کچھ اس کا بھی بیان کر دیا جائے۔ سوچنا چاہئے کہ اس قیام کا نام قیام تعظیمی ہے اور یہ سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور کی وہ تعظیم جو غیر ممنوع طریقہ سے ہو مطلوب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

تو یہ قیام بھی مفید تعظیم شان رسول اللہ ﷺ ہے۔ لہٰذا یہ بھی مطلوب ہے اور جو شئے مطلوب فی الدین ہوتی ہے وہ فرض ہوتی ہے یا واجب یا سنت یا مستحب پس اس قیام کی نسبت چاروں مذاہب کے علما کا مستحب ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ عثمان حسن الدمیاطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَتِ عَلٰى اِسْتِحْسَانِ الْقِيَامِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَحِبَّةٌ لِمَا فِيْهِ مِنْ اِظْهَارِ الْفَرَحِ وَالسُّرُوْرِ وَالتَّعْظِيْمِ۔

یعنی جمع ہو گئی امت محمدیہ ﷺ اہل سنت والجماعت نے قیام کے مستحب ہونے پر۔ اس لیے کہ اس میں خوشی اور تعظیم کا اظہار ہے۔ اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفی مکی نے تحریر کیا جب کہ علامہ موصوف سے سوال کیے گئے ان باتوں سے کہ مولود شریف کا دن معین کر کے پڑھنا اور خاص ولادت کے وقت قیام کرنا مکان کو زینت دینا خوشبو کا برتنا کچھ قرآن شریف سے پڑھنا مسلمانوں کو کھانا کھلانا کیسا ہے۔ چنانچہ سوال و جواب بعینہا یہ ہیں۔

سوال

مَا قَوْلُكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَنَّ ذِكْرَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ الْوِلَادَةِ خَاصَّةً مَعَ تَعْيِيْنِ الْيَوْمِ وَتَزْئِيْنَ الْمَكَانِ وَاِسْتِعْمَالِ لِطِيْبِ وَقِرَائَةِ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَاِطْعَامِ الطَّعَامِ لِلْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يَجُوْزُ وَيُثَابُ فَاعِلُهُ اَمْ لَا بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

الجواب

اِعْلَمْ اَنَّ عَمَلَ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ بِهٰذِهِ الْكَيْفِيَّةِ الْمَذْكُوْرَةِ مُسْتَحْسَنٌ مُسْتَحَبٌّ فَالْمُنْكِرُ مُبْتَدِعٌ لِاِنْكَارِهٖ عَلٰى شَيْئٍ حَسَنٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ كَمَّلُوْا الْاِسْلَامَ كَالْعُلَمَاءِ الْعَامِلِيْنَ وَعُلَمَاءِ الْعَرَبِ وَالْمِصْرِ وَالشَّامِ وَالرُّوْمِ وَالْاَنْدَلُسِ كُلُّهُمْ رَأَوْهُ حَسَنًا مِنْ زَمَانِ السَّلَفِ اِلَى الْاٰنَ فَصَارَ اِجْمَاعًا وَالْاَمْرُ الَّذِيْ ثَبَتَ بِالْاِجْمَاعِ فَهُوَ حَقٌّ لَيْسَ بِضَلَالٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ فَعَلٰى حَاكِمِ الشَّرْعِ تَعْزِيْرُ مُنْكِرِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یعنی تحقیق مولود شریف کرنا اس کیفیت مذکورہ کے ساتھ مستحسن و مستحب ہے اس کا منکر بدعتی ہے کیونکہ اس نے انکار کیا ایسی چیز کا جو اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک اچھی ہے جیسا کہ حدیث ابن مسعود میں آیا ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور مسلمانوں سے مراد کامل مسلمان ہیں جیسے علمائے عاملین اور عرب اور مصر اور شام اور روم اور اندلس کے سب علماء نے اس کو اچھا جانا ہے۔ سلف سے اب تک پس اجماع ہوگیا اور جو چیز اجماع سے

ثابت ہے وہ حق ہے گمراہی نہیں ہے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ پس حاکم شرع پر لازم ہے کہ اس کے منکر کو تعزیر دے اور اللہ بہتر جاننے والا ہے اس فتوے پر علاوہ عبدالرحمٰن سراج حنفی مفتی مکی کے چاروں مذہب کے علماء کے (94) مہریں بالاتفاق رائے ثبت ہیں۔ یہ علامہ عبدالرحمٰن وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت مولانا الحاج مہاجر فی اللہ مولانا رحمۃ اللہ قدس سرہ جو مخاطب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں۔ جن کی حقانیت اور تبحر علمی مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی وہابی اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی وہابی کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ براہین کے صفحہ 18 میں ان کی نسبت شیخ العلما اور صفحہ 226 کے اندر تمام علما مکہ پر فایق ہونا تحریر کیا ہے وہ تقدیس کے صفحہ 310 میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمان سراج نے بیس برس منصب قضا پر قیام کیا اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق مخالف ان کی دیانت کے قائل ہیں۔ اسی طرح شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا عبدالحق شیخ الدلائل رحمہا اللہ نے بھی اپنے رسائل کے اندر فتوے مرتبہ علمائے حرمین الشریفین درج کیے ہیں جن میں استحسان اور استحباب قیام کا درج ہے جس کا جی چاہے وہ ان فتوں کو انوار ساطعہ والدر المنظم فی حکم عمل مولود النبی الاعظم وغیرہ میں دیکھ لے علامہ عبدالرحمٰن سراج مفتی کے والد بزرگوار علامہ عبداللہ سراج مفتی حنفی حرم شریف بھی اس قیام کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں۔

أَمَّا الْقِيَامُ اِذَا جَاءَ ذِكْرُ وِلَادِهٖ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْمَوْلِدِ الشَّرِيْفِ تَوَارَثَهُ الْاَئِمَّةُ الْاَعْلَامُ وَاَقَرَّهُ الْاَئِمَّةُ الْحُكَّامُ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرِ مُنْكِرٍ وَرَدِّ رَادٍّ۔

یعنی اس قیام پر ائمہ اعلام اور ائمہ حکام میں سے کسی نے رد اور انکار نہیں کیا بلکہ سب نے مقرر رکھا ہے اور سب نے جاری رکھا ہے یہ عبداللہ سراج ایسے وحید العصر اور علامۃ الدہر ہیں جن کی نسبت حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں (مولانا عبداللہ سراج حنفی مفتی محدث حرم شریف یکتائے عہد خویش بودو راس ورئیس فرقہ محدثہ بزانوئے ادب در درس ایشان می نشست و اعتراف بجا معیت مولانا موصوف می نمود) ہندوستان میں کون ایسا ہے جو مولانا شاہ احمد سعید کو نہیں جانتا ہو پھر بقول شاہ صاحب موصوف ایسے علامہ یکتائے روزگار کا قیام کو جائز رکھنا جس کی جامعیت اور کاملیت کا بڑے بڑے محدثین وقت کو اعتراف تھا کیسی بڑی سند ہے پھر خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے بڑے بڑے علما اور ائمہ اعلام سے متوارث ہونا بلانکیر تحریر فرمارہے ہیں جیسا کہ ابھی ان کی عبارت تحریر ہو چکی سو اس سے بھی اجماع ثابت ہوا پس اب بعد اجماع ولوارث اس میں کلام کرنا خرق اجماع ہے۔ یہ ہی وجہ ہے جو علمائے حرمین شریفین وغیرہ نے منکر قیام پر تعزیر کا حکم جاری کیا۔ بعض جو یہ کہتے ہیں کہ فاکہانی مغربی نے اس اجماع کا انکار کیا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کا محققین جواب دے چکے ہیں اگر تنزلاً اجماع کا نہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی اس پر ایک بڑی جماعت علمائے محققین کے اتفاق سے تو کسی کو بھی انکار نہیں اور علمائے محققین کا اتفاق بھی گو وہ مجتہد نہ ہوں شرع میں حجت ہے اور حق ہونے کی دلیل جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ

مظاہر حق میں اس حدیث کی شرح میں نواب قطب الدین صاحب نے یہ لکھا ہے کہ جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علما کے ہوں ان کی پیروی کرو مسلم الثبوت کے آخر تمہ میں ہے۔

اِنَّ اِتِّفَاقَ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ عَلٰى مَمَرِّ الْاَعْصَارِ حُجَّةٌ كَالْاِجْمَاعِ۔

یعنی بیشک علما محققین کا اتفاق عرصہ دراز سے حجت ہے مثل اجماع کے شارح بحر العلوم نے اس مقام پر تحت قولہ المحققین یہ لکھا ہے۔

وَاِنْ کَانُوْاغَیْرَ مُجْتَھِدِیْنَ

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اتفاق علمائے اہل تحقیق کا کسی امر پر جو مدت دراز سے چلا آتا ہوا اگرچہ وہ علماء مجتہد نہ ہوں تب بھی حجت ہے مثل اجماع کے مولانا محمد مظہر نقشبندی مجددی صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما مقامات سعیدیہ میں اپنے والد ماجد کے حالات میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت ایشاں می فرمودند کہ خواندن مولود شریف و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت مستحب است درین باب رسالہ خاص دارند و دراں تحقیق فرمودہ اند کہ منع حضرت مجدد الف ثانی از مولود خوانی محمول بر سماع و غناست۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں زیارت کے باب میں کلیہ کے طور پر یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو بات آنحضرت ﷺ کے ادب و تعظیم میں جس قدر زیادہ دخل رکھے وہ زیادہ مستحسن ہے عبارت ان کی یہ ہے۔

کُلُّ مَا کَانَ اَدْخَلَ فِی الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ کَانَ حَسَنًا۔

چونکہ یہ قیام بھی ادب اور تعظیم کے اندر پورا دخل رکھتا ہے لہٰذا بموجب قاعدہ مقررہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ مستحسن ہوا۔ امام برزنجی اپنی مولد میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَقَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِیَامَ عِنْدَ ذِکْرِ مَوْلِدِہِ الشَّرِیْفِ اَئِمَّۃٌ ذُوْرِ وَایَۃٍ وَّرُوْیَۃٍ فَطُوْبٰی لِمَنْ کَانَ تَعْظِیْمُہٗ ﷺ غَایَۃَ مَرَامِہٖ وَمَرْمَاہُ۔

یعنی مستحسن رکھا ہے قیام کو ائمہ ذو روایت نے ذکر ولادت شریف کے وقت پس خوشی ہے اس شخص کے لیے جو آپ کی تعظیم نہایت درجہ کی کرے۔ پس جب کہ قرآن و حدیث اور اجماع سب سے استحسان اور استحباب اس فعل کا ثابت ہو گیا تو اب اس میں تردد اور شک کو ہرگز دخل نہیں رہا بلکہ شعار اہل سنت ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

واقعات بعد از ولادت شریف

مدارج النبوت وغیرہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب سردار دو عالم فخر بنی آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ سربسجدہ دونوں ہاتھوں کی کلمہ کی انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا میں مشغول ہیں۔ پھر ایک نور کا ٹکڑا آسمان سے اترا اور آپ کو اس میں لپیٹ کر میری نظروں سے غائب کردیا۔ پھر اس کے بعد میں نے ایک آواز سنی کہ محمد ﷺ کو تمام عالم کی سیر کراؤ اور تمام خلائق کو آپ کی صورت اور سیرت سے آشنا کرو بعدازاں ایک پلک جھپکانے کے اندر ایک ابر اور نمودار ہوا۔ پھر اس میں سے سفید صوف کے اندر جو دودھ سے زیادہ سفید اور حریر سے زیادہ نازک تھا آپ کو لپٹا ہوا پایا پھر ایک ابر عظیم تر اول سے اور آیا جس کے اندر سے آواز مردوں کی سنائی دیتی تھی اور گھوڑوں کی آواز محسوس ہوتی تھی اور منادی ندا کرتا تھا کہ محمد ﷺ کو ملائکہ اور جن وانس طیور و وحوش پر پیش کرو اور اس کو صفوت آدم معرفت شیث رقت نوح خلت ابراہیم لسان اسمٰعیل رضائے اسحاق جمال یوسف بشریٰ یعقوب فصاحت صالح حکمت لوط جہاد یوشع صورت داؤد صبر ایوب طاعت یونس حب دانیال وقار الیاس زہد یحییٰ کرم عیسیٰ علیہم السلام عطا کرو پھر ایک چشم زدن میں ابر منجلی ہوا۔

ایک روایت میں حضرت آمنہ خاتون سے یہ بھی آیا ہے کہ بعد ایک لحظہ کے دو شخصوں نے حضور کو اپنے بازوؤں سے نکالا اور آپ کے کان میں بہت سی باتیں کیں کہ مجھ کو ان کی خبر نہیں پھر ان کی دونوں آنکھوں پر بوسہ دے کر کہا

بشارت ہو جیو آپ کو اے محمد ﷺ کہ آپ کو تمام پیغمبروں کا علم دیا گیا اور آپ کی شجاعت کا علم بلند کیا گیا اور نصرت آپ کے ہمراہ کی گئی اور آپ کی عظمت اور ہیبت آدمیوں کے دلوں میں ڈالی گئی کہ جو کوئی آپ کا ذکر سنے گا دل اس کا لرزاں اور ترساں ہوگا اگرچہ آپ کو نہ دیکھا ہو۔ بعدازاں ایک شخص دیکھا کہ اس نے آپ کے منہ پر منہ رکھا اور جیسے کبوتر اپنے بچوں کے منہ میں ڈالتے ہیں ایسے ہی کوئی چیز آپ کے دہن شریف میں ڈالتا تھا۔ اور میں دیکھ رہی تھی اور حضور انگلی کے اشارہ سے اس کو طلب کرتے تھے پھر اس نے کہا اے محمد ﷺ بشارت ہو آپ کو کہ جمیع اخلاق حسنہ آپ کو دیئے گئے ہیں پھر آپ کے بالوں پر روغن ملا اور کنگھا کیا اور سرمہ لگایا اور میری نظر سے غائب کیا۔ میں اس حال سے نہایت ہی رنجیدہ ہوئی کہ تھوڑی دیر میں وہ ہی شخص محمد ﷺ کو پھر لے آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک مثل چاند کے چمک رہا تھا اور آپ کے اندر سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اس شخص نے مجھ سے کہا کہ آپ کو تمام زمین کی سیر کرا کر لایا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لے گیا تھا۔ حضرت آدم صفی اللہ نے آپ کو سینہ سے لگایا اور آپکے حق میں برکت کی دعا کی اور کہ بشارت ہو جیو آپ کو اے محمد ﷺ کہ آپ اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ پھر اس نے آپ کو میرے سپرد کیا اور بشارت دی کہ اے محمد ﷺ جس کسی نے آپ کا دامن پکڑا اور تابعداری اختیار کی وہ گروہ محبوب خدا محشور ہوگا پھر عبدالمطلب آئے۔ ان کو میں نے ان تمام ہی حالات سے آگاہ کیا۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات کعبہ شریف میں مناجات کے اندر مشغول تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ شریف مقام ابراہیم میں مسجد کے اندر گر پڑا اور پھر اصلی حالت پر عود کر گیا اور اس کے اندر سے باواز فصیح یہ آواز آئی۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلَا اِنَّ رَبَّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى قَدْ طَهَّرَنِىْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِكِيْنَ

یعنی اللہ بہت بڑا ہے اب محمد ﷺ کے رب نے مجھے کو بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ اور ہبل جو سب سے بڑا بت ہے اس کو دیکھا کہ سر کے بل اوندھا پڑا ہوا ہے۔ اس میں سے آواز آئی کہ آمنہ کا لڑکا تولد ہوا اس پر سحاب رحمت نازل ہوا ہے اور ایک طشت قدس سے لائے ہیں اس میں اس کو دھویا ہے اور کہا کہ محمد ﷺ خلق کو گمراہی کے اندھیرے سے ہدایت کی روشنی پر لاویں گے اور تمام مخلوق کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ کل خزانوں کی کنجیاں آپ کو دی گئی ہیں۔ بس اس دن کو عید کا دن گردانوں اور قیامت تک اس کے ساتھ برکت حاصل کرو۔ عبدالمطلب حضرت آمنہ سے کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو مجھ کو بڑی حیرت ہوئی زبان گونگی ہو گئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ آنکھوں پر ہاتھ ملا تو معلوم ہوا کہ بیدار ہوں پھر باب بنی شیبہ سے بطحا کی طرف روانہ ہوا تو کوہ صفا کو اس حال میں پایا کہ کبھی وہ بلند ہوتا ہے اور کبھی نیچا۔ کوہ مروہ کو مضطرب پایا۔ اطراف و جوانب سے ندا آئی کہ اے سید قریش کیا حال ہے کہ تو ترساں و لرزاں ہے۔ میں نے جواب کی قوت اپنے اندر نہیں پائی پھر متوجہ تیرے گھر کی طرف ہوا تاکہ فرزند ارجمند کو دیکھو دروازہ پر پہنچا تو ایک مرغ سفید دیکھا جس نے اپنے بازو سے دروازہ کو ڈھانک رکھا ہے۔ اس کے نور سے تمام پہاڑ مکہ کے روشن ہو رہے ہیں اور ایک ابر سفید گھر کے نیچے تھا مجھ کو گھر میں آنے سے منع کیا اور ایک لحظہ بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ آیا یہ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے خواب کے اندر دیکھ رہا ہے یا بیداری کے اندر پھر آخر ہمت کر کے گھر میں گھس آیا اور تجھ کو اس حال میں پایا۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ شب ولادت میں حضور کی قابلہ تھی ولادت کے وقت ایسا نور ظہور میں آیا کہ چراغ کے نور پر غالب آ گیا پھر میں نے چھ باتیں مشاہدہ کیں۔ ایک یہ کہ جب محمد ﷺ زمین پر آئے تو آپ نے سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ سر اٹھایا اور زبان فصیح سے یہ کہا لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔

تیسرے یہ کہ تمام گھر نور سے بھرا ہوا تھا۔ چوتھا میں نے چاہا کہ آپ کو غسل دوں تو ہاتف نے آواز دی کہ اے صفیہ تو اپنے کو زحمت میں نہ ڈال ہم نے اس کو صاف وشستہ بھیجا ہے۔ پانچویں یہ کہ ختنہ کئے ہوئے اور ناف بریدہ تھے۔ چھٹے یہ کہ میں نے چاہا کہ آپ کو لفافہ میں لپیٹوں آپ کی پشت پر مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان میں نے دیکھی اور بہت سے واقعات ہیں جو فاطمہ ثقفیہ مادر عثمان بن ابوالعاص وشفا مادر عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہیں کہ جس کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔ آخر الامر عبدالمطلب دروازہ مکان پر بیٹھے اور لوگ مبارکبادی ان کو دیتے تھے۔ عبدالمطلب نے ایک اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی لوگوں نے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ آپ نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے کہا محمد ﷺ۔ حالانکہ آپ کے آباواجداد میں اس نام کا کوئی نہیں ہوا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اس لئے کہ زمین و آسمان میں آپ حمد کئے جاویں پھر عبدالمطلب آپ کو گود میں لے کر کعبہ شریف میں آئے اور آپ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اشعار حمدیہ پڑھے۔ پھر آنحضور ﷺ کو گھر میں لائے اور حضرت آمنہ کے سپرد کیا اور آپ کی محافظت میں حضرت آمنہ سے مبالغہ کیا۔

معارج میں لکھا ہے کہ ایک بڑا عالم یہود کا جس کا نام یوسف تھا مکہ میں رہتا تھا۔ حضور کی ولادت کے دوسرے دن قریش کے مجمع میں آیا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے درمیان کون ہے جس کے گھر رات کو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جواب دیا کہ عبدالمطلب ہے یوسف نے کہا کہ اس مولود مسعود کو مجھ کو دکھلاؤ پھر یوسف کو گھر لے جا کر آنحضرت ﷺ کی زیارت کرائی وہ دیکھتے ہی زمین پر بے ہوش گر پڑا۔ سب لوگ اس کی حالت پر ہنسنے لگے۔ جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ مجھ پر مت ہنسو خدا کی قسم اے قریش یہ شخص وہ صاحب شمشیر ہے کہ تم کو ہلاک کرے گا اور اس کے حملہ کی خبر جو تمہارے اوپر کرے گا تمام مشارق اور مغارب میں پہنچ جائے گی۔ اب نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہوئی اس یوسف کی

خبر سے تمام ہی اہل مکہ کو آپ کی خبر ولادت ہوگئی تھی۔

مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ روز ولادت شریفہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی قوت ناطقہ ایک رات دن تک سلب ہوگئی تھی کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے تھے۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے ہوگئے تھے دریائے ساوہ کا پانی خشک ہوگیا تھا وادی ساوہ میں پانی جاری ہوگیا تھا کہ جو ہزاروں برس سے منقطع تھا۔ فارسیوں کا آتش کدہ کہ جو ہزار سال سے گرم تھا بجھ گیا۔ الغرض آیات و کرامات کہ جو بروقت ولادت شریف ظاہر ہوئی زیادہ اس سے ہیں کہ حد حصر و احصار میں آویں۔

صَلِّ یَا رَبِّ رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ
نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِہٖ بِالرَّأْسِ
رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل کی روح پر
جن کے قدموں پر ہم سر کے بل چلتے ہیں

نعت حبیب ﷺ

خیر الوریٰ صدر الاتقیٰ نجم الہدیٰ نور العلیٰ
شمس الضحیٰ بدر الدجے یعنی محمد مصطفیٰ

آں کاروان سالار دین واں رحمت اللعالمین
آن مقتدیٰ مرسلین واں پیشوائے انبیاء

جنت نشانِ کوئے تو والشمس ایما روئے تو
واللیل وصفِ موئے تو خوبی رویت والضحیٰ

اسم تو اسم اعظم جسم تو جانِ عالمی
ذات تو فخر آدمی شانِ تو شانِ کبریا

دُرّ ولایت را صدف برج نبوت را شرف
ایجاد عالم را سبب مقصود و محبوب خدا

آں سرور عالی ہمم واں صاحب سیف و قلم
عز العرب فخر العجم بحر کرم کانِ سخا

ذکرِ تو در ہر منزلے چوں شمع اندر محفلے
ذوقِ تو اندر ہر دلے چوں مشعل ظلمت ربا

مدعو وہم داعی توئی ہادی و مولائی توئی
مقصود الہٰی توئی یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ

رضاعت شریف

اصحاب تواریخ و ارباب سیر متفق ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد آنحضرت ﷺ نے ثویبہ ابولہب کی کنیز کا دودھ پیا اس کے بیٹے کا نام مسروح تھا اور اسی کنیز ثویبہ کا دودھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ مخزومی اور عبداللہ بن جحش اسدی نے پیا ہے تو ان کے اندر اخوت رضاعت آنحضرت ﷺ ثابت ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا شیر صرف سات دن نوش فرمایا اس کے بعد ستائیس دن ثویبہ کا شیر پیا۔ اسی ثویبہ نے ابولہب کو حضور کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تھی ابولہب نے اس کے صلہ میں اس کو آزاد کر دیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعد مرنے کے میں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ کیا حال ہے کہا جس دن سے مری حیات کی کشتی گرداب موت کے اندر پڑی ہے تلاطم امواج عذاب اور عقاب میں مبتلا ہوں لیکن شب دوشنبہ کو میرے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے چند قطرے پانی کے ٹپک پڑتے ہیں جس کی وجہ سے قدرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ثویبہ کو میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ان انگلیوں کے اشارہ سے آزاد کیا تھا۔

ما ثبت بالسنہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ابن جزری فرماتے ہیں کہ جب ابولہب کافر کا جس کی مذمت میں قرآن اترا ہے یہ حال ہو کہ دوزخ کے اندر اندر اس کا عوض ملا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شب پیدائش کو خوش ہوا تھا پھر امت کے مسلمانوں کا حال دیکھنا چاہئے جو حضرت

محمد ﷺ کی پیدائش سے خوش ہوتے ہیں اور ان کی محبت میں جہاں تک ان کی قدرت پہنچتی ہے خرچ کرتے ہیں میری جوانی کی قسم ہے کہ خدائے کریم کی طرف سے اس کے واسطہ میں جزا ہے کہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنت النعیم میں داخل کرے۔ ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے پھر ثویبہ کے بعد اس دولت اور شرافت سے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ مشرف ہوئیں۔

نسب نامہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ حلیمہ بنت عبداللہ ابوذوہب بن حارث بن شحنہ بن رزام بن ناصرہ بن قصیہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پستان میں بوجہ قحط سالی اور غربت کے اتنا دودھ نہیں تھا کہ اپنے فرزند کو سیر کرتی جس وقت کہ میں نے سردار دو جہاں علیہ السلام کو اختیار کیا بجرد گود میں لینے کے میرے پستانوں میں اس قدر دودھ اتر آیا کہ جس کا بیان نہیں۔ میں نے جوں ہی حضور کو گود میں لیا آپ نے آنکھیں کھول کر مجھ کو دیکھا اور تبسم فرمایا اس تبسم کا لطف اور مزہ میں ہی جانتی ہوں کہ کسی حسین کے اندر نہ دیکھا نہ سنا پھر داہنی پستان میں نے آپ کے منہ کے روبرو رکھی آپ نے خوب سیر ہو کر شیر نوش فرمایا۔ اس کے بعد میں نے بائیں پستان دی تو آپ نے منہ پھیر لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام اس وقت میں عدالت سے توفیق دے گئے تھے کہ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند ہمیشہ بائیں پستان پیتا اور حضور داہنی۔ اول حضور پیتے بعد میں میرا فرزند۔ میرے فرزند نے کبھی آپ پر دودھ پینے میں سبقت نہیں کی اور جب میں چاہتی کہ آپ کا دہن شریف پاک وصاف کروں غیب سے اس امر میں مجھ سے سبقت ہو جاتی تھی الغرض بعد تین روز یا سات روز قیام مکہ کے حضرت حلیمہ اپنے قبیلہ بنی سعد کی طرف متوجہ ہوئیں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ راستے میں عجیب وغریب واقعات مشاہدہ کیے۔ اول یہ کہ میرا گدھا تھا وہ نہایت ہی لاغر اور کمزور تھا کہ بدقت تمام اس نے

مجھ کو مکہ تک پہنچایا تھا اب کہ حضور کو لے کر سوار ہوئی تو نہایت ہی چست و چالاک ہو گیا اور مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔ کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر تین بار اس نے سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ وہ عورتیں میرے ہمراہ بچوں کو لینے کے لئے مکہ آئیں تھیں وہ میرے اس گدھے کی رفتار پر تعجب کرتی تھیں تو میں نے گدھے سے سنا وہ کہتا تھا کہ واللہ میری شان بڑی ہے اے بنی سعد کی عورتو تم کو معلوم نہیں کہ میرے اوپر کون سوار ہے کس کا حامل ہوں میں رسول رب العالمین کا حامل ہوں کہ جو دنیا کی خوشی اور آخرت کے نور ہیں ﷺ۔ تیسرے یہ کہ اطراف و جوانب سے میں یہ آواز سنتی تھی کہ اے حلیمہ تو بنی سعد کی عورتوں میں سب سے افضل ہو گئی ہے۔ چوتھے جو گلہ بکریوں کا راستہ میں ملا اس میں سے ایک ایک بکری میرے روبرو آتی تھی اور کہتی تھی کہ اے حلیمہ تو جانتی ہے کہ تیرا رضیع کون ہے محمد رسول اس اللہ کا ہے کہ جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ یہ بہترین فرزندان آدم سے ہے ﷺ۔ پانچویں جس منزل میں اترتے وہ جگہ سبزہ زار بن جاتی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ جب حضور دو ماہ کے ہوئے تو گھٹنوں کے بل چلنے لگے اور تین ماہ کے پاؤں کے بل کھڑے ہونے لگ گئے اور چار ماہ کے دیوار وغیرہ کو پکڑ کر ہر طرف چلتے تھے اور پانچ مہینہ کے پورے پاؤں چلنے لگ گئے تھے اور چھ مہینہ کے تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے تھے اور ساتویں مہینہ ہر طرف خوش دوڑتے تھے اور آٹھویں مہینہ کام فرمانے لگ گئے۔

مدارج میں حضرت حلیمہ سے منقول ہی کہ اول کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا

نو مہینہ کے کلام فصیح کرتے تھے جب دس مہینہ کے ہوئے تو لڑکوں میں تیراندازی سے مفاضلہ فرماتے تھے ان ایام میں اگر کوئی آپ سے دریافت فرماتا کہ آپ کون ہیں تو آپ فرماتے کہ میں سخت ترین عرب ہوں میں دلبر ترین اور

خوشترین انہوں کا ہوں۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے رضاعت سے مدت دو سال آپ کے تعہد کے اندر ہی اس عرصہ میں کسی وقت سوائے معمول کے آپ نے بول و براز نہیں کیا نہ مجھ کو اس عرصہ میں دھونے کی نوبت پہنچی مجھ سے پہلے غیب کی طرف سے آپ صاف و شستہ ہو جاتے تھے اگر کبھی ستر کھل جاتا تو آپ اس قدر غضب ظاہر فرماتے کہ مجھ کو فوراً ڈھانکنا پڑتا۔ کسی چیز کی طرف ہاتھ دراز نہ فرماتے جب تک کہ اول بسم اللہ نہ پڑھ لیتے کبھی کوئی چیز اس مدت میں حضور نے بائیں ہاتھ سے نہیں لی۔ ہر گز کبھی مثل لڑکوں کے گریہ اور بدخوئی نہیں کی۔ لڑکوں کو کھیل کود سے منع فرماتے اگر کوئی لڑکا کھیلنے کی رغبت دلاتا تو آپ فرماتے کہ ہم کو کھیل اور کود کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مُوْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ

مُبْدِلِ الْوَحْشَۃِ فِی الْقَبْرِ بِاسْتِیْنَاس

رحمت بھیج اے پروردگار تمام لوگوں کے مونس پر۔ جو وحشت قبر کو انس کے ساتھ بدل دیتے ہیں۔

معجزات مصطفیٰ ﷺ

جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام سے معجزے ان کے مرتبہ کے اندازہ پر ظاہر ہوئے ہیں بعض انبیاء اعجاز میں درجہ اعلیٰ پر ہیں اور بعض درجہ ادنیٰ پر۔ بعض کو کثرت اور بعض کو قلت۔ چونکہ ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول ﷺ کی افضلیت تمام انبیاء پر مستحق ہے۔ لہٰذا آپ سے معجزات بھی بدرجہ اعلیٰ کثرت سے ظہور میں آئے جن کا حصر اور احصار عدد و شمار سے افزوں ہے ضابطہ اس میں یہ ہی کہ کل معجزے جو آنحضرت ﷺ سے ظہور میں آئے وہ دو قسم پر منقسم ہیں ایک عقلی دوسرے حسی۔ پھر عقلی معجزات بھی بہت انواع پر ہیں منجملہ ان کے چند معجزات بطور اختصار اس مختصر کے اندر درج کئے جاتے ہیں کہ جو بہ بداہت عقل آپ کی نبوت اور رسالت اور اولوالعظمی پر دال ہیں۔

معجزات عقلی

اول آنحضرت ﷺ نے کفار و مشرکین کے اندر نشوو نما پائی فضلا اور علمائے روزگار میں سے کسی کی مصاحبت اور مجالست کا آپ کو اتفاق نہیں ہوا نہ کسی حکیم سے حکمت سیکھی نہ کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہ کیا باوجود اس کے پھر معرفت ذات و صفات و افعال و اسماء احکام الٰہی اس درجہ کہ تمام روئے زمین کے عقلا اور علماء اور حکما کمال اور حکمت اور زیادتی عقل میں اس کو مسلم رکھ کر دل و جان سے تابع ہوئے اور اسی اطاعت اور فرمانبرداری کی بدولت انہوں نے پایہ جو کچھ کہ پایا۔

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

پس جس کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا ہوئی ہے وہ بے چوں و چرا یقیناً و جزماً جانے گا کہ اس قسم کی علم و حکمت کا ظہور بے تعلیم الٰہی اور بغیر ہدایت ربانی ایک امی سے ہرگز ممکن نہیں۔ دوم آنحضرت ﷺ کے ساتھ کفار بدکردار اور معاندین بددین نے ہدایت کی رکاوٹ کے لئے کوئی ظلم نہ کیا تھا کہ جو نہ کیا ہو اور کوئی مکر نہ تھا۔ کہ جو اٹھا رکھا ہو پھر اس پر حضور نے کمال صبر اور استقامت اور حلم و علم سے ابلاغ اور تبلیغ کے اندر ذرہ برابر کسی وقت میں فرق نہ آنے دیا اور اپنی نفس کو مال اور جاہ اور آسائش اور فراغت کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ دشمنوں کے طعن اور ضرب اور قتل و حرب کی کچھ پروا نہ کی آخر بنصرت الٰہی و اعانت خداوندی جل سلطانہ تمام ہی دشمنوں پر غالب آئے اور کل معاند سرنگوں اور خوار ہوئے اور آپ کا طالع اقبال اس عروج پر پہنچا کہ مشرق سے مغرب تک

تمام ہی روئے زمین کے اندر آپ کا دین متین منتشر ہو گیا اور آپ کے غلاموں نے ربع مسکون کو گھیر لیا اور آپ کی صدارت نبوت اور رسالت کا نقارہ چار دانگ عالم کے اندر وہ بجا کہ بہرہ سے بہرہ کے گوش ہوش کے اندر بھی یہ صدا عبرت انگیز پہنچ گئی۔ کیا تھوڑی سی عقل والا بھی اس معجزہ کو دیکھ کر آپ کی نبوت اور رسالت کے اندر کلام کر سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ سوم قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا اور اس جیسی ایک آیت بنانے اور معارضہ میں مقابلتاً پیش کرنے سے اس وقت کے بلغا اور فصحا عاجز رہے اور قیامت تک اسی طرح سے رہیں گے حالانکہ عار اور ننگ بھی مخالفین کو دلائی جاتی ہے کہ لاؤ اس جیسی ایک آیت ہی بنا لاؤ۔ دیگر علوم وفنون کے لحاظ سے نہیں تو صرف تراکیب الفاظ کے ہی لحاظ سے لاؤ مگر ہر زمانہ اور ہر قرن کے اندر سکوت ہی رہا اور اب بھی یہی حال ہے اگر کسی کو دعویٰ ہے تو آوے۔ پھر کیا یہ دلیل صریح کہ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ کسی عاقل کے لئے آپ کی نبوت اور رسالت حقہ کو کافی نہیں۔ ضرور ہی ضرور ہے۔ چہارم علمائے اہل کتاب اور متحضران فن تواریخ وحساب نے مشکل سے مشکل مسائل کے اندر بکرات ومرات حضور کا امتحان کیا لیکن کسی صورت میں خطا ثابت نہ کر سکے۔ جو کچھ فرمایا اور جس چیز سے خبر دی سب کو موافق عقل اور نقل کے اور مطابق واقعہ کے پایا چنانچہ عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا اسی امتحان کے بعد ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام جو احبار یہود سے تھے حضوری میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین چیزوں کا سوال کرتا ہوں کہ ان کو سوائے نبیوں کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ اول علامت قیامت کی کیا ہے، دوسرے جنتیوں کا پہلا کھانا جنت کے اندر کیا ہوگا، تیسرے کیا سبب ہے کہ کبھی اولاد باپ کی شبیہ پر ہوتی ہے کبھی ماں کی۔ آپ نے فرمایا پہلی علامت قیامت کی آگ ہے جو اٹھے گی اور آدمیوں کو جمع کر کے مشرق سے مغرب کی جانب لے جاوے گی اور یہ !!

کھانا جنت میں جنتیوں کا مچھلی کا جگر ہے اور فرزند کے شبیہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب سبقت کرے پانی مرد کا عورت کے پانی پر تو شبیہ باپ کی ہوتی ہے اور سبقت کرے پانی عورت کا تو شبیہ ماں کی ہوتی ہے پس ان جوابات کو سن کر حضرت عبداللہ نے کہا

اشهد ان لا اله الله واشهد انك رسول الله۔

پنجم آپ کا مستجاب الدعوات ہونا اگرچہ اس کی تعداد بہ تفصیل تو مشکل ہے مگر کچھ تھوڑے سے تمثیلاً اس مختصر کے اندر لکھے جاتے ہیں۔ غزوہ خیبر میں جب حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو امیر لشکر بنایا تو آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر حضور کے لعاب مبارک کو آنکھ میں لگایا فوراً اچھے ہو گئے پھر اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز سے میں گرمی اور سردی سے متاذی نہیں ہوتا ہوں چنانچہ ابی لیلی کہتے ہیں کہ علی سخت گرمیوں میں زیادہ روئی کا کپڑا پہن لیتے تو آپ کو اس سے کچھ باک نہ تھا اور سردی میں باریک کپڑے سے کچھ ضرر نہیں ہوتا تھا۔ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ۔

اس کو شیر نے پھاڑ ڈالا دیگر ابو طالب بیمار ہوئے حضور سے دعائے صحت کی خواستگار ہوئے حضور نے شفا کے لیے دعا فرمائی فوراً اس مرض سے صحت حاصل ہوئی تو ابو طالب نے یہ کہا کہ

اِنَّ مَعْبُوْدَكَ يُطِيْعُكَ۔

یعنی تیرا خدا تیری اطاعت کرتا ہے۔ دیگر حضرت علی کرم اللہ وجہ یمن کو جاتے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نہیں جانتا کہ قضایا میں حکم کس طرح کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا دی۔

کھانا جنت میں جنتیوں کا مچھلی کا جگر ہے اور فرزند کے شبیہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب سبقت کرے پانی مرد کا عورت کے پانی پر تو شبیہ باپ کی ہوتی ہے اور سبقت کرے پانی عورت کا تو شبیہ ماں کی ہوتی ہے پس ان جوابات کو سن کر حضرت عبداللہ نے کہا

اشهد ان لا اله الله واشهد انك رسول الله۔

پنجم آپ کا مستجاب الدعوات ہونا اگرچہ اس کی تعداد بہ تفصیل تو مشکل ہے مگر کچھ تھوڑے سے تمثیلاً اس مختصر کے اندر لکھے جاتے ہیں۔غزوہ خیبر میں جب حضور نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو امیر لشکر بنایا تو آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر حضور کے لعاب مبارک کو آنکھ میں لگایا فوراً اچھے ہو گئے پھر اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز سے میں گرمی اور سردی سے متاذی نہیں ہوتا ہوں چنانچہ ابی یعلی کہتے ہیں کہ علی سخت گرمیوں میں زیادہ روئی کا کپڑا پہن لیتے تو آپ کو اس سے کچھ باک نہ تھا اور سردی میں باریک کپڑے سے کچھ ضرر نہیں ہوتا تھا۔ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ۔

اس کو شیر نے پھاڑ ڈالا دیگر ابو طالب بیمار ہوئے حضور سے دعائے صحت کی خواستگار ہوئے حضور نے شفا کے لیے دعا فرمائی فوراً اس مرض سے صحت حاصل ہوئی تو ابو طالب نے یہ کہا کہ

اِنَّ مَعْبُوْدَكَ يُطِيْعُكَ۔

یعنی تیرا خدا تیری اطاعت کرتا ہے۔ دیگر حضرت علی کرم اللہ وجہ یمن کو جاتے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نہیں جانتا کہ قضایا میں حکم کس طرح کرنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهٗ وَسَدِّدْ لِسَانَهٗ۔

حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر مجھ کو کسی قضیہ کے اندر شک اور تردد نہیں رہا اور حقیقت اس کی میرے اوپر مکشوف ہو جاتی تھی۔ دیگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر حضور انور نے ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَاْوِيْلَ الْقُرْاٰنِ۔

چنانچہ اس کی برکت سے حضرت ابن عباس ملقب بشاہ مفسران ہوئے۔ دیگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضور ﷺ کے ابریق کو پانی سے بھر دیا تھا ان کے حق میں یہ چار دعائیں فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ برکت اس دعا کے حق تعالیٰ نے مجھ کو اسی ہزار جریب باغ عطا فرمائے اور ان باغوں میں ہر سال دو مرتبہ پھل آتا ہے اور میری اولاد کے اندر بھی یہ برکت دعا ہے آنحضرت ﷺ یہ کثرت ہے کہ ایک سو پچیس لڑکے اور پینتالیس لڑکیاں ہیں اور عمر ایک سو سترہ برس کی عطا ہوئی اب چوتھی دعا مغفرت الٰہی کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں چنانچہ لکھا ہے کہ آخر عمر میں وقت انتقال کے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مناجات کی کہ الٰہی چار دعاؤں میں کہ جو تیرے حبیب نے میرے حق میں کی ہیں تین کو میرے حق میں قبول فرمایا میں نہیں جانتا کہ چوتھی دعا کیونکر ہوگی آواز آئی کہ اے انس جب ان تین دعاؤں کو ہم نے قبول کیا تو چوتھی کو کیسے رد کریں گے خاطر جمع رکھ کہ ہم نے تجھ پر رحمت کی۔ غرض بے شمار دعائیں ہیں کہ حضور کی مقرون باجابت ہوئیں کہ کتب احادیث و سیر پر ہیں اب ایک دعا کہ جس میں بشارت ہم گنہگاروں کے لیے ہے لکھ کر اکتفا کی جاتی ہے۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واسطے زیارت حضرت اقدس نبوی ﷺ کے حاضر ہوئے اس وقت آپ کو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہایت ہی خوش حال اور خوش

وقت پایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین سے کہا کہ اے عائشہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت میں بہت راضی اور خوش پاتا ہوں حضور سے درخواست کیجئے کہ میری حق میں دعائے خیر فرما دیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔

غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا عَائِشَةُ مَا قَدَّمْتِ وَمَا أَخَّرْتِ وَمَا أَعْلَنْتِ وَمَا أَسْرَرْتِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دعا سے نہایت خوش ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر آپ اس دعا سے کہ جو میں نے عائشہ کے حق میں کی ہے بہت خوش ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ کیونکر خوش نہ ہوں اور کیونکر مجھ کو یہ فخر اور شرف نہ ہو کہ حضور نے میری بیٹی کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی حالانکہ آپ کی دعا مقبول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو سچا نبی بنا کر مخلوق کی طرف بھیجا کوئی دن اور کوئی رات ایسی نہیں ہے کہ میں ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے لیے مثل اس دعا کے جو عائشہ کے لیے کی ہے نہ کرتا ہوں۔ الحمد للہ علی ذالک

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

اس جگہ مقصد ان حکایات کے لانے سے یہ ہے کہ اجابت دعوات بھی منجملہ معجزات سے ہے جب عاقل اس میں تامل کرے گا صدق نبوت اور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی شبہ اور شک اس کے دل پر خطور نہیں کرے گا۔ ششم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امور غیبیہ سے مطلع فرمانا یہ اخبار غیبی بعضے متعلق زمانہ ماضیہ سے ہیں اور بعضے زمان مستقبل سے۔ زمان گزشتہ سے متعلق جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے واقعات اور امم سابق کے حالات وغیرہ وغیرہ اور زمانہ مستقبل سے متعلق جیسے حضور کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی نسبت فرمایا۔

یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ۔

یعنی خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے اور انکار کرتا ہے اور مسلمان انکار کرتے ہیں اور نہیں چاہتے ہیں مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح حضور علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا۔

اَلْفِتْنَۃُ لَا یَظْھَرُ مَادَامَ عُمَرُ حَیًّا۔

یعنی عالم میں فتنہ پیدا نہ ہوگا جب تک عمر زندہ ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہے کوئی فتنہ نہیں اٹھا اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی فرمایا کہ لوگ عثمان کو قتل کریں گے حالانکہ وہ قرآن پڑھتا ہوگا اور فرمایا۔

سَیَقْطُرُ دَمُہٗ عَلٰی قَوْلِہٖ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔

یعنی خون عثمان رضی اللہ عنہ کا اس کلمہ پر بکھیرا جائے گا۔

فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔

پھر ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا تھا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہادت کی خبر دی اور فرمایا کہ بدبخت ترین مردم دو آدمی ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ کو قتل کیا دوسرا وہ کہ جو اے علی تیرے سر پر زخم مارے اور تیری داڑھی سر کے خون سے آلودہ ہو۔ چنانچہ قتل آپ کا اسی طرح ہوا۔ ایک روز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جمع تھے حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پچھلے کی موت آگ میں ہوگی چنانچہ سب سے پیچھے حضرت سمرہ بن جندب فوت ہوئے یہ نہایت ہی بوڑھے ہوگئے تھے ایک دن آگ جلاتے تھے کہ آگ میں گر پڑے اور حسب فرمودہ جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرمایا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تجھ کو اہل بغی قتل کریں گے پھر ان کو اصحاب معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ قتل امام حسین علی رضی اللہ عنہ سے خبر دی اور قبضہ خاک کربلا سے لائے اور فرمایا کہ اس خاک میں حسین لوٹے گا

پھر ویسا ہی ہوا اور فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی چنانچہ مقدار خلافت خلفائے راشدین اسی قدر ہے۔

صحیحین میں ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کا کاتب وحی تھا وہ مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا حضرت شاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو خاک قبول نہیں کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوطلحہ سے سنا رضی اللہ عنہ کہ میں اس سرزمین میں پہنچا جہاں وہ مرا تھا ہر چند اس کو زمین میں دفن کرتے تھے مگر زمین اس کو قبول نہیں کرتی تھی غرض ایسے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ تفصیل اس کی ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیامت تک ہونے والے ہیں سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھے اسے یاد رہے اور جو بھول گئے سو بھول گئے اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شے اس میں سے ہوتی ہے کہ میں اسے بھول گیا تھا پھر میں جب اسے دیکھتا ہوں تب یاد آجاتی ہے۔ پھر کیا ایسے امور خصائص نبوت اور لوازم رسالت سے نہیں ضرور ہیں۔ ہفتم حضور کی امت میں اولیا اللہ کا ہونا جنہوں نے کمال اتباع سے اپنے متبوع و ولی نعمت کی نبوت اور خوان کرم کی وسعت کا ہر ملک بلکہ ہر شہر اور ہر دیہہ کے گوشہ گوشہ کے اندر ایسا ثبوت دے رکھا ہے کہ کسی مخالف کو بھی مجال انکار نہیں دور کیوں جاتے ہو ہندوستان میں بھی مشتی نمونہ از خروارے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز اجمیری و حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلوی و حضرت علی احمد صابر کلیری و حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ د ۱ ۲) و حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی و حضرت داتا گنج بخش لاہوری وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو جن کو اس جہان فانی سے گزرے ہوئے صدیاں گزریں پھر اس وقت تک باوجود کثرت مخالفین ان حضرات کے مزار پر انوار زیارت گاہ خلائق و حاجت روائی عالم موجود ہیں مسلمان تو جو کچھ ان حضرات کی عظمت کریں

وہ بجا ہے لیکن مخالفین اسلام کے دلوں پر بھی وہ سکہ بیٹھا ہوا ہے کہ جو کوئی ان حضرات کے دربار فیض بار میں حاضر ہوتا ہے وہ سرنگوں اور خمیدہ پشت ہی دکھلائی دیتا ہے جس کی نظیر دوسرے مذہب وملت کے اندر نہیں پائی جاتی آخر یہ قبولیت عامہ بعد انتقال بھی کیوں ہے اسی وجہ سے کہ اسی سردار دو عالم محبوب کبریا جناب محمد رسول اللہ علیہ کی سچی غلامی کا طوق ان حضرات کے گلے میں پڑا ہوا ہے کیا یہ معجزہ اہل عقل کے لیے آنحضرت علیہ کی نبوت پر بین نہیں ضرور ہے ضرور ہے پس ارباب دانش کے لیے بھی چند معجزات عقلی آپ کے صدق نبوت اور رسالت کے لیے کافی ہیں۔

معجزات حسی

معجزات حسی تین قسم پر منقسم ہیں ایک قسم ذاتی ہے دوسری صفاتی تیسری خارجی ذاتی وہ ہیں کہ جو ذات عالی صفات آنحضرت ﷺ میں داخل تھی، چنانچہ علما نے لکھا ہے کہ فرق ہمایوں سے اقدام میمون تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جو اعجاز سے خالی ہو سر مبارک کا معجزہ تھا کہ کوئی پرندہ آپ کے سر کے اوپر سے پرواز نہیں کرتا تھا جس وقت سر مبارک کے محاذ میں آتا تھا چپ و راست کو منحرف ہو جاتا تھا کبھی سیدھا سر مبارک پر سے نہیں گزرا۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ حضور کے سر مبارک پر کبھی ابر کا ٹکڑا سایہ فگن رہتا تھا اور کبھی دو مرغ سفید اپنے بازو کو کھول کر تابش آفتاب کے آسیب سے آپ کو نگاہ رکھتے تھے۔ موئے مبارک کا یہ معجزہ تھا کہ آفات سے بچاتے تھے، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند موئے مبارک اپنی کلاہ کے اندر سلوا لیے تھے اور بروقت محاربہ اس کو سر پر رکھ کر قتال کفار میں مشغول ہوتے تھے بہ برکت موئے مبارک آنحضرت ﷺ جہاں میں ہمیشہ بڑے بڑے پہلوانوں نبرد آما پر فائق آتے تھے چنانچہ ایک روز شام کی لڑائی میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کلاہ شریف کو بھول گئے تھے کفار سے لڑائی شروع ہونے پر یاد آیا اور آپ پر کفار ہر طرف سے ہجوم کر کے گر پڑے اس وقت آپ نے اپنے سر پر کلاہ شریف کو نہ پایا نہایت محزوں اور مغموم خاطر ہوئے بعد انتظار وہ تاج آپ کی بیوی نے اسی معرکے میں پہنچایا پہنچتے ہی بہ برکت موئے شریف لشکر کفار نابکار پر فتح حاصل ہوئی جس کا قصہ مفصل فتوح الشام کے اندر درج ہے۔ معجزہ روئے مبارک کا یہ تھا کہ اگر بدر کامل مقابلہ میں روئے مبارک کے ہو جاتا تو اس

کی روشنی مانند معلوم ہوتی تھی اندھیرے میں گم شدہ چیزیں مل جاتی تھیں، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتماب ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بازو پکڑ کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف میں مجھ کو لے گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تبسم فرمایا۔ حضرت رسالتماب ﷺ نے دریافت فرمایا تو حضرت صدیقہ نے عرض کیا کہ حضور کا خرقہ شریف ایک جگہ سے پھٹا تھا میں نے چاہا کہ اس کو سیدوں سبیلہ انصاری کے ہاں سے عاریتاً سوئی دھاگا لیا تھا وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی گھر میں چراغ نہ تھا ہر چند ڈھونڈی مگر وہ سوئی نہ ملی اب کہ حضور تشریف لائے روئے مبارک کی روشنی سے وہ سوئی گم کردہ مل گئی۔ معجزہ چشم شریف کا یہ تھا کہ جس طرح اشیا سامنے سے دکھلائی دیتی تھیں اسی طرح پس پشت سے بھی اور جس طرح حضور روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح اندھیرے میں دیکھتے تھے اور اسی طرح غیبت میں بھی چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَاِنِّیْ اَرٰی الظُّلْمَۃِ کَمَا اَرٰی الضُّوْعِ۔

معجزہ گوش مبارک کا یہ تھا کہ جیسا پاس سے سنائی دیتا تھا ویسا ہی دور سے چنانچہ اسارائے بدر میں سے اپنے چچا حضرت عباس سے زر فدیہ طلب کیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کہاں سے لاؤں تو آپ نے فرمایا کہ اس روپیہ میں سے دو کہ جو تم اپنی بیوی ام الفضل کو دے آئے ہو اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں بسلامت آ گیا تو فبہا ورنہ اس قدر تو تم لے لینا اور بقیہ میرے فرزندوں پر تقسیم کر دینا اس کو سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی تھی اس بھید پر کوئی آگاہ نہیں تھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

دوسرے آپ نے فرمایا کہ جو محبت سے میرے اوپر درود شریف پڑھتا ہے اس کے درود شریف کو خواہ وہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں میں خود سنتا ہوں۔ آپ جمادات کی آواز سنتے تھے آپ پر شجر و حجر سلام کرتے تھے چنانچہ سنگ مکلم آج تک کعبہ شریف میں زیارتگاہ خلائق موجود ہے بحمد اللہ فقیر مولف بھی اس کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ مکہ مکرمہ میں اُس کوچہ کا نام زقاق الحجر ہے زقاق کوچہ کو کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

❁❁❁

نعت شریف

نَطَقَ الْحَجَرُ بِجَلَالِهٖ	حَسَفَ الْقَمَرُ بِجَمَالِهٖ	عَجَزَ الْبَشَرُ بِكَمَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	مَلَاءَ الْخَلَاءُ بِخَيْرِهٖ	خَرَقَ السَّمَاءُ بِسَيْرِهٖ
مَاسَاغَ ذَاكَ بِغَيْرِهٖ	صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	شَرَقَ الْمَكَانُ بِنُوْرِهٖ
سَرَّا الزَّمَانُ بِسُوْرِهٖ	نَسَخَ الْمِلَلُ بِظُهُوْرِهٖ	صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
كَشَفَ الشُّبَهَ بِبَيَانِهٖ	رَفَعَ الْعُلٰى بِمَكَانِهٖ	اَكْرَمَ بِرَفْعَتِ شَانِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	فَلْتَهْتَدُوْا بِشَرِيْعَتِهٖ	ثُمَّ اقْتَدُوْا بِطَرِيْقَتِهٖ
فَتَحَقَّقُوْا بِحَقِيْقَتِهٖ	صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ	

دہن مبارک کا معجزہ یہ تھا کہ لعاب شریف اس قدر شیریں تھا کہ جس شور کنوئیں کے اندر ڈالا گیا اس کا پانی ایسا شیریں ہو جاتا تھا کہ مثل اس کے دوسرا کنواں نہیں ہوتا تھا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کھاری کنواں تھا حضور نے اس کے اندر لعاب شریف ڈالا یا پھر اس کے برابر سارے مدینہ میں کوئی کنواں نہیں تھا۔ ایک مرد کا جنگ احد کے اندر ہاتھ کٹ گیا حضور نے اس کے ہاتھ کٹے ہوئے کو لعاب دہن مبارک سے اس کی جگہ لگا دیا، فوراً مبدل بحال اول ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار حرا کے اندر سانپ نے کاٹا حضور ﷺ نے لعاب شریف لگایا دیا فوراً صحت ہو گئی۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دکھتی آنکھ کے اندر غزوہ خیبر کے وقت لعاب شریف لگانے سے صحت ہو گئی۔ شیر خوار بچوں کو آپ کی خدمت اقدس میں لاتے آپ ان کے منہ میں لعاب شریف ڈال دیتے سارے دن پھر ان کی دودھ کی حاجت نہیں رہتی

صاحبزادے سردار کونین یعنی حضرت امام حسن، حسین رضی اللہ عنہما کو جب شکایت پیاس کی ہوتی آپ اپنی زبان مبارک ان کو چسا دیا کرتے تھے فوراً ایسی تسکین ہو جایا کرتی تھی کہ پھر تمام دن پانی کی طلب نہیں رہتی تھی......

دست مبارک کا یہ معجزہ تھا کہ جس شئے پر آپ کا دست مبارک لگا اس میں سے وہ خیر و برکت ظاہر ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت ﷺ معہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے میں بکریاں چرا رہا تھا حضور نے فرمایا کہ اے لڑکے تیرے پاس کچھ دودھ ہے میں نے عرض کیا کہ میں امین ہوں فرمایا کہ ایسی بکری لاؤ جو گابن نہ ہو میں نے ایک بکری کی بچی پکڑ کر پیش کی حضور نے دست مبارک سے اس کے تھنوں کو مس کیا یکبارگی اس کے پستانوں میں اس قدر دودھ بھر آیا کہ خود نوش فرمایا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا۔

دیگر آپ کے دست مبارک میں سے خوشبو آتی تھی جس کے سر پر پھیرا معطر ہو گیا اور بہت سے معجزات ہیں جیسے انگشتان مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور سنگریزوں کا کف مبارک کے اندر تسبیح کا پڑھنا کافروں کے اوپر خاک کا پھینکنا پھر جس کے سر میں وہ خاک پڑی اسی کا جنگ بدر کے اندر مقتول ہونا وغیرہ وغیرہ۔

پشت مبارک کا یہ معجزہ تھا کہ مہر نبوت سے مزین تھی۔

معجزہ قدم مبارک کا یہ تھا کہ جس شئے پر رکھا وہ شئے بابرکت ہو گئی چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ذمہ قرض بہت ہو گیا تھا میرے باغ میں پھل آیا وہ ایک قرض خواہ کو بھی کافی نہ تھا میں نے اپنا حال زار حضور ﷺ میں عرض کیا حضور ﷺ میرے باغ میں تشریف لائے اور چھواروں کے ڈھیر پر قدم مبارک کو مارا اور پھر اس کے اوپر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جابر کے قرض خواہ کہاں ہیں آدیں پھر کل قرضہ میرا ادا کر دیا اور جتنا پیدا ہوا تھا وہ میرے عیال کے لیے

چھوڑ دیا۔ الغرض آپ کا تمام بدن اطہر معجزہ تھا یہی وجہ ہے کہ سایہ نہ تھا کیا اچھا کہا ہے میر حسن نے۔

وہ قد اس لیے تھا نہ سایہ فگن کہ تھا کل وہ ایک معجزہ کا بدن
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں نہ ایسا ہوا ہے نہ ہو گا کہیں

❁❁❁

بیان معجزات صفاتی

آپ کے صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ علم اور حلم وعفو وجود وسخاوت و شجاعت وحسن معاشرت با اقارب و احباب وشفقت و رحمت و رافت با جمیع خلائق و وفا بعہد و صلہ رحمی وتواضع و عدل وعفت وصدق و یقین و وقار و زہد وقناعت وغیرہ ذلک ایسے کمال پر واقع تھیں کہ کسی طرح ان پر کسی کے اندر زیادتی متصور نہیں ہوسکتی تفاصیل ان کی کتب بسوطہ کے اندر موجود ہے اور تھوڑا سا بیان شروع میں گزرا اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

نعت شریف

فَاقَ النَّبِیِّینَ فِی خَلْقٍ وَفِی خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوہُ فِی عِلْمٍ وَلَا کَرَمٍ

"وہ رحمت عالم تمام نبیوں سے حسن صورت و سیرت میں بڑھ گیا اور وہ سب حضرات علم و کرم میں آپ سے لگا نہیں کھاتے"

وَکُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِنَ الدِّیَمِ

"اور تمام انبیا رسول اللہ سے طالب ہیں ان کے بحر کرم کے ایک چلو کے یا فیوض کی بارشوں سے ایک چسکی کے"

وَوَاقِفُونَ لَدَیْهِ عِنْدَ حَدِّهِمْ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْمِنْ شَکْلَةِ الْحِکَمِ

"اور تمام انبیا آپ کے حضور میں اپنے اپنے مرتبے پر کھڑے ہیں اور وہ مرتبہ آپ کے دفتر علم سے مثل نقطہ یا دفتر حکمت سے مثل اعراب کے ہے"

فَهُوَ الَّذِی تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

"پس آپ فضائل باطنی و ظاہری میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، پھر خدا تعالیٰ نے جو خالق کل ہے اپنا حبیب بنا لیا"

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

''آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں کوئی دوسرا شریک ہو، پس وہ جو ہر حسن جو آپ میں ہے غیر مشترک ہے۔''

دَعْ مَا ادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمٖ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِمٖ

''وہ دعویٰ تو جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے لیے کیا ہے چھوڑ دے، اور اس کے سوا جس وصف کا چاہے حضور کی شان میں حکم لگا دے اور اس پر مستحکم رہ۔''

❁❁❁

معجزات خارجی

معجزات خارجیہ کا شمار اور احصار بھی غیر ممکن ہے اس جگہ تبرکاً تھوڑے سے بیان کیے جاتے ہیں۔ از انجملہ ایک شاخ خرما کا تلوار بنا دینا ہے جیسا کہ بیہقی نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جحش کی تلوار غزوہ احد میں ٹوٹ گئی تھی جناب رسول ﷺ نے ایک شاخ خرما کی ان کے ہاتھ میں دے دی کہ وہ تلوار ہوگئی پھر وہ تلوار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تا زیست رہی بعد ان کے انتقال کے ان کے ترکہ میں سے دوسو دینار کو بکی۔

از انجملہ۔ ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر رونا ہے۔ یہ معجزہ حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث گریہ ستون کی متواتر ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ کے وقت ایک ستون مسجد سے جو خشک چھوہارے کا تھا۔ تکیہ لگایا کرتے تھے جب منبر شریف بنا تب حضور نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یکبارگی وہ ستون چوہارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ شق ہو جائے حضور ﷺ منبر سے اترے اور اس کو بدن مبارک سے چمٹا لیا وہ ستون ہچکیاں لینے لگا۔ جیسے وہ بچہ کہ رونے سے چپ کرایا جاتا ہے اور وہ ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ خاموش ہوگیا آپ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا اس واسطے رونے لگا۔ مثنوی شریف میں بھی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اس قصہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ اشعار مثنوی شریف۔

استن حنانہ ازہجر رسول ۔۔۔ نالہ می گردے چوار باب عقول

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون | گفت جانم از فراقت گشت خون
مسندت من بودم از من تاختی | بر سر منبر تو مسند ساختی
یا دران عالم حقت سروے کند | کہ تر و تازہ بمانی تا ابد
گفت آں خواہم کہ دائم شد بقاش | بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

ازانجملہ۔ پتھروں اور درختوں کا آپ کو سلام کرنا ہے چنانچہ ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ بعض اطراف مکہ کی جانب نکلے اور میں بھی آپ کی ہمراہ تھا سو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ یہ کہتا تھا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ۔

از انجملہ۔ انگشتان مبارک سے چشمے پانی کے جاری ہونا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لوٹا تھا جس سے آپ نے وضو کیا لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پانی پینے کے لیے ہے نہ وضو کے واسطے۔ مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹا میں ہے پس آپ نے اپنے دست مبارک کو لوٹا میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے مانند چشمہ کے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پی لیا اور وضو بھی کیا حضرت جابر سے دریافت کیا کہ آپ کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ پندرہ سو آدمی تھے اگر لاکھ بھی ہوتے تو وہ سب کو کفایت کرتا۔

ازانجملہ۔ درخت اور جنوں کا آپ پر ایمان لانا ہے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ جس کا دل تم میں سے جنوں کے دیکھنے کو چاہے آج کی رات حاضر ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سوائے میرے کوئی حاضر نہ ہوا آپ مجھے ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ جب مکہ کی بلند جانب پہنچے آپ نے اپنے پائے مبارک سے ایک خط میرے واسطے کھینچا اور فرمایا کہ اس میں بیٹھے رہو اور آپ تشریف لے گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر کلام اللہ پڑھنے لگے پھر آپکو ایک جماعت کثیرہ

نے گھیر لیا اور میرے اور آپ کے درمیان حائل ہو گئی اور میں نے سنا کہ جنوں نے آپ سے کہا کہ کون گواہی دیتا ہے کہ آپ پیغمبر خدا ہیں وہاں ایک درخت تھا آپ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت گواہی دے دے تب تو تم مانو گے، انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے اس درخت کو بلایا او اس درخت نے گواہی دی اس کو دیکھ کر تمام جنوں نے گواہی دی۔

سوائے مسلمانو تم سب بھی تجدید ایمان کیسے ساتھ کہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ازجملہ۔ آپ کی امداد کے لیے اکثر غزوات میں ملائکہ کا آنا ہے چنانچہ جنگ بدر میں پانچ ہزار فرشتے آپ کی مدد کے واسطے آئے اور جنگ حنین اور احد میں بھی فرشتے آپ کی امداد کے لیے آئے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کو مشاہدہ کیا صحیحین میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے احد کی لڑائی میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی طرف اور بائیں جانب دو شخص سفید پوش دیکھے کہ خوب قتال کرتے تھے یعنی جبرئیل و میکائیل۔

ازاں جملہ شق القمر ہے جس کو ایک جماعت صحابہ نے روایت کیا پھر اسی طرح جماعت تابعین اور تبع تابعین نے۔ امام تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں صاف لکھ دیا ہے کہ روایت شق القمر کی متواتر ہے۔ تفصیل اس قصہ کی یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش نے جمع ہو کر حضور کی خدمت شریف میں عرض کیا کہ اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں تو تم ایمان لاؤ گے انہوں نے کہا کہ ہاں آپ نے اللہ جل شانہ سے دعا کی سو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے آپ نے پکار کر ہر ایک کافر کا نام لے کر فرمایا کہ اے فلاں فلاں گواہ رہو سب لوگوں نے اچھی طرح دیکھا اور دونوں ٹکڑے اتنے فرق سے

ہو گئے تھے کہ جبل حرا ان دونوں کے درمیان میں نظر پڑتا تھا کافروں نے کہا کہ یہ ان کا سحر ہے پھر ابوجہل نے کہا کہ سحر ہے تو تمہارے اوپر سحر ہوگا یہ بات تو نہیں ہوسکتی کہ ساری زمین والوں پر سحر ہو دوسرے شہر کے لوگ آویں تم ان سے دریافت کروسو اور آفاق کے آنے والوں سے پوچھا سب نے بیان کیا کہ ہم نے چاند کا شق ہونا دیکھا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ملیبار کے ایک راجہ نے مسلمانوں کی زبانی معجزہ شق القمر کا سنا تو اس نے اپنے برہموں سے ان برسوں کے حالات میں کہ جو زمانہ رسول اللہ ﷺ کا تھا اس قصہ کو تلاش کرایا تو برہموں نے اپنی کتابوں میں دیکھ کر تصدیق کی اور وہ راجہ مسلمان ہو گیا سوانح الحرمین میں لکھا ہے کہ ہندوستان کی اندر شہر دھار کہ متصل دریائے چنبل صوبہ مالوہ میں واقع ہے وہاں کا راجہ اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا یکبارگی اس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور پھر مل گیا اس نے اپنے یہاں کے پنڈتوں سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک پیغمبر عرب میں پیدا ہوں گے ان کے ہاتھ پر معجزہ شق القمر کا ہوگا چنانچہ راجہ نے ایک ایلچی حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور ایمان لایا حضور نے اس کا نام عبداللہ رکھا قبر اس راجہ کی اس شہر کے باہر اب تک زیارت گاہ ہے۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے بھی اپنے رسالہ شق القمر میں اس قصہ کو تاریخ فضلی سے نقل کیا ہے اور اس راجہ کا نام راجہ بھوج لکھا ہے۔

از انجملہ۔ ردشمس سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جناب رسول ﷺ موضع سہبا میں کہ ایک موضع کا نام ہے جو متصل خیبر کے ہے۔ تشریف رکھتے تھے آپ پر وحی نازل ہوئی اس وقت سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانوں پر رکھ کر سو گئے۔ حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تب آپ بیدار ہوئے آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے نماز پڑھ لی عرض کیا نہیں، آپ نے دعا کی کہ الٰہی یہ علی تیری اطاعت اور تیرے رسول کی

اطاعت میں مشغول تھا آفتاب کو پھیر لا۔ اسما راوی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا کہ یکا یک پھر نکل آیا یہاں تک کہ دھوپ زمینوں اور پہاڑوں پر پڑی اس حدیث ردشمس کو اگرچہ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں لکھا ہے مگر محققین محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ اسی حدیث کی صحت کے اندر لکھا ہے جس کا نام **کشف اللبس فی حدیث ردالشمس** ہے۔

از انجملہ۔ لعاب مبارک کی وجہ سے سانپ کے زہر کا اثر نہ ہونا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہجرت کی رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ علیہ کے ساتھ غار کی طرف گئے۔ جب غار پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ غار میں داخل نہ ہوں۔ پہلے میں داخل ہوں تاکہ جو کچھ غار میں ہو اس کا صدمہ مجھے پہنچے۔ سو غار میں گھس گئے اور اس میں جھاڑو دی اور اس کے سب سوراخوں کو اپنا تہ بند پھاڑ کر بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے تھے ان میں اپنے دونوں پاؤں دے دیئے پھر آپ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ علیہ اب آپ تشریف لے آیئے حضور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ سے سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں کاٹا۔ آپ نے جنبش تک نہ کی کہ مبادا حضرت جاگ پڑیں مگر بہ سبب صدمہ زہر کے آنسو آنکھ سے نکل کر حضور کے چہرہ مبارک پر گرے آپ بیدار ہوئے اور حال دریافت کیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے سانپ نے کاٹا۔ آپ نے آب دہن شریف اس جگہ پر لگا دیا فوراً اثر زہر کا جاتا رہا۔

نعت شریف

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز ۔۔۔ اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے ۔۔۔ اور حفظ جان تو جان فروض غرر کی ہے

ہاں تو نے ان کو جان، انہیں پھیر دی نماز ۔۔۔ پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں ۔۔۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام ۔۔۔ ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

ان پر درود جن کو کس بیکساں کہیں ۔۔۔ ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ کلمہ سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر السلام ۔۔۔ ملجا یہ بارگاہ دعاؤ اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام ۔۔۔ یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

الکلام المبین فی آیات رحمۃ العالمین میں لکھا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے ایک عالم معانی دوسرا عالم اعیان۔ عالم معانی عبارت ہے ان چیزوں سے جو دوسری چیزوں میں ہو کر پائی جائیں۔ بذات خود قائم نہ ہوں جن کو عرض کہتے ہیں جیسے کلام اور علم، اور رنگ اور بو وغیرہ اور عالم اعیان عبارت ہے ان چیزوں سے جو

بذات خود قائم ہیں۔ جن کو جواہر کہتے ہیں جیسے زمین، آسمان، آدمی، درخت وغیرہ۔ پھر عالم اعیان دو قسم پر ہے ایک عالم ذوی العقول اور دوسرا غیر ذوی العقول۔ پھر ذوی العقول تین قسم پر ہے۔ عالم ملائکہ، عالم انسان، عالم جنات اور عالم غیر ذوی العقول دو قسم پر ہے۔ ایک علوی جیسے آسمان، ستارے، دوسرے سفلی۔ پھر سفلی دو قسم پر ہے۔ ایک عالم بسائط دوسرا عالم مرکبات عالم بسائط عبارت ہے عناصر اربعہ یعنی آب، آتش، ہوا، خاک سے اور عالم مرکبات تین قسم پر ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات جن کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔ پس اقسام تفصیلی عالم کے نو ہوئے۔ ہر قسم میں جناب رسول اکرم حبیب معظم ﷺ کے معجزات لاتعداد لاتحصٰے ہیں جن سے کتب قوم پر ہیں۔ اس مختصر میں گنجائش لکھنے کی نہیں پس اسی قدر اکتفا کر کے اس دعا پر خاتمہ کیا جاتا ہے۔ یا الٰہ العالمین یا مجیب الداعین یا غیاث المستغیثین اس ذکر شریف کی برکت سے مولف اور اس کے والدین اور ان کے مشائخ اور جمیع محبین اور متعلقین اور سامعین اور قارئین اور کاتب مسکین اور اس ذکر شریف سے خوش ہونے والے غائبین اور حاضرین سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرما اور شفیع المذنبین روحنا فداہ ﷺ کی شفاعت روزی کر اور معاندین و مخالفین ذکر شریف کو بھی اس رحمۃ للعالمین کے رحمت واسعہ کے صدقہ میں ہدایت نصیب فرما آمین ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاَئِمَّۃِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَاَوْلِیَائِہِ الْکَامِلِیْنَ۔

دعاء والتجا

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو — جب پڑے مشکل شہ مشکلشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو — شادیٔ دیدار حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات — ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار وگیر — امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے — صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر — سید بے سایہ کے ظلِ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن — دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں — عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں — ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حساب خندۂ بیجا رولائے — چشم گریاں شفیع مرتجٰی کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بیباکیاں — ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط — آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے — رب سلم کہنے والے غمزدا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں — قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ

بخش ہم کو اے خدائے دوجہاں
امن ہر شر سے ہر آفت سے اماں
بہر ذات رحمت للعالمین

دور رکھ ہم سے غم دنیا و دیں
از پے صدیق اکبر با خدا
رُوحی وَ جسمی مرض سے دے شفا

بہر فاروق اے کرم والے رحیم
رکھ ہمیں ثابت براہ مستقیم
بہر ذالنورین اے رب العلا

بند دام نفس سرکش
بہر روح اطہر زوج بتول
جو دعا ہم مانگیں یا رب ہو قبول

سید الشباب کا یا رب طفیل
ہو مدامے کی جانب دل کا میل
حضرت سلمان کا صدقہ اے کریم

ہم پہ غالب ہو نہ شیطان رجیم
بہر روح قاسم عارف بحق
دور کر دل سے غم و درد و قلق

حضرت جعفر کا صدقہ اے علیم
کیجیو مسکن مراد ابراہیم
حب ذات پاک خواجہ بایزید

ہو مرے قفل مقاصد کی کلید
یا الٰہی بہر خواجہ بوالحسن
دور کر ہم سے غم و درد و محن

بہر خواجہ بو علی رب کریم

امت احمد کو دے قلب سلیم
خواجۂ ہمدان ابو یوسف کی روح
ہو لطائف کی مری وجہ فتوح

بہر عبدالخالق اے بندہ نواز
ہو اد اہم سے جو ہے حق نماز
خواجۂ عارف کا صدقہ یا غفور

رکھ ہمیں ہر حال میں عبد شکور
خواجۂ محمود کو اے کبریا
رکھ مراد دنیا و دیں میں مقتدا

از پے خواجہ علی رامیتنی
دور کر ہم سے خدا ماؤ منی
خواجۂ بابا محمدؐ کا طفیل

تیرے بندے سے ہوں حل مشکل کی شکل
بہر حضرت خواجۂ سید امیر
ذرۂ خاکی ہیں کر مہر منیر

بہر روح پر فتوح نقشبندی
نعمت دارین سے کر بہرہ مند
بہر عطار آن علاؤ الدین نام

بہر آسائش ملے دارالسلام
از پے یعقوب چرخی یا قدیر
کر رہا ہم کو کہ ہیں غم کے اسیر

از پے خواجہ عبید اے رب پاک
درد دنیا سے نہ ہوں اندوہناک
بہر مولا محمدؐ زاہد اب

ہوں نہ ہم مستوجب قہر و غضب
یا الٰہی بہر حضرت خواجگی
دور رکھیوں جب دنیائی دنی
خازن الرحمت کا صدقہ یا مجید
رکھ ہمارا پرے وحدت سے جام
بہر روح اطہر خواجہ حنیف
ذکر میں تیری رہیں ہم تر زبان
از پے خواجہ محمدؐ باز ماں
میری مت رکھیو کوئی مشکل اڑی
از پے سید امام باعلی
اپنے ذکر و فکر میں رکھو روز و شب
رکن دین اور سب محبوں کو سدا

بہر درویش محمد یا اللہ
راہ میں تیری نہ ہو درماندگی
بہر شیخ احمد مجدد یا بصیر
دی ہمیں گنج سعیدی کی کلید
یا الٰہی بہر شیخ عبدالاحد
ہم کو کر روح مجسم یا لطیف
از پے خواجہ محمدؐ مظہری
جتنا تیرا ہو میرا تن و جان
بہر خواجہ حضرت حاجی حسین
محو نور بحث رکھیو یا علی
از پے خواجہ محمد رکن دین
یا الٰہی ہر بدی سے لے بچا
دین و دنیا میں ہمیشہ شاد رکھ

ہوں شریعت سے نہ ہم گم کردہ راہ
بہر خواجہ باقی باللہ یا غنی
نور ذاتی سے رہیں ہم مستنیر
خواجۂ معصوم کا صدقہ دام
کر ہماری مشکلوں میں تو مدد
از پے خواجہ محمد راز داں
دین و دنیا میں ہمیں دے برتری
بہر خواجہ حاجی احمدؒ متقی
رکھ ہماری آبرو دے تمکین
خواجۂ مسعود کی صدقہ میں رب
عشق تیرا ہو ہمارا دلنشیں
سب کو اپنا کر ذوق یاد رکھ

مسئلہ نور اور عدم سایہ حضور ﷺ پر بہترین تحقیق
کائنات حسن میں وہ جلوہ فرما ہو گئے!
جن کی صورت حق نما ہے جن کی سیرت حق نما
محمد نور
رشحات قلم
فاضل شہیر علامہ محمد منشاء مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا اِنْ مَّدَحْتُ مُحَمَّدً ابِمَقَالَتِیْ

میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر نہ جانے کتنی کتابیں لکھی گئیں، کتنے اخبار و رسائل شائع ہوئے، کتنے دفاتر پر لوح و قلم کی تصویریں نقش ہوئیں، کتنے انبیاء نے آپ کی آمد آمد کی بشارتیں دیں اور کتنے از ان انتظار کرتے کرتے پردہ عدم میں چلے گئے، کتنے عشاق گرد راہ کو ترستے رہے اور کتنے خوش بخت اس محبوبِ حقیقی کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے اپنے قلب و نظر کو گرماتے رہے، خالقِ کائنات نے آپ ہی کو اپنی ربوبیت کے اظہار کا سبب ٹھہرایا، آپ ہی اس عالمِ بود و باش کی علتِ غائی ہوئے۔

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام

اہلِ عشق و محبت کا تو یہ فیصلہ ہے کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کا سب سے موکد، موثق، مستند اور جامع اجمالی تذکرہ قرآن کریم ہی ہے جس میں نہ صرف حضور کے میلاد ہی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ سیرت و صورت کے تمام محاسن و محامد موجود ہیں، حقیقتاً قرآن ہی آپ کی ذات ستودہ صفات کا ترجمان ہے میلاد مصطفیٰ ﷺ ایک ایسا موضوع ہے جس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے باوجود یہ کہ آپ کی ذاتِ اقدس و اکمل، احسن و اجمل ﷺ کسی بھی صاحبِ قلم کی محتاج نہیں، کسی مدح خواں کی طالب نہیں، کسی خطیب و ادیب، مقرر و واعظ کی منتظر نہیں، ہر چیز آپ ہی کی محتاج ہے، پھر یہ سلسلۂ تصنیف و تالیف کیوں؟ پہلی بات تو جواباً یہ

کہی جاسکتی ہے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت کے لیے انسان خصوصا مسلمان مکلف ہیں، لہٰذا عالمِ آخرت میں کامیابی و کامرانی اور میدان حشر میں خدا و رسول خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہم پر یہ عبادت فرضِ عین کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری بات آج سے صدیوں پہلے شاعرِ دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہہ کر ہماری مشکل کشائی فرما دی کہ:

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ
لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

منجملہ مقاصدِ حسنہ ایک مقصد یہ بھی مؤلفین و مصنفین کے پیشِ نظر ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح حضوری کی سعادت نصیب ہو، چنانچہ راقم نے اسی مقصدِ وحید کو اپنایا اور مُحَمَّدٌ نُوْرٌ ایسے مبارک نام سے یہ کتاب ترتیب دی

جسے اب ''نور سے نور تک'' سے موسوم کر کے پاکستان میں سب سے پہلے سنی دارالاشاعت ''نوری کتب خانہ لاہور، اپنی شاندار اشاعتی خوبیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ازیں قبل پاک و ہند کے مختلف کتب خانوں اور تبلیغی اداروں کی طرف سے تین بار یہ کتاب اشاعت کا شرف حاصل کر چکی ہے۔ دعا ہے نوری کتب خانہ اپنے تبلیغی مشن میں مزید کامیابیوں سے بہرہ مند ہو۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰس

فقط: محمد منشا تابش قصوری مریدکے

❁ ❁ ❁

تحقیق نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللّٰہ الذی خلق نور محمدٍ من نُورہٖ وَاَبَدَأَ الخَلقَ من نورہٖ وَالصّلٰوۃ والسّلامَ عَلٰی نورِ الاوّلین والآخرین سیّدِ الانبیاء محمدن المصطفٰی وَعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ امّا بعد

فاعوذ باللّٰہ من الشّیطٰنِ الرّجِیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۝

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ۝

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا...... یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝

اس پروردگار جل وعلا کا ہزارہا بار شکر ہے جس کی ذات مقدس نے تمام کائنات سے پہلے اپنے پیارے محبوب و مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور مبارک کو پیدا فرمایا اور ہمیں اس نور عظیم کی پہچان کرانے کے لیے قرآن کریم

میں صاف صاف بیان فرمایا، بڑے بڑے مفسرین ومحدثین کرام علیہم الرحمتہ والرضوان نے آیاتِ مذکورہ میں کلمہ "نور"، "مثل نورہ"، "سراجاً منیراً" اور "نور اللہ" سے نبی کریم ﷺ کا وجودِ اطہر مراد لیا ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے، ملاحظہ ہو:

1- قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝

ترجمہ: بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے بہت بڑا نور اور کتاب روشن

(المائدہ)

اس آیہ کریمہ میں کلمہ "نور" سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر ہے۔

دیکھئے تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ صفحہ 72: **قد جاء کم من اللہ نور** یعنی محمد ﷺ

(بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد ﷺ)

تفسیر جلالین شریف صفحہ 97: **قد جاء کم من اللہ نور ھو نور النبی ﷺ**

ترجمہ: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور وہ نور نبی کریم ﷺ ہیں۔

روح المعانی جلد 6 صفحہ 87: **قد جاء کم من اللہ نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ**

ترجمہ: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے بہت بڑا نور، وہ نور الانوار نبی مختار ﷺ ہیں۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ موضوعاتِ کبیر صفحہ 86 پر فرماتے ہیں:

اما نورہ علیہ السلام فھو فی غایۃ من الظھور شرقاً و غرباً و اول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نوراً

(نبی کریم ﷺ کا نور مشرق ومغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اور سب سے پہلے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ آنحضرت ﷺ کا نور ہے اور قرآن کریم میں ان کو نور فرمایا)

مطالع المسرات ص 220: ونوره صلی الله علیه وسلم الحسی او المعنوی ظاهر واضح یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور حسی اور معنوی واضح ہے۔

تفسیر صاوی ص 239 میں ہے: انه اصل نور حسی ومعنوی یعنی حضور ﷺ ہر نور حسی و معنوی کا اصل ہیں۔

تمام نبیوں، رسولوں، فرشتوں، لوح، قلم، عرش، کرسی، چاند، سورج اور ستاروں کے انوار اسی نورِ محمد ﷺ کے پرتو ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ (898ھ/ 1325ء) فرماتے ہیں:

ہم از لوح و قلم تا عرش و کرسی
ازاں نور است گر تحقیق پرسی

ان کے علاوہ تفسیر خازن ج 2 ص 23، تفسیر مدارک ج 1 ص 214، تفسیر روح البیان ج 1 ص 548، تفسیر کبیر ج 2 ص 395، شفاء شریف وغیرہا میں اس نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔

2- اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ
(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس کی مثال طاق ہے جس میں فانوس روشن ہے)

اس آیہ کریمہ میں مَثَلُ نُوْرِهٖ سے حضور کا وجودِ اطہر مراد ہے۔

تفسیر ابن جریر جلد 18 ص 106:

جاء ابن عباس الی کعب الاحبار فقال حدثنی من قول الله عزوجل الله نور السموات والارض الآية فقال كعب مثل نوره مثل محمد ﷺ، علی ابن الحسن الازدی قال ثنا يحيى بن اليمان عن اشعث عن جعفر بن ابی المغيرة عن سعيد بن جبير فی قوله مثل نوره

قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تفسیر خازن و معالم التنزیل ج 5 ص 63:

مثل نورہ ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال سعید بن جبیر والضحاک ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شفاء شریف ج 1 ص 10، تفسیر حقانی ج 5 ص 242، تفسیر نبوی، تفسیر محمدی ج 4 ص 304 میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس، کعب احبار، سعید بن جبیر، سہیل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

المراد بالنور الثانی ھنا نور محمد ﷺ و قولہ تعالیٰ مثل نورہ ای نور محمد ﷺ

کہ نورِ ثانی سے مراد اللہ کے قول میں محمد ﷺ کا نور ہے۔

تفسیر محمدی میں حافظ محمد لکھوی (وہابی) نے بایں الفاظ تفسیر کی ہے:

ابن عباس تے کعب احباروں وچ معالم آیا
جو نور اللہ دا نبی محمد سینہ طاق ٹھہرایا

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیہ کریمہ کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا یہ سورہ نور کا

حضرت استاد العلماء صدر الافاضل، فخر الاماثل مولانا السید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (1367ھ/1947ء) فرماتے ہیں:

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نور علیٰ نور
کہ مشکوٰۃ ہے شان ان کی انہیں کیا واسطہ ظل سے
بفضل اللہ نابینا نہیں ہوں کیسے دوں نسبت
کفِ پائے حبیب حق کو روئے ماہ کامل سے

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (پ 22)

اس آیت میں وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا سے نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔

شفاء شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد سماه الله تعالىٰ فی القراٰن نورًا و سراجا منيرًا۔

(بیشک قرآن حمید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کا نام نور اور سراج منیر (چمکتا ہوا آفتاب) رکھا)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (68ھ/ 687ء) اپنے کلام رفیع الشان میں فرماتے ہیں:

فامسٰى سراجًا منيراً وهاديًا
يَلُوحُ كما لاحَ الصَّيقلَ الْمُهَنَّدُ

(وہ تشریف لائے چمکتے ہوئے آفتاب اور رہنما بن کر اور اس طرح چمکے جس طرح میقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے)

مولوی رشید احمد گنگوہی (1322ھ/ 1905ء) نے امداد السلوک میں تحریر کیا ہے:

"نیز او حق تعالیٰ فرمایا کہ نبی ﷺ شاہد، مبشر، نذیر، داعیاً الی اللہ، سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔"

(نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی ﷺ آپ کو ہم نے حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ کی طرف بلانے والا، سراج منیر بنا کر بھیجا، منیر روشنی کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔)

مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے مقامات حریری کے اول میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سراج منیر کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

سِرَاجٌ مُنِیْرٌ کَشَمْسِ الضُّحٰی
وَخَیْرُ الْبَرَایَا وَ نُوْرٌ قَدِیْم

4- یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ (پ 10 سورہ التوبہ آیت 32)

5- یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ

(کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو مونہوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو پورا کرنا ہے اگرچہ کافر برا منائیں) (پ 28 الصف)

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ میں فرمایا:

یقول یریدون ان یهلکوا محمدا صلی الله علیه وآله وسلم

(یہ کفار چاہتے ہیں کہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو مٹا دیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کر ڈالیں۔

جناب ظفر علی خاں صاحب (1956ء) نے کیا خوب کہا ہے:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرت امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (150ھ) نے مسئلہ نور کے بارے میں اپنا عقیدہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یوں پیش کیا ہے:

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِکَ الْبَدْرُ اکْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاکَ

(آپ وہ ہیں کہ چودھویں رات کے چاند نے روشنی کا لباس آپ کے نور سے پہنا ہے اور سورج بھی آپ کے نور حسن سے روشن ہے۔)

حضرت محبوبِ سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ (561ھ/ 1166ء) بہجۃ الاسرار ص 12 پر ایک حدیثِ قدسی نقل فرماتے ہیں:

قال اللہ عزجل خلقت روح محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم من نور وجھی کما قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اَوّلُ مَاخَلَقَ اللہ نوُرِیِ۔

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے حبیب ﷺ کی روح کو اپنے چہرے کے نور سے پیدا کیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔)

حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (1034ھ/ 1624ء) کنز الہدایات ص 93 پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"حقیقتِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ظہور اول ہے وہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسری حقیقتیں خواہ انبیاء کرام کی حقیقتیں ہوں یا ملائکہ عظام کی، اس کے عکس کی مانند ہیں اور وہ حقیقتِ محمدی ان حقیقتوں کی اصل ہے۔"

مکتوبات شریف دفتر سوم حصہ نہم صفحہ 75 پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ خلقِ محمدی در رنگ خلق سائر افرادِ انسانی نیست بلکہ بخلقے ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ کما قال علیہ **الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ۔**"

(جاننا چاہئے کہ محمد ﷺ کی پیدائش تمام انسانی افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ کسی مخلوق کے تمام عالم کے افراد سے کسی فرد کی پیدائش میں مناسبت نہیں رکھتے اس لیے آپ باوجود عنصری پیدائش کے نور حق جل وعلا سے پیدا ہوئے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1052ھ/1643ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب مدارج النبوۃ ج 2 ص 2 میں تحریر فرماتے ہیں:

''بدانکہ اول مخلوقات و واسطۂ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وسلم، چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ اول ماخلق اللہ نور وسائر مکونات علوی و سفلی ازاں نور وازاں جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح و اشباح و عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملک وفلک، انس و جن، آسمان و زمین، بحار و جبال، اشجار و سائر مخلوقات وکیفیت صدوایں کثرت ازاں وحدت و بروز و ظہور مخلوقات ازاں جو ہر عبارات و تعبیرات غریب آوردہ اند۔''

(جان لو کہ مخلوقات اور صدور کائنات و پیدائش عالم و آدم کا واسطہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے: ''اول وہ جو پیدا کیا اللہ نے، میرا نور ہے'' اور باقی مکونات مخلوقات علوی و سفلی اس نور سے پیدا ہوئی اور اس جوہر پاک سے روح اور شکلیں، عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، انسان و جنات، آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ، درخت اور باقی مخلوقات پیدا ہوئیں اور وحدت (نور محمد) کی پیدائش کی کیفیت میں اس جوہر سے مخلوقات کے ظہور کی کیفیت میں عبارات و تعبیرات عجیب لائے ہیں۔)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (1943ء) نشر الطیب صفحہ 6 پر تحریر کرتے ہیں:

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا، پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا سیر کرتا رہا اور

اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا، نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھا نہ انسان۔"

علامہ فضل حق خیر آبادی (1378ھ/ 1861ء اپنے نعتیہ قصائد[1] میں ارقام پذیر ہیں۔

هـو اول انـور السنى يتلـوه كـل تعين
ثانية ليس بممكن عنه لحصيف المهتدى

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وصلی اللہ علیہ نورِ کزو شد نورِ ہا پیدا
زمیں از حبّ اوساکن فلک در عشق اوشید

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی (791ھ/ 1389ء) کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

يـا صـاحـب الـجـمـال و يـا سيد البشر
مـن وجـهك الـمـنـيـر لقد نـور الـقـمـر
لا يـمـكـن الـثـنـاء كـمـا كـان حـقـه
بـعـد از خـدا بـزرگ تـوئـی قـصـه مختصر

ثابت ہوا کہ سرور دو عالم، نورِ مجسم، رسول معظم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ بلاریب سبب کائنات اور اصل تخلیق مخلوقات ہیں۔

امام بیہقی طبرانی، حاکم نے مستدرک میں حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ میں عرض کیا۔

پروردگار عالم! بصدقہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ میری خطاء معاف فرما۔

ارشاد ہوا۔

إِذَا سَأَلْتَنِىْ بِحَقِّهٖ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ

1۔ بحوالہ "باغی ہندوستان" صفحہ 68

(اے آدم (علیہ السلام)! تو نے ان کے وسیلہ سے مجھ سے سوال کیا پس میں نے تمہیں معاف کیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا)

دیلمی رائس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے:

اتانی جبرائیل فقال ان اللہ یقول لولاک لما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار۔

(میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے میں جنت اور دوزخ کو نہ بناتا)

نزہۃ المجالس میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کس لیے مخلوق فرمائے گئے؟ فرمایا: مجھے مجھ پر وحی نازل ہوئی میں نے عرض کیا: یا اللہ! تو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا:

لولاک لما خلقت ارضی ولاسمائی

(اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین اور آسمان کو پیدا نہ کرتا)

وعزتی و جلالی لولاک ماخلقت جنتی ولاناری

(مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی جنت اور دوزخ نہ بناتا)

اگر اللہ تعالیٰ آفتاب کائنات ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو ذرہ بھر کو بھی عالم وجود میں نہ لاتا، دنیا و اہل دنیا جنت و نار کی تخلیق آپ ہی کے باعث ہوئی۔

ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر وحی بھیجی گئی، ارشاد باری ہوا:

لقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک

عندی لولاک ماخلقت الدنیا۔

(میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے پیدا فرمایا کہ جو عزت و منزلت آپ کی میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اسی طرح متعدد احادیث قدسیہ میں آیا ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

(آپ اگر نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت مُحَمَّدًا۔

(میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے یہ بات پسند آئی کہ میری پہچان ہو تو میں نے محمد (ﷺ) کو پیدا کیا۔

کنت کنزاً مخفیا کا راز تابش کھل گیا
جب جہاں میں سرور دنیا و دیں پیدا ہوئے

مذکورہ بالا احادیث قدسیہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ آپ بلا شک وشبہ باعثِ تخلیق عالم و سبب کائنات ہیں۔ حضرت امام الائمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے ایمان افروز بیان کا اظہار فرماتے ہوئے بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں عرض گزار ہیں: ـ

أَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرأٌ
کَلَّا وَلَاخُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَا

یارسول اللہ! آپ وہ ہیں کہ اگر آپ کی ذاتِ پاک نہ ہوتی تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا بلکہ اگر آپ نہ ہوتے تو تمام کائنات ہی پیدا نہ ہوتی۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (672ھ/1273ء) یوں اظہار فرماتے ہیں: ـ

با محمد بود عشق پاک جفت
بہر عشق اوخدا لولاک گفت
سید و سرور محمد نور جاں

بہتر و مہتر شفیع مذنباں

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (691ھ/1292ء) بارگاہ رسالتمآب میں یوں عرض گزار ہیں:۔

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست
ترا عز لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰس، بس است

امام اہلسنت مجدد مائتہ حضرت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1340ھ/1921ء) اس کے تحت اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علت جملہ علت پہ لکھوں سلام

مرزا اسد اللہ خاں غالب (1285ھ/1868ء) اس کا خوب نقشہ کھینچتے ہیں:

آئینہ دار پرتو مہراست آفتاب
شان حق آشکار زشان محمد است
دانی اگر بمعنی لولاک واری
خود ہرچہ از حق است از آن محمد است

ابوالفضل کے بھائی فیضی (1004ھ) یوں گویا ہیں:۔

آں مرکز ہفت دور جدول | گرداب نشین موج اول
چابک قدم بساط افلاک | والا گہر محیط لولاک
قدرش بہ زمانہ ماہ و اکلیل | نورش بہ فلک چراغ و قندیل
بردانش ما انجم و افلاک بجندند | گوصاحب لولاک لمارا انشاتسیم

جگر مراد آبادی یوں رقمطراز ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک

در مدحِ تو جانِ ہر قصیدہ

علامہ اقبال اس بارے میں یوں گویا ہیں:۔

مسلماں راہمیں عرفان و ادراک
کہ درخود فاش بیند رمزِ لولاک

واضح ہوا کہ جملہ موجودات حضور پرنور ﷺ کے صدقے پیدا ہوئی جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ وَکُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُورِیْ وَاَنَا مِنْ نُورِ اللّٰهِ

''صلاۃ الصفاء فی نور المصطفیٰ'' میں اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''امامِ اجل سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سیدنا امام احمد بن حنبل کے استاد اور امامِ بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد الاستاد حافظ الحدیث اوحد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

قال قلت یا رسول الله بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقه الله تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذٰلك النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالٰی ولم یکن فی ذٰلك الوقت لوح ولاقلم ولاجنة ولانار ولا ملك ولا سماء ولاشمس ولاقمر ولاجنی والاانسی (الحدیث)

یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے

تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتگان، آسمان و زمین، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا، پھر چوتھے کے چار حصے کیے الخ۔ (صلاۃ الصفاء ص 3,2)

اہلحدیث (وہابی) کے مشہور عالم مولوی وحید الزمان حیدر آبادی (1238ھ/ 1930ء) ہدیۃ المہدی میں یوں رقمطراز ہیں:

"بدأ اللّٰہ سبحنہ الخلق بالنور المحمدی صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم فالنور المحمدی مادۃ اولیت الخق السمٰوٰت والارض وما فیہا۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے فرمائی، پس تمام آسمانوں اور زمین اور اس میں جو کچھ ہے سب کی تخلیق کا مادۂ اول نورِ محمدی ہے۔"

شیر طریقت حاشیہ شہباز شریعت ص 211 پر حافظ محمد لکھوی ارقام پذیر ہیں:

"ہر جوہر صافی را سایہ روشن تر باشد و آنحضرت انوار ہمہ بودند"

(جوہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آپ ہر جوہر سے زیادہ روشن ہیں)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت جل و علا نے ہم کلامی اور رسالت سے مشرف فرمایا تو ارشاد ہوا:

یا موسیٰ (علیہ السلام) خذ ما اعطیتک و کن من الشاکرین و مت علی التوحد وحب محمد

عرض کی: خداوند عالم! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں جن کی محبت تیری توحید سے مقرون ہے؟ ارشاد ہوا کہ محمد وہ ہیں جن کا نام نامی دو ہزار برس پہلے آسمان و

زمین کی پیدا کرنے سے میں نے لکھا' اگر تو مجھ سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان پر کثرت سے درود بھیجا کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ الٰہی! مجھے محمد (ﷺ) سے آگاہ فرما کہ وہ کون ہیں جن کے بغیر تجھ سے تقرب ہو ہی نہیں سکتا۔ خطاب ہوا:

لولا محمد و امته لما خلقت الجنة ولاالنار ولاالشمس ولا القمر ولا اليل ولاالنهار ولاملكا مقربا ولا نبيا مرسلا و لا اياك

یعنی اگر محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی امت نہ ہوتی تو میں بہشت و دوزخ' چاند و سورج' دن رات' ملائکہ' انبیاء و رسل کسی کو پیدا نہ فرماتا اور نہ تجھے بناتا۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطار (637ھ) اپنی مثنوی منطق الطیر میں روح پرور انداز میں فرماتے ہیں:

آفتاب شرع دریائے یقین — نور عالم رحمتہ اللعالمین
خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ — آفتاب و جان و ایمانِ ہمہ
نورِ اُو مقصودِ مخلوقات بود — اصلِ معدومات و موجودات بود

مولانا حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی (1317ھ/1899ء) اپنی کتاب "نالہ امداد غریب" صفحہ 2 پر یوں فرماتے ہیں۔

سب دیکھو نور محمد کا — سب بیچ ظہور محمد کا
جبریل مقرب خادم ہے — سب جا مشہور محمد کا

حجتہ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ (550ھ/1111ء) دقائق الاخبار میں فرماتے ہیں:

ومن عرق وجهه خلق العرش و الكرسى واللوح والقلم والشمس و الحجاب والكواكب وما كان فى السماء

(عرش و کرسی' لوح و قلم' سورج' حجاب' ستارے اور جو کچھ آسمانوں

میں ہے آپ کے عرقِ روئے مبارک سے پیدا ہوئے۔)

ان آیات و احادیث اور اقوالِ ائمہ سے آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ روشن ہوا کہ آپ جملہ کائنات سے پہلے ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا:

اول ما خلق اللہ نوری وکل خلائق من نوری وانا من نوراللہ

نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سب سے پہلے رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین کے نور کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ

بالیقین نور مجسم ہیں محمد مصطفیٰ
اصل تخلیق دو عالم ہیں محمد مصطفیٰ

تابش قصوری

❀❀❀

مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

یا حبیب خدا' سرور دوسرا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا
جلوۂ والضحیٰ' چہرۂ مصطفیٰ' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

پیکرِ نور' نور علی نور ہیں' آپ مختار و محبوب و منظور ہیں
آپ کی ہر ادا' باصفا' حق نما' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

تیرا دیدار' دیدار حق بالیقین' تیری گفتار شرح کتاب مبین
تیری رفتار پر شب اسریٰ فدا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

عشق طیبہ میرا تجھ کو ہے ڈھونڈتا' مجھ کو تیرے سوا کچھ نہیں سوجھتا
ہو کرم کی نگا' پُر خطا' پُر عطا مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

یا حبیب خدا' آپ کے ماسوا کون سنتا ہے فریاد صل علیٰ
غم میں ہوں مبتلا' ساقیا کچھ پلا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

حسرت دید ہر دم ستائے مجھے' کون احوال میرے سنائے تجھے
آپ سے کیا نہاں' سب عیاں برملا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

میرے تاریک دل کو جلا بخشئے میرے قلب حزیں کو غذا بخشئے
ہے یہی التجا' میرے مشکل کشا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

جامِ عرفان طیبہ پلا دیجئے' دردِ فرقت خدا را مٹا دیجئے
دیجئے نوری چہرے سے پردہ اٹھا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

آپ کے میکدے کی سدا خیر ہو' آپ اس کو بھی دیتے ہیں جو غیر ہو
بحر جود و سخا ہے رواں آپ کا مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

ہے یہ تابش قصوری غلام آپ کا' ذکر کرتا ہے یہ صبح و شام آپ کا
ہو مقدر میں اس کے بھی جام آپ کا' مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

سایۂ نور

انوار مصطفیٰ ﷺ سے قلب ونظر بصر و بصیرت کو منور کرنے کے بعد سایۂ مصطفیٰ کا مسئلہ خود بخود حال ہو جاتا ہے کیونکہ نور اور سایہ کا اتفاق نہیں ہوسکتا۔ قادر مطلق نے سید عالم ﷺ کو جن بے شمار معجزات سے سرفراز فرمایا ہے ان میں سے ایک عظیم الشان معجزہ یہ ہے کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں تھا۔ آج تک کسی ایک بھی مسلمان کا نام پڑھنے سننے میں نہیں آیا جس نے کسی بھی نبی کے معجزہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہو تو پھر خیر البشر ﷺ کے کسی معجزہ سے ایماندار کے انکار کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اکابر امت نے ملت اسلامیہ کو اس مسئلہ پر بے پناہ مواد عطا فرمایا ہے اختصار کے پیش نظر یہاں چند تصریحات احادیث اور محدثین کرام کے اقوال و ارشادات پیش کیے جاتے ہیں ممکن ہے منکرین کے لئے خضر راہ ثابت ہوں۔ حضرت امام نسفی (م 701ھ) فرماتے ہیں۔

قال عثمان رضی اللہ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلك على الارض لئلا يضع انسان قدمه على ظلك۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

سیدنا امام اعظم کے تلمیذ ارشد حضرت امام عبداللہ بن مبارک اور محدث ابن جوزی راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔

1۔ بحوالہ "پانی ہندوستان" صفحہ 68

لم یکن للنبی ﷺ ظل ولم یقم مع الشمس قط الاغلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوءہ ضوء السراج[1]

حضور نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ آپ کا نور آفتاب کی روشنی پر غالب آ گیا نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ آپ کے انوار نے اس کی چمک کو مغلوب کر دیا۔

حضرت حکیم الترمذی حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یُری له ظل فی شمس ولا قمر[2]

- رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔

حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) الخصائص الکبریٰ میں ایک مستقل باب مرتب فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

باب الأیة فانه ﷺ لم یکن له ظل فی شمس ولا قمر

اور پھر اس میں حکیم ترمذی سے حضرت ذکوان کی حدیث نقل فرمانے کے بعد حضرت امام ابن سبع سے اس پر شہادت پیش فرماتے ہیں۔

قال ابن سبع من خصائصه ﷺ ان ظله کان لا یقع علی الارض وانه کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لا ینظرله ظل[3]

ابن سبع نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو سایہ نہیں دیکھا جاتا تھا۔

1۔ جمع الوسائل (القاری) ج 1 ص 176، زرقانی علی المواہب ج 4 ص 22، شرح شمائل (المناوی) ج 1 ص 47

2۔ ترمذی نوادر الاصول، زرقانی ج 4 ص 240 3۔ الخصائص الکبریٰ ج 1 ص 28

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (م 544ھ) یوں ارقام پذیر ہیں:

وما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا وان الذباب کان لا یقع علیٰ جسدہ ولاثیابہ[1]

نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی دلیلوں میں سے یہ دلیل بھی مذکور ہے کہ آپ کے جسم انور کا سایہ آفتاب کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ آپ نور تھے اور بے شک آپ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

شارح بخاری حضرت امام احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 923ھ) سے منقول ہے۔

لم یکن لہ ﷺ ظل فی شمس ولاقمر[2]

حضور اکرم ﷺ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نظر نہ آتا تھا۔

امام محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کا شمس و قمر کی روشنی اور چاندنی میں سایہ نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ **لانہ کان نورا** اس لئے کہ حضور ﷺ نور تھے۔

شیخ حسین بن محمد دیار البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لم یقع ظلہ علی الارض ولایری لہ ظل فی شمس ولاقمر[3]

آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوا اور نہ سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھا گیا۔

حضور امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (م 450ھ) نے یوں رقم فرمایا۔

روی ان النبی ﷺ کان اذا مشی لم یکن لہ ظل[4]

1۔ شفاء شریف ج 1 ص 242 2۔ زرقانی علی المواہب ج 4 ص 220 3۔ کتاب الخمیس
4۔ مفردات امام راغب ص 317

مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

حضرت امام شہاب الدین خفاجی مصری (م 1096ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

لاظل الشخصه ای جسده الشریف اللطیف

حضور انور ﷺ کے سراپائے لطیف کا سایہ نہیں۔

حضرت علامہ برہان الدین احمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

انه ﷺ اذا مشی فی الشمس او فی القمر لایکون له ظل لشخصه لا نه کان نوراً[1]

بیشک نبی کریم ﷺ جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ آپ نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومما یؤید انه ﷺ صار نوراً انه کان اذا مشی فی الشمس والقمر ولا یظهر له ظل لانه لایظهر الاللکثیف وهو ﷺ قد خلصه الله من سائر الکثافات الجسمانیة وصیره نورا صرفا لایظهرله ظل اصلا[2]

نبی کریم ﷺ کے نوری ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضور جب چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لئے کہ سایہ کثیف کا ظاہر ہوتا ہے اور حضور ﷺ کو تو اللہ تعالی نے تمام کثافتوں سے پاک فرما کر آپ کو نور خالص بنا دیا تھا اس لئے حضور کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار جلد 3 ص 405، علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ ص 5، امام احمد مناوی شرح شمائل جلد 1 ص 47، ملا علی قاری

1۔ سیرت حلبیہ ج 2 ص 422   2۔ افضل القری ص 72

جمع الوسائل بشرح الشمائل ج 1 ص 176 میں اسی مضمون کو بالفاظ متقاربہ علی الترتیب اس طرح لائے ہیں:

لایظهرله ظل لم یکن لم ﷺ ظل فی شمس ولا قمرلم یکن للنبی ﷺ ظل عن ابن عباس ؓ لم یکن له ﷺ ظل

اسی طرح سیرت شامی میں صاحب شامی یہی مضمون ارقام فرماتے ہیں، یونہی امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ سیرت حلبیہ ج 2 ص 94 پر امام تقی الدین سبکی کا یہ شعر بھی اسی عقیدہ پر شاہد ہے

لقد نزه الرحمٰن ظلك ان یریٰ
علی الارض ملقی فانطویٰ لمزیة

رحمان نے آپ کے سایہ کو زمین پر واقع ہونے سے پاک فرما دیا اور پامالی سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ کی عظمت و فضیلت کی بناء پر اسے لپیٹ دیا۔

صاحب الوفاء کی یہ حقیقت افروز رباعی بھی ملاحظہ فرمائیے:

ما جر لظل احمد اذیال
فی الارض کرامة کما قد قالوا
هذا عجب وکم به من عجب
والناس لظله جمیعا قالوا

حضور سید عالم ﷺ کے سایہ کا دامن بسبب بزرگی زمین پر نہیں کھینچا گیا، یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ تمام لوگ آپ کے زیر سایہ آرام بھی فرماتے ہیں۔

اس روح پرور ایمان افروز رباعی کو علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نسیم الریاض ج 3 ص 319 میں لائے ہیں اور پھر نتیجہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں۔

وقد نطق القرآن بانه النور المبین و کونه بشرالاینافیه

اس پر قرآن کریم شاہد و ناطق ہے کہ حضور ﷺ نور مبین اور حضور کا جامہ بشریت میں ہونا سایہ نہ ہونے کے منافی نہیں۔

امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارقام پذیر ہیں۔

''ناچار او را سایہ نبود نیز در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تراست وچوں لطیف تر ازوے در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد[1]''

بیشک نبی کریم ﷺ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ اس جہان میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہے اور نبی کریم ﷺ سے زیادہ لطیف جہاں میں کچھ بھی نہیں تو پھر آپ کے لئے سایہ کس وجہ سے ہوسکتا ہے۔

نیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''ہرگاہ محمد رسول اللہ ﷺ از لطافت ظل نبود خدائے محمد چگونہ ظل باشد[2]''

جب محمد رسول ﷺ کے لئے بسبب لطیف ہونے کے سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے لئے سایہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

لم یخلق الرحمٰن مثل محمد
ابدا وعلمی انہ لایخلق

اللہ تعالی نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مثل پیدا ہی نہیں کیا اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالی پیدا ہی نہیں کرے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

نبود مرا آن حضرت را سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر **رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر اصول الیٰ ان قال** و ر یکے از اسمائے آنحضرت است و نور را سایہ نباشد[3]

1۔ مکتوبات شریف ج2 ص187 2۔ مکتوبات شریف ج2 ص237 3۔ مکتوبات شریف ج2 ص187

آنحضرت ﷺ کا سایہ شمس وقمر کی روشنی میں نہ تھا اسے حکم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکوان سے روایت کیا جبکہ کہا گیا کہ آپ کے اسمائے گرامی سے آپ کا ایک نام نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

دنمی افتاد آنحضرت را سایہ بر زمین کہ محل کثافت ونجاست است و دیدہ نہ شد او را سایہ در آفتاب (الی ان قال) چون آنحضرت ﷺ عین نور باشد نور را سایہ نباشد[1]

آنحضرت ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اس لئے کہ سایہ محل کثافت ونجاست ہے اور آپ کا سایہ سورج کی روشنی میں بھی نہ دیکھا گیا (الی ان قال) آنحضرت ﷺ کے لئے سایہ نہیں تھا اس لئے کہ آپ نور ہیں اور نور کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔

اس طرح مدارج النبوۃ ج 2 ص 61 میں ہے۔

عثمان بن عفان گفت کہ سایہ شریف تو بر زمین نمی افتد کہ مبادا بر زمین نجس افتد۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ حضور کا سایہ شریف زمین پر واقع نہیں ہوتا کہ کبھی پلید زمین پر واقع نہ ہو جائے۔

نیز معارج النبوۃ رکن چہارم ص 100 میں حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ہے۔

ذی النورین گفت باں دلیل کہ خدائے تعالیٰ روانمی دارد کہ سایہ تو بر زمین افتد سبب او آنست کہ مبادا زمین نجس باشد با آنکہ کسے پائے قدم بر سایہ تو نہد

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کہ کہ خدا تعالیٰ

1۔ مکتوبات شریف ج 2 ص 237

یہ جائز نہیں رکھتا کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ زمین پلید ہو یا کوئی آپ کے سایہ پر قدم رکھے)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی مضمون کو بایں الفاظ درج فرماتے ہیں:

از خصوصیاتیکہ آنحضور ﷺ را در بدن مبارکش دادہ بودند کہ سایہ ایشان بر زمین نمے افتاد[1]

جو خصوصیتیں نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک میں عطا کی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

شیخ المفسرین حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

می گویند کہ رسول خدا را سایہ نبود۔[1]

(اولیاء امت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا)

الفاضل الکامل ملا محمد معین الواعظ کاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:

قال العلماء قدس ارواحهم كان فى نفسه عليه السلام عشر معجزات يعلم به كل من له عقل انه رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم۔

یعنی در ذات بابرکات آنحضرت ﷺ دہ چیز بود از معجزات و آیہ بر رسالت او، اول آنکہ ذات بابرکات مقدس نبوی ﷺ چندانکہ در آفتاب تردد کردے و در ماہتاب آمد وشد نمودے سایہ وے بر زمین نمی افتاد زیرا کہ آنحضرت ﷺ اصلا سایہ نبود و درین باب اشارت چند حکمت گفتہ اند یکے آنکہ چوں ذات بابرکاتش نوری بود و مجسم گشتہ و تمامی نیرات از ذات عالی صفات او استفاضۂ انور صوری و معنوی نمودہ و ظلم چوں از ظلمے خالی نیست ملایم ذات نورانی صفات آں

1۔ تفسیر عزیزی پارہ عم ص 219 2۔ تذکرۃ الموتی والقبور ص 31

آفتاب فلک سرور و خورشید سپہر پیغمبری ﷺ نبود

ذات تو خورشید سپہر صفاست لاجرمش سایہ نہ اندر قفاست
سایہ چساں با تو کند ہمسری رو کہ تو خود سایہ نور الٰہی

حکمت دیگر

آنکہ نور آفتاب لمعۂ بود از نور ذات عالی صفات آنحضرت ﷺ و درانا رۂ نور او غالب بود بر نور آفتاب تا بمرتبہ کہ آفتاب عکسے بود از سایۂ وجود با وجود اوں

اے خواجہ کہ عشق ازلی مایۂ تست یہفت فلک کمینہ یک پایۂ تست
جسمت ز لطافت چوندارد سایہ زانست کہ آفتاب در سایۂ تست

حکمتِ دیگر

آنکہ در ظل ہر چیزی مثل اوست چوں آنحضرت را صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از زمان ایجاد خلق تا وقت افناء آں مثل و نظیر نبود لاجرم سایہ کہ مثل شخص است از ذات آنحضرت ﷺ مختفی است

سایہ چوں با شخص کند ہمسری نیست ترا درخور دمہ ہمسری
چونکہ نظیرت نبود در جہاں سایہ ترانیست ازاں ہمتاں

حکمتِ دیگر

آنست کہ زمین از آلائش خالی نیست حق تعالیٰ نمی خواست کہ سایہ ذات پاک محمدی ﷺ بر خاک افتد نباید کہ بر جائے ناپاک افتد صیانت ایں معنی نمودہ بدیں خصیصہ اش مخصوص گردانید

سایہ ندیدت برزمیں ہیچ کس نور بود سایۂ خورشید و بس
جانب آز آلائش تن پاک بود سایہ نینداخت بریں خاک بود

حکمتِ دیگر

آنکہ ظل ظلیل و سایۂ نبیل آں پیغامبر با تجلیل علیہ الصلوۃ والسلام برزمین افتادی واقدام کافراں و منافقاں برآں محل رسیدی مناسب علو مرتبت و رفعت و منزلتِ آنحضرت ﷺ نبودی لاجرم آں حضرت ﷺ جلال احدیت جل و علا سایہ گرانمایہ آنحضرت محمدیہ ﷺ ازیں نوع اہانت وصیانت فرمود کہ **ولا یقع ظلہ علی الارض**۔

من آں نیم کہ قدم برقدم نہم لیکن
بہر زمین کہ تو می نہی سرم آنجاست

حکمتِ دیگر

آنکہ چنانکہ در دنیا دعای خود را از برائے شفاعتِ امت ذخیرہ ساخت چنانچہ فرمود **لکل نبی دعوۃ مستجابۃ و انما حساب دعوتی شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** ہم چنیں سایۂ خودرا در دنیا ذخیرہ ساخت از برائے آفتاب قیامت گزاشت۔[1]

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کس خوبصورت انداز سے ارشاد فرماتے ہیں۔

چوں فناش از فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود[2]

اس کی شرح میں مولانا بحرالعلوم ارقام پذیر ہیں کہ:

"در مصرعۂ ثانی اشارہ بہ معجزۂ آں سرور ﷺ کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد۔"

1۔ تحفہ معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ ص 13-12 2۔ مثنوی شریف دفتر پنجم

(دوسرے مصرعہ میں سرور عالم ﷺ کے مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور کا سایہ نہیں تھا)

امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اس مسئلہ پر بڑی موثر اور مدلل تصانیف موجود ہیں جن میں بڑی وضاحت سے تحریر کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہیں کیونکہ آپ نورِ مبین ہیں اور نور کا سایہ نہیں۔ اسی طرح آپ نے اپنے نعتیہ کلام میں اس مشہور معجزہ کو نہایت ایمان پرور الفاظ میں منظوم فرمایا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے آپ کی گرانقدر تصانیف میں سے قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام، نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شئی صلاۃ الصفافی نور المصطفیٰ، ہدی الحیر ان فی نفی الفئی عن سید الاکوان اور حدائق بخشش وغیرہ۔ البتہ یہاں آپ کے والد ماجد امام الاصفیاء حضرت مولانا نقی علی خاں رحمتہ اللہ علیہ کی ایک حسین وجمیل تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں اس مسئلہ کو وہ ایسے رنگ میں لائے ہیں کہ سبحان اللہ! ذرا اندازِ بیان کی خوبی و لطافت دیکھئے اور اپنے عقیدے کو جلا بخشیے:

"سایہ بلند پایہ اس قدر زیبا کا عنقاء قاف نایابی ہے یا سرمۂ چشم عدم، اور ظل ہمایوں اس سایۂ خدا کا عین نور یا نورِ عین نیر اعظم، ماہِ منور کے قریب اندھیرا کسی نے دیکھا ہے؟ اور مہر انور کے پاس سایہ کب آسکتا ہے؟

فتادہ بسایہ ازاں خورشید رخ دور
کہ باہم راست ناید ظلمت و نور

اگر جسم نورانی کے لیے سایہ فرض کیا جائے تو نور کے سوا کیا نظر آئے گا، اگر وہ سایہ دیدۂ اہل بصیرت میں نہ سماتا نورِ معرفت انہیں نظر آتا؟ اور جو وہ ظلِ ہمایوں آئینہ مہر ومہ میں منعکس نہ ہوتا آسمان انہیں آنکھ کا تارا نہ بناتا، مقام اس قامت سراپا عظمت کا اس سے برتر اور

اعلیٰ ہے کہ ہمسر اس کا پایا جائے اور مرتبہ اس جسم مبارک کا اس سے بہت بالا ہے کہ پیرو اس کا چاکر افتادہ نظر آئے۔

یا ایھا المشتاقون بنور جمالہٖ صلوا علیہ و الہ اللھم صل علیٰ نور الھدیٰ بدرالدجی وسلم تسلیما۔" [1]

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی یوں لکھتے ہیں:

وحق تعالیٰ جناب سلامہ علیہ رانور فرمود و بہ تواتر ثابت شد کہ آں حضرت عالی سایہ نداشتند و ظاہراست کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔ [2]

(اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا نیز یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا کیونکہ آپ نور ہیں اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں)

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا بیان بھی ملاحظہ ہو:

"یہ جو مشہور ہے کہ سایہ نہ تھا حضور ﷺ کا، تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے گو وہ ضعیف ہیں مگر فضائل میں متمسک بہ ہو سکتی ہیں۔ [3]

دوسری جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں:

"یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کے سایہ نہیں تھا (اس لیے کہ) ہمارے حضور ﷺ سرتاپا نور ہی نور تھے، حضور ﷺ میں ظلمت نام کو بھی نہ تھی اس لیے آپ کے سایہ نہ تھا کیونکہ سایہ کے لیے ظلمت لازمی ہے۔" [4]

لگے ہاتھوں مفتی دیوبندی جناب عزیز الرحمٰن کے قلم سے ایک فتویٰ بھی دیکھ لیجئے:

1۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب ص 81 2۔ امداد السلوک ص 85

3۔ میلاد النبی ج 4، الربیع فی الربیع ص 576

4۔ شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ ص 39 (بحوالہ ذکر جمیل از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی)

سوال 1464: وہ کون سی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا؟

الجواب

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں آنحضرت ﷺ کا سایہ زمین پر واقع نہ ہونے کے بارے میں یہ حدیث نقل فرمائی:

اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول ﷺ لم یکن یریٰ له ظل فی الشمس والقمر الخ

اور تواریخ حبیب اللہ میں مفتی عنایت احمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بدن نور تھا اسی وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سایہ نہ ہونے کا خوب نکتہ لکھا ہے اس قطعہ میں

پیغمبر ما نداشت سایہ تاشک بدل یقیں نیفتد
یعنی ہر کس کہ پیروِ وست پید است کہ پا زمیں نیفتد

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی[1]

حافظ محمد لکھوی وہابی یوں ارقام طراز ہیں:[2]

خدائے تعالیٰ در آخر سورۂ انبیاء، پ 17 **فرمود وما ارسلنک الا رحمة للعلمين** یعنی نہ فرستادہ ایم ترا یا محمد مگر رحمت برائے جہانیاں، پس گویا سایۂ آنحضرت ﷺ ہمیں ست ہر کہ قابلِ رحمت است زیر سایہ اور درآید و مصنف سیزدہ وجہ بیان کردہ برائے عدم سایہ آں حضرت ﷺ در سیزدہ بیت کہ از قولِ او: ع

اس رحمت عالم سندا سایہ دھرتی مول نہ پوندا

1۔ عزیز الفتاویٰ ج 6 ص 202

2۔ درشیر طریقت برحاشیہ شہباز شریعت

تا قولہ: ع

بس کر، نور محمد کیونکر سایہ سرور کتھرا

1۔ یکے آنکہ تا کافرے یا منافقے براں پائے نہ نہند۔

2۔ دوم آنکہ سایہ خالی از ظلمت وتاریکی نباشد وجسم آں حضرت ﷺ نورانی است۔

3۔ آنکہ سایہ خود را ذخیرہ داشتہ کہ در حدیث بخاری ومسلم مسطور است

4۔ آنکہ سایہ او رحمت است۔

5۔ آنکہ آں حضرت ﷺ پیشوائے جہاں ست مبادا کہ سایہ پیش اوشود۔

6۔ آنکہ سایہ ہر چیز نزدیک او باشد وسایہ تاریک است وآں حضرت روشن ترین جملہ اشیاء ست، پس مناسب نیست کہ تاریکی نزدیک انوار آید۔

7۔ آنکہ دلیل سایہ آفتاب وسایہ ہر چیز بہ بلند شدن آفتاب کم میگر دو مناسب نبود کہ آفتاب سایہ آں حضرت ﷺ راکم سازد۔

8۔ آنکہ در علم الٰہی مردم دو گروہ اند قولہ تعالیٰ **فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر** پس مناسب نبود کہ در سایہ آں حضرت ﷺ کسے در آید۔

9۔ آنکہ سایہ ہر شخصے بہ سجدہ باشد بر زمین واکثر شخصہا خود از سجدہ محروم ے باشند و آں حضرت ﷺ سردار رکوع وسجود کنندگان بود پس حاجت سجود سایہ نبود۔

10۔ آنکہ خدائے تعالیٰ مومناں را از ظلمت برآوردہ بسوئے نورے آردو اگر آنحضرت ﷺ را سایہ ظاہر بودے عکس ایں امر شد۔

11۔ آنکہ بر جوہر صافی را سایہ روشن تر باشد وآنحضرت انوار ہمہ بودند۔

12۔ آنکہ سایہ ہر کسے بر زمین بہ سایہ دیگرے می آمیز دو مناسب نبود کہ سایہ دیگراں بیامیزد۔

13۔ آنکہ سایہ بر چیز صافی صافی می نماید و بر چیزے ناپاک ناپاک مے نماید پس مناسب نبود کہ سایہ آنحضرت ﷺ ناپاک نماید (واللہ تعالیٰ اعلم)

''مسئلہ سایہ'' میں حضرت فقیہ اعظم استاذی المکرم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور

اللہ نعیمی دامت برکاتہم نے مذکورہ فارسی عبادت کا اردو ترجمہ فرمایا ہے، تبرکا اسی کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مولانا نور محمد صاحب جوڑوی نے اپنی مشہور کتاب ''شہباز شریعت ص 210 و 211 کے تیرہ شعروں میں سایہ نہ ہونے کی۔ تیرہ دلیلیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلی تقریر جناب حافظ محمد صاحب لکھی والے اس حاشیہ ''شیر طریقت'' میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں:

'(اوہ رحمت الخ) خدا تعالیٰ نے قرآن مجید سورہ انبیاء کے آخر میں فرمایا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔

یعنی اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے جہانوں کے، پس گویا سایہ آنحضرت کا یہی ہے اس لیے کہ جو شخص قابل رحمت ہے وہ اس سایہ کے نیچے آجاتا ہے۔ مصنف نے آنحضرت کے سایہ نہ ہونے کے بارے میں تیرہ وجوہ تیرہ بیتوں میں بیان کی ہیں، ابتداء ان تیرہ بیتوں کی اس مصرعہ سے ہے۔ ع

بس کر نور محمد کیونکر سایہ سرور کترا

پھر تیرہ وجوہ ایک ایک بیان کرتے ہیں:

1۔ یہ کہ کافر یا منافق اس سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔
2۔ یہ کہ سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آنحضرت کا جسم نورانی ہے۔
3۔ یہ کہ اس نے اپنا سایہ واسطے آخرت کے ذخیرہ رکھا ہے جیسا کہ اپنی دعا کی شفاعت کے لیے ذخیرہ رکھا چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں لکھا ہوا ہے۔
4۔ یہ کہ سایہ اس کا رحمت ہے۔
5۔ یہ کہ آنحضرت جہان کے پیشوا ہیں ایسا نہ ہو کہ سایہ ان کے آگے ہو۔
6۔ یہ کہ سایہ ہر چیز کا اس کے نزدیک ہوتا ہے اور سایہ تاریک ہے اور آنحضرت تمام چیزوں سے زیادہ روشن ہیں، پس مناسب نہیں کہ تاریکی

اس کی اس کے نزدیک آئے۔

7۔ یہ کہ سایہ کی دلیل آفتاب ہے اور سایہ ہر چیز کا بسبب بلند ہونے آفتاب کے کم ہو جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آفتاب آنحضرت کے سایہ کو کم کردے۔

8۔ یہ کہ علم الٰہی میں لوگ دو گروہ میں فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر یعنی ایک گروہ جنتی اور ایک گروہ دوزخی، پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص اس کے سائے کے نیچے آئے اور پھر دوزخی ہو جائے۔

9۔ یہ کہ سایہ ہر شخص کا زمین پر سجدہ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ آپ ہی سجدہ سے محروم ہوتے ہیں اور آنحضرت رکوع اور سجود کرنے والوں کے سردار تھے پس حاجت سجود سایہ کی نہ تھی۔

10۔ یہ کہ خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور اگر آنحضرت کا سایہ ظاہر ہوتا تو اس کا عکس ہوتا۔

11۔ یہ کہ جو ہر صافی کا سایہ بہت روشن ہوتا ہے اور آنحضرت سب سے زیادہ روشن تھے۔

12۔ یہ کہ سایہ ہر ایک دوسرے کے سایہ سے مل جاتا ہے اور مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ دوسروں کے سایہ سے خلط ملط ہوتا۔

13۔ یہ کہ صاف چیز پر سایہ صاف دکھائی دیتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے پس مناسب نہ تھا کہ آنحضرت کا سایہ ناپاک دکھائی دیتا۔"

ان عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین، ائمۂ کرام، محدثین و مفسرین عظام، علماء و صوفیاء اور اولیاء اللہ کا مذہب و عقیدہ یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ کا جسم انور بے سایہ تھا۔

کائنات حُسن میں وہ جلوہ فرما ہوگئے
جن کی صورت حق نما ہے جن کی سیرت حق نما

(تابش قصوری)

سایۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلامِ شعراء

اکابر امت کے اقوال وارشادات اور منظوم خیالات سے مستفیض ہونے کے بعد برصغیر کے ان گنت شعراء میں سے چند حضرات کے اشعار پیش کیے جاتے ہیں جنہوں نے اس عقیدے کو بڑے لطیف پیرائے میں نعت کا موضوع بنایا اور اس مسئلہ کو رنگا رنگ نکات سے مزین کیا ہے۔

آج کل بہت کم شعراء قرآن و احادیث کے مضامین کو نظم کا لباس پہناتے ہیں یہ اشعار ان کے لیے بھی یقیناً مینار نور کی حیثیت رکھیں گے تا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں حضور کے اوصافِ جمیلہ، کمالاتِ حمیدہ اور معجزاتِ کریمہ کا کھل کر اظہار فرما سکیں۔

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

برہنہ گرداں قیامت بدوش	گشتہ زذیلِ کرمش حلہ پوش
سایۂ خویش آنکہ نکر دیش نشر	داشتہ از پئے خورشید حشر
تا چو بسوزیم دراں آفتاب	خود فگنے سایہ براہل عذاب
از عمل خویش ندارم امید	برکرم تست مرا اعتمید
ایں ہمہ گستاخی ما برگناہ	زاں سبب آمد کہ توئی عذر خواہ
من کہ بجاں بستہ روئے توام	خسرو اماسگِ کوئے توام

(تتمہ معارج النبوۃ)

شیخ عبدالاحد مجددی:

ازاں سایہ کہ اوقدش ریوند سواد مردم بینش نموند

(ارمغانِ نعمت)

فیضی:

امی و دقیقہ دانِ عالم بے سایہ و سائبان عالم

(اقبال اور عشقِ رسول)

حکیم فیروز الدین طغرائی امرتسری:

آفاق را آفتاب رخت گشت مستغیر بے سایہ ازاں کہ زنور آفریدہ ای

(فارسی گویانِ پاکستان)

علیم اللہ علیم (قلات):

درنظر آمد مرا اندر کتاب معجزہ بسیار بودش بے حساب

ہیچگہ سایہ نبودش برزمین نور را سایہ نبا شد بالیقین

(شعر فارسی در بلوچستان)

مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ:

سایہ نبودش برزمین اے فلاں سایہ ندید ست کس ازروح و جاں

(تحفۂ رسولیہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی:

جلتی تھی زمیں کیسی، تھی دھوپ کڑی کیسی

لو وہ قدِ بے سایہ اب سایہ کناں آیا

....

تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو ٹکڑا نور کا سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت ظلِ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

مولانا حسن رضا خان بریلوی:

یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہے
(ذوقِ نعت)

حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ:

سراپا نور ہیں وہ نورِ حق نور علی نور
کمشکوٰۃ ہے شان ان کی انہیں کیا واسطہ ظل سے
(دیوان نعیم)

مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا نوری:

وہ ہیں خورشید رسالت، نور کا سایہ کہاں اس سبب سے سایۂ خیر الوریٰ ملتا نہیں
(قبالۂ جنت)

مولانا ضیاء قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ:

عیاں تھی شانِ یکتائی، نہ تھا سایہ محمد کا
شعاعِ نورِ وحدت جسمِ انور تھا محمد کا
نہ پایا چاندنی شب میں نہ دیکھا روز روشن میں
مہ و خورشید ڈھونڈا ہی کیے سایہ محمد کا
(تجلیاتِ نعت)

امیر مینائی:

زمیں پر عمر بھر ہم نے نہ پایا اس کے سائے کو
سمجھتے ہی نہ تھے کچھ آج تک ہم اس کنائے کو
(محامدِ خاتم النبیین)

نامعلوم:

نقیضین آکر گلے مل رہی ہیں کہ بے سایہ عالم پہ سایہ فگن
(نوری کرن، خیر البشر نمبر 1961ء)

کیفی ٹونکی:

قد ہے بے سایہ بدن نورِ خدا کا محبوب
ہے خدائی سے یہ انسان نرالا کیسا
پھر قد پاک کا سایہ بھی بناتا بے شک
گر خدا نے تمہیں یکتا نہ بنایا ہوتا
یہ ظاہر بات ہے سایہ کا سایہ ہو نہیں سکتا
خدا کا ہے وہ سایہ، کیا ہو سایہ اس قد کا

(بوستانِ نعت)

فائق بریلوی:

واہ رے یکتائی ایسے کو کیا اپنا حبیب
جس کے سایہ ہی نہ تھا اور مثل بھی نایاب تھی

(بوستانِ نعت)

راسخ دہلوی:

حقیقت میں خدا لگتی کہی پیر طریقت نے
رسول عالم معنی تھا سایہ آپ کے قد کا

(بوستانِ نعت)

عطا بدایونی:

زمیں پر نقشِ پائے مصطفیٰ خورشید رحمت ہے
بنا ہے ظلِ رحمت عرش پر سایہ محمد کا

(بوستانِ نعت)

بیان میرٹھی:

لولاک لما کی شان دونوں میں رہی
سائے سے عدم بنا تو جلوے سے وجود

محسن کاکوری:

مجھ کو نہیں چاہئے کسی کا سایہ
انساں کا، ملک کا، یا پری کا سایہ
سایہ نہ تھا جس کے تنِ اطہر کیلئے
میرے سر پر رہے اسی کا سایہ

مفتی غلام سرور لاہوری:

قدِ بے قد وہ قد تھا جس کے سایہ کے تلے
رات دن روشن تھے سرِ انور و بدرِ کمال

(کلیاتِ سرور)

میر حسین دہلوی:

یہ تھا رمزا اس کے جو سایہ نہ تھا کہ رنگِ دُوئی واں تک آیا نہ تھا

(ارمغانِ نعت)

قلندر بخش جرأت:

دلیل اس کی ہے یکتائی کی یہ لاریب اے جرأت
کہ تھا سایہ نہ اس محبوب ذاتِ کبریائی کا

(ارمانِ نعت)

امام بخش ناسخ لکھنوی:

کھینچے مثل قل پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
نشان سایہ احمد نشاں تصویرِ احمد کا

(ارمغانِ نعت)

دبیر لکھنوی:

تسلیم نبی کو ہر سلیماں خم ہے خاتم لقب و زیر نگیں عالم ہے
سائے کی سیاہی نہ رہے کیونکہ دور خاتم ہے مگر نور کی یہ خاتم ہے

(خاتونِ پاکستان، رسول نمبر)

اصطفا لکھنوی:

نہ کیوں ہو نورِ مجسم وہ جسم بے سایہ
نکال دی گئی ظلمت ہو جس کے سینے سے

(ارمغانِ نعت)

آفتاب اکبرآبادی:

اللہ رے لطافتِ جسمِ رسول پاک　　سایہ پہ حوصلہ نہیں پڑتا نگاہ کا

بیان ویزدانی میرٹھی:

خدا کی طرح وہ بھی ہے نور یکتا　　نظیر اس کی کیا جس کا سایہ نہیں ہے

احسان دانش:

کون ہے کس کو گوارا ہے جدائی تیری
کیوں جدا ہوتا ترے جسم سے سایہ تیرا

احمد ندیم قاسمی:

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

(ضیائے حرم، میلادالنبی نمبر 1975ء)

حفیظ تائب:

اہل جہاں کو ایسی نظر ہی نہیں ملی　　دیکھے جو تیرا سایۂ قدسیدا لوئی

(صلوا علیہ وآلہٖ)

عزیز حاصل پوری:

سایہ تو کہاں، سائے کا عنقا ہے گماں بھی
وہ حسنِ لطافت ہے سراپائے نبی میں

(جامِ نور)

قمر یزدانی:

نظر آیا اسے سائے میں بھی محبوب کا ثانی
خدا نے اس لیے رکھا نہیں سایہ محمد کا

(خم خانہ محمد)

راجا رشید محمود:

چراغِ شوق لے کر رات دن ڈھونڈو زمانے میں
مگر تاحشر پاؤ گے نہ ان کا سایہ و ثانی

(ورفعنا لک ذکرک)

اختر الحامدی:

مجسم نورِ مطلق ہو، جمالِ ذات مولا ہو
ہو تم ظلِ خدا پھر کس طرح سایہ تمہارا ہو

ماہر القادری:

سلام اس پر کہ تھا الفقر فخری جس کا سرمایہ
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ تھا سایہ

(ذکرِ جمیل)

شان الحق حقی:

نہ کہیے ان کا سایہ ہی نہیں تھا کہ ثانی تو کوئی بے شک نہیں ہے
مگر جس پر بھی سایہ پڑ گیا ہے وہ انساں نازشِ روئے زمیں ہے

(ارمغانِ نعت)

اشتیاق حسین شوق:

وہ جس نے زندگی کو بہرہ ور ہونا سکھایا ہے
وہ جس کا قدِ بے سایہ گنہگاروں کا سایہ ہے

(سلامِ قدس)

انصار الٰہ آبادی:

وہ جس نے ظلم سے انساں کو غفلت میں بچایا ہے
جو بے سایہ ہے لیکن عالمِ ہستی کا سایہ ہے

(سلامِ قدس)

شرف شیخوپوری:

سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ سایہ تھا
سلام اس پر کہ جس نے عرش کو جا کر سجایا تھا

(سلام قدس)

صہبا اختر:

وہ نبی جب بھی تھا، جب کوئی نبی آیا نہ تھا
اس کے سائے تھے بہت سے جس کا خود سایہ نہ تھا

سرور بجنوری:

سلام ان پر حبیب اللہ حق نے جن کو فرمایا
سلام ان پر کہ جن کا جسمِ نورانی تھا بے سایہ

(سلامِ قدس)

مرزا ہادی عزیز لکھنوی:

سایہ بھی جدا جسم سے ہوتا نہیں دن رات
زورِ کشش حسنِ خدا داد کی کیا بات

(صحیفۂ ولا)

اعظم چشتی:

تمہارے جسم اطہر کی لطافت ہی بتاتی ہے
کہ ایسی ذات لاثانی کا سایہ ہو نہیں سکتا

(نیر اعظم)

تابش قصوری:

نہ کیوں ہوتا ہے سایہ جسم منور   تھی نور میں آپ کے قد کی تابش

حدیثِ لَو لاک

ماہنامہ ''ضیائے حرم'' مئی 1973ء کے شمارہ میں پروفیسر خالد بزمی کی تحریر نظر سے گزری جس میں ظفر علی خاں کے شعر ؎

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

پر تنقید کی گئی ہے کہ:

''اس میں لولاک لما کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں بعض لوگوں کے قول کے مطابق ایک حدیث قدسی لَولَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ سے ماخوذ ہیں۔ علماءِ حدیث نے عام طور پر مذکورہ الفاظ کو حدیث تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ الفاظ عربی زبان کے قاعدوں کے مطابق درست نہیں، لولاک کی ترکیب محلِ نظر ہے، افلاک کا لفظ قرآن و حدیث میں کہیں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جگہ عام طور پر سماوات کا لفظ استعمال میں آیا ہے''

پروفیسر صاحب نے جو لولاک لما کی ترکیب کو محل نظر بتایا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ ترکیب درست ہے صرف ایک شخص مبرد نے خلاف کیا ہے جس کی ذرہ بھر بھی وقعت نہیں، چنانچہ مغنی اللبیب جلد 1 ص 216 میں ہے:

''سمع قليلا لولای ولولاك ولولاه خلافا للمبرد ثم قال سيبوية والجمهور هی جارة۔''

(عرب سے کبھی کبھی لولای، لولاك، لولاه سنا گیا ہے جبکہ مبرد

اس کے خلاف کہتا ہے، پھر امام سیبویہ اور جمہور ائمہ نحو کہتے ہیں کہ یہ لولا اس ضمیر کو جر دیتا ہے)

نیز تفسیر قرطبی جلد 14 ص 302 میں ہے:

"من العرب یقول لولاکم حکاھا سیبویۃ تکون لولا تخفض المضمر۔"

(بعض عربی کہتے ہیں **لولاکم**، اس کو امام سیبویہ نے حکایت کیا ہے، لَولا اس ضمیر کو جر دیتا ہے)

نیز تفسیر البحر المحیط جلد 7 ص 82 میں ہے:

"حکم الائمۃ سیبویۃ والخلیل وغیرھما مجیئہ بضمیر الجر نحو لولاکم وانکار المبرد ذٰلک لایلتفت الیہ۔"

(امام سیبویہ، امام خلیل اور دیگر ائمہ نے حکایت کیا ہے کہ لَولا ضمیر مجرور کے ساتھ آتا ہے جیسے **لولاکم**، اور مبرد کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جاسکتا)

مفسرین اور ائمہ لغت کی ان تصریحات سے امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ لَولاکَ کی ترکیب صحیح ہے اور عربی قواعد کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث **لولاک لما خلقت الافلاک** کو بعض نے موضوع کہا ہے مگر ساتھ ہی محققین نے وضاحت فرما دی کہ وضع کا تعلق صرف الفاظ سے ہے معنی اور مفہوم بالکل صحیح ہے۔

چنانچہ ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

"قال الصنعانی انہ موضوع کذافی الخلاصۃ لکن معناہ صحیح۔"

(اس حدیث کو صنعانی نے موضوع کہا ہے جیسا کہ کتاب "خلاصہ" میں ہے لیکن اس کا معنی صحیح ہے)

کیونکہ یہ معنی بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور اصول حدیث کا ایک

طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ روایت بالمعنی جائز و درست ہے ورنہ کلام کریم کے مختلف زبانوں کے تراجم بھی محل نظر ٹھہریں گے کہ وہ بھی تو آخر روایت بالمعنی ہی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ اس حدیث کو بہانہ بنا کر ظفر علی خان کے اس شعر کو موردِ الزام ٹھہرانا سراسر غلط ہے۔

"افلاک کا لفظ قرآن کریم میں عام طور پر نہیں آیا" یہ اعتراض بھی بے جا ہے افلاک جمع ہے فلک کی، اور یہ قرآن کریم میں سورۃ الانبیاء اور سورۂ یٰس میں ہے: **کل فی فلک یسبحون۔** اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کے ساتھ یہ کہہ کر کہ **افلاک** کی جگہ عام طور پر **سمٰوٰت** کا لفظ آیا ہے" یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ افلاک کا لفظ گویا عربی زبان میں ناپسندیدہ، غیر مانوس اور غریب ہے جو فصیح کلام میں ناقابلِ استعمال ہے حالانکہ یہ الفاظ فصیح ہے، مشاہیر فصحائے عرب کے کلام میں موجود ہے، نیز واضح ہو کہ افلاک کا معنی سماوات خلافِ تحقیق ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ فلک اور سماء الگ الگ چیزیں ہیں۔

چنانچہ قاموس میں ہے:

"الفلك متحركة مدار النجوم والجمع افلاك والمنجمون يقولون انه سبعة اطراق دون السماء وكذافي تاج العروس۔"

(فلک ستاروں کے مدار کو کہتے ہیں اور اس کی جمع افلاک ہے اور اہل نجوم کہتے ہیں کہ فلک آسمان کے نیچے سات چکر ہیں اور اسی طرح تاج العروس میں بھی ہے)

یہ کتب لغت ہیں، اب مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

تفسیر قرطبی میں ہے:

قال الحسن الشمس والقمر و النجوم فی فلك بين

السماء والارض۔"

(حضرت حسن نے فرمایا سورج، چاند اور ستارے فلک میں ہیں جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے)

تفسیر النہر الماد میں ہے:

"قال اکثر المفسرین الفلك موج مکفوف تحت السماء تجری فیه الشمس والقمر۔"

(اکثر مفسرین فرماتے ہیں فلک آسمان کے نیچے ایک لہر ہے جس میں سورج اور چاند چلتے ہیں)

تفسیر البحر المحیط میں اس پر مستزاد کہ:

"قال قتادة الفلك استدارة بین السماء والارض وقال الضحاك انما هو مدار هذه النجوم۔"

(قتادہ نے کہا کہ فلک آسمان اور زمین کے درمیان ایک دائرہ ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ وہ ان ستاروں کا مدار ہی ہے)

روح البیان میں ہے:

"والفلك مجری الکواکب ومسیر لها۔"

(فلک ستاروں کے چلنے اور سیر کرنے کی جگہ ہے)

روح المعانی میں ہے:

"هو کما قال الراغب مجری الکواکب۔"

(فلک، جیسا کہ راغب نے کہا ہے ستاروں کے چلنے کی جگہ ہے)

اس کے بعد فرمایا:

"ولا مانع عندنا ان یجری الکواکب بنفسه فی جوف السماء وهی ساکنة لاتدور اصلاً۔"

(ہمارے اہلِ اسلام کے نزدیک اس میں کوئی مانع نہیں کہ

ستارہ خود بخود آسمان کے پیٹ میں سیر کرے اور آسمان ساکن ہو ہرگز نہ چلے)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"قسمیت تلك الطرق افلاکا فالافلاك تحدث بحدوث سیر الکواکب۔"

(ستاروں کے انہی راستوں کا نام افلاک رکھا گیا ہے، پس افلاک پیدا ہوتے ہیں بسبب پیدا ہونے والے ستاروں کے سیر کے)

پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

"فالفلك غیر اسماء۔"

(لہٰذا فلک آسمان سے الگ شے ہے۔)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"انت تعلم ان السمٰوٰت غیر الافلاك۔"

(تو جانتا ہے کہ آسمان غیر افلاک ہیں۔)

تفسیر طبری میں ہے:

"الفلك الذي بین السماء والارض من مجاری النجوم والشمس والقمر۔"

(فلک جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے ستاروں، سورج اور چاند کے چلنے کی جگہیں ہیں۔)

اسی طرح تفسیر طنطاوی جس میں اکثر علوم جدیدہ کو قرآن کریم سے ثابت کیا ہے، میں بھی بڑی تفصیل کے ساتھ افلاک کو مدارات نجوم کہا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ افلاک کوئی اجنبی لفظ نہیں اور یہ کہ افلاک اور سماوات ایک چیز بھی نہیں تو پروفیسر صاحب کا سماوات کو افلاک کا مترادف یا ہم معنی ظاہر کرنا غلط العوام کی بناء پر ہے یا فارسی کے محاورہ سے مغالطہ لگا، یا بعض

غیر محقق اقوال سے دھوکا کھایا۔[1]

مندرجہ بالا سطور میں موضوعات کبیر کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کہ یہ حدیث باعتبار معنی اور مفہوم کے بھی صحیح ہے، مزید تائید و توضیح کے لیے غور فرمایئے۔ سرکار دو عالم ﷺ ہی سارے عالم کے ایجاد کا سبب اول و اکمل ہیں جس کا ثبوت بکثرت احادیث اور اقوالِ سلف و خلف سے مبرہن و مبین ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جبرائیل امین حضور پرنور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا محمد لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار۔"

ابن عساکر کی روایت ہے:

"لولاک ماخلقت الدنیا۔"

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن النبی ﷺ عن اللہ عزوجل قال یامحمد وعزتی وجلالی لولاک ماخلقت ارضی ولاسمائی ولا رفعت ھذہ الخضراء ولابسطت ھذہ الغبراء۔"

نیز بیہقی اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کیا اور اس کو صحیح کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

"لولامحمد ماخلقتک۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"لولاہ ماخلقتک ولاخلقت سماءً ولا ارضاً۔"

نیز مطالع المسرات وغیرہ کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ ایک اور

1۔ فائدہ: اس بیان و تحقیق سے پتا چلا کہ تمام ستارے مع سورج و چاند آسمان کے نیچے فضا میں گھوم رہے ہیں اور ان کی گردش کے راستے افلاک ہیں تو اس سے جدید مادی وسائل کے ذریعہ خلا بازوں کے چاند یا کسی اور ستارے پر اترنے کا مسئلہ بھی خوب صاف ہو گیا۔

روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے عرض کیا:

یا اللہ! تو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا ہے؟

فرمایا:

"مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم

لولاک ماخلقت ارضی ولاسمائی۔"

مطالع المسرات صفحہ 114 میں ہے:

"وما ارسلناك الآ رحمة للعالمين وقال الشيخ سيدى عبدالجليل القصرى علٰى هذه الآية فهو صلى الله عليه وآله وسلم المرحوم به العالم بنص هذه الآية و ان كل خير ونور وبركة شاعت وظهرت فى الوجود اوتظهر من اول الامجاد الٰى آخره انما ذٰلك بسببه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم۔"

یعنی ہر خیر و برکت اور ہر نور (جس میں سورج، چاند اور ستارے داخل ہیں) جو مشہور و موجود ہو چکا یا آئندہ ہوگا، ازل سے ابد تک سب حضور پر نور علیہ السلام ہی کے سبب ہے۔ نیز مطالع المسرات میں ہے جسے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صلاۃ الصفاء میں بھی نقل فرمایا ہے:

"اسمه صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم محيى لحيٰوة جميع الكون به صلى الله عليه وآله وسلم فهوروحه وحيٰوته وسبب وجوده وبقائه۔"

(حضور پر نور علیہ السلام کا نام محیی ہے اس لیے کہ سارے جہان کی زندگی آپ کے سبب سے ہے کیونکہ وہ جہان کی روح اور جان ہے اور اس کے باقی رہنے اور پیدا ہونے کا سبب ہیں)

شرح شیخ زادہ علی البردہ میں **لولاه لم تخرج الدنيا من العدم** کی

تشریح میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کا حکم فرماؤ۔

فلولا محمد ماخلقت آدم ولولامحمد ماخلقت الجنة والنار۔

یعنی اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں بہشت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔"

خرپوتی شرح قصیدہ بردہ صفحہ 72-71 میں اسی شعر کی تشریح میں ہے:

"فی هذا البیت تلمیح الٰی مانقل فی الحدیث القدسی لولاك لما خلقت الافلاك والمراد من الافلاك جمیع المکنونات اطلاقا لاسم الجزء علی الکل و اشارة علی ماوقع له ﷺ فی لیلة الاسراء فانه علیه السلام لما مسجد الله تعالیٰ فی سدرة المنتهی قال الله تعالیٰ له علیه الصلوٰة والسلام انا وانت وما سوی ذٰلك خلقته لاجلك۔"

(اس شعر میں اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے لولاك لما خلقت الافلاك۔ اور یہاں افلاک سے مراد تمام مخلوقات ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے جو شب اسراء اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا، جب آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کیا کہ میں اور تو اور اس کے سوا جو کچھ ہے سب کو تمہارے سبب سے پیدا کیا ہے)

نیز مطالع المسرات وغیرہ میں ہے:

"قد قال علیه السلام اول ماخلق الله نوری ومن نور خلق کل شیئ۔"

(حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور

کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہی ہر چیز کو پیدا فرمایا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث جس کو اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صلاۃ الصفاء فی نور المصطفیٰ صفحہ 2 پر بھی نقل فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے، پھر وہ نور گردش کرتا رہا قدرت سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا حالانکہ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت نہ دوزخ، نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان و زمین، نہ سورج نہ چاند، نہ کوئی جن نہ کوئی انسان، پھر اس نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ (المختصر)

اس تمام بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کا نور پاک ابتدائے آفرینش سے آخر تک تمام کائنات کا اصل ہے ساری مخلوقات اور سارا جہاں اس کے انوار و تجلیات سے ہے اور حضور (علیہ السلام) کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لہٰذا حدیث **لولاک لما خلقت الافلاک** کا معنی صحیح اور اس کی ترکیب بے غبار، اور بعض کا اس کے الفاظ کو حدیث تسلیم نہ کرنا نثر و نظم، فضائل و مناقب میں اس کے ذکر کو منع یا ناجائز نہیں کرتا، بفضلہٖ تعالیٰ طالبِ حق کے لئے اتنی وضاحت کافی، اور دوسروں کے لئے دفاتر ہوں تو وہ بھی نادانی۔

ہاں ایک بات اور ہے جس کو میں یہاں بیان کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ پروفیسر صاحب نے اس شعر کو تو خوب ہدفِ تنقید بنایا ہے اور جو سراسر غلط اور عقیدۂ حق اہلسنت کے خلاف ہے، اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، اس نظم کا آخری مصرعہ

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہ کتنا فضول اور لغو ہے۔ پروفیسر صاحب نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ کو ہم مرتبہ قرار دے کر امت اسلامیہ کو ایک بہت بڑے اختلاف و افتراق سے بچایا گیا ہے، اس اعتبار سے مولانا کا یہ خیال ہزار تعریفوں کا حقدار ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا پروفیسر صاحب یہ بتا سکیں گے کہ اس مصرعہ کی بناء پر کتنا اختلاف

ہوا؟ تبرائی فرقے کے کتنے لوگ تائب ہوئے؟ کیا اس سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بعد الانبیاء افضلیت مطلقہ کا انکار لازم نہیں آتا؟ کیا یہ عقیدہ آج تک باعثِ افتراق بنا ہوا ہے؟ معاذ اللہ والعیاذ باللہ! نیز ایک اور بھی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں کہ بزمی صاحب نے ظفر علی خان کی ایک نعت جو صفحہ 193 پر ہے، کے دسویں شعر کا پہلا مصرعہ ''شانِ خدائے پاک تھی یثربیوں کی الخ'' ان دونوں مصرعوں میں بھی ضمناً تعریف و توصیف۔ کی جن مین مدینہ طیبہ کے لئے لفظ ''یثرب'' استعمال کیا گیا ہے جو مکروہ اور خلاف حدیث صحیح متفق علیہ ہے، محققین اکابر اہل سنت والجماعۃ کی یہی تحقیق ہے کہ، چنانچہ حضرت مولانا و مرشد الاعظم سیدی صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عظیم فتویٰ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔

بخاری شریف (وکذا) مسلم میں ہے ''یقولون یثرب وھی المدینۃ'' (لوگ کہتے ہیں یثرب حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ اس کے تحت فتح الباری میں: ''ای بعض المنافقین یسمیھا یثرب واسمھا الذی یلیق بھا المدینۃ'' (بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس کی شان کی لائق نہیں اس کی شان کے لائق نام مدینہ ہے)

دوسری حدیث میں جو امام احمد نے روایت فرمائی ہے:

'' من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ''

(جو شخص مدینہ منورہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہئے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طابہ ہے)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے۔ نیز مرقاۃ جلد 6 ص 23-22 پر طویل بحث ہے جس میں ہے:

قد حکی عن عیسیٰ بن دینار ان من سماھا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما سمیتھا فی القرآن بیثرب فھی

حکایة قول المنافقین الذین فی قلوبھم مرض و قد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیة المدینة بیثرب

عیسٰی بن دینار سے منقول ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اس پر گناہ لکھا جاتا ہے اور وہ جو قرآن کریم میں یثرب کہا گیا ہے تو وہ منافقوں کی بات نقل کی گئی ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور بعض سلف صالحین سے مدینہ عالیہ کو یثرب کہنے کی تحریم نقل کی گئی ہے۔

مدینہ عالیہ کا قدیمی نام یثرب تھا نبی کریم ﷺ نے یہ نام تبدیل فرما دیا اور اس کی جگہ طیبہ اور طابہ نام رکھ دیا۔ چنانچہ یہ لسان العرب اور تاج العروس لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتابوں میں بھی موجود ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب شریف ص 9 میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: "حدیث میں آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں۔"

آگے لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ "جو شخص مدینہ طیبہ کی طرف ناپاکی کی نسبت کرے یا اس کی فضا کو نازیبا کہے وہ مستوجب سزا ہے اور اسے گرفتار کرنا چاہئے حتیٰ کہ سچی توبہ کرے۔" سرکار ابد قرار کے ورودِ مسعود سے پہلے مدینہ شریف کو لوگ یثرب کہتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا نام طیبہ و طابہ رکھا گیا۔ تاریخ بخاری میں ایک حدیث ہے جو شخص مدینہ طیبہ کو ایک بار یثرب کہے وہ اس غلطی کی تلافی کے لئے دس مرتبہ کہے مدینہ مدینہ (انتھی ما من جذب القلوب)

تو معلوم ہوا کہ یہ نام (یثرب) اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا اس منسوخ شدہ نام کو مدینہ شریف کے لئے بولنا کیسے جائز ہوسکتا ہے!

بعض بزرگانِ دین کے کلام میں بھی یثرب کا لفظ پایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے:

کے بودیا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گر بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو اس کی اگر مناسب اور صحیح توجیہ و تاویل ہو تو ٹھیک ورنہ سبقتِ قلم سے تعبیر کیا جائے گا کیونکہ احادیث و اقوال کثیرۂ سلف و خلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ چہ جائیکہ کسی آزاد خیال شاعر کا کلام۔

چنانچہ حضرت مولانا سید العارفین صدرالافاضل مراد آبادی قدس سرہ نے ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرمایا: "رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام (اسی مذکورہ بالا شعر) سے' سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی' تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید! کلام رسول کے لئے کلام غیر ناسخ نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی و عوالی مراد ہیں نہ کہ خاص شہر' چنانچہ یثرب پر بطحا کو عطف فرمانا اس کا مؤید ہے' اور دوسرے شعر میں:

گرد صحرائے مدینہ بہت آمد یا رسول!
من سر خود را فدائے خاک آن صحرا کنم

فرمانا دلیل ہے کہ اس بات کی کہ شعر اول میں یثرب سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ نہایت بہتر ہے تاکہ ممانعتِ حدیث لازم نہ آئے مگر صریح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اس کو سند بنانا نادانی ہے۔

واللہ الهادی وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ و صحبہ وسلم۔

از استاد العلماء حضرت مولانا علامہ ابو الضیاء محمد باقر ضیاء النوری رحمۃ اللہ تعالیٰ صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

حدیثِ لولاک

ضیائے حرم مئی 1973ء کے شمارے میں "مولانا ظفر علی خان کی نعت گوئی" کے عنوان سے جناب خالد بزمی صاحب کا مضمون پڑھا' اس مضمون میں اس شعر پر بحث کی گئی ہے:

گرارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

خالد بزمی صاحب لکھتے ہیں:

"لولاک والی حدیث صحیح نہیں' لیکن مولانا ظفر علی خان بہرحال محدث نہیں شاعر تھے' اور انہوں نے الفاظ عام رواج کے مطابق ہی استعمال کر لئے۔"

اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اگر یہ بات صرف مولانا ظفر علی خاں کی شاعری تک محدود ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن حدیث لولاک کا ذکر تو اس صدی کے سب سے بڑے محدث اور وقت کے مجدد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اشعار[1] میں کیا ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

(حدائق بخشش حصہ اول ص 93)

1۔ یاد رہے کہ آپ نے کلمہ لولاک کا استعمال نہ صرف اشعار میں فرمایا بلکہ 1305ھ/ 1887ء میں "تلالؤ الافلاک بجلال حدیث لولاک" ایک مستقل تاریخی کتاب تصنیف فرمائی

(تذکرہ علمائے ہند ص 100)12

اور محدث ابن جوزی کے تلمیذ رشید شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ترا عز لولاک تمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

(بوستان ص 20)

اس لئے اس حدیث کو محض اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا ذکر صرف ایک شاعر نے کیا ہے۔ اس حدیث کو ناقابل تسلیم قرار دیتے ہوئے خالد بزمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"کسی حدیث کے صحت پر مبنی ہونے کا سب سے پہلا ثبوت اس حدیث کا قواعد عربی کے مطابق ہونا ہوتا ہے اور یہ الفاظ عربی زبان کے قاعدوں[1] کے مطابق درست نہیں' ان الفاظ میں سب سے پہلے لولاک کی ترکیب ہی محلِ نظر ہے۔"

کاش بزمی صاحب نشاندہی کرتے کہ اس میں فلاں عربی قاعدہ کی مخالفت ہے اور اس کی ترکیب میں فلاں غلطی ہے تاکہ اس پر غور کیا جاتا۔

بہرحال اس بحث کے اجمال بلکہ اہمال سے صرف نظر کرکے اس لفظ کی ترکیب نحوی پیش خدمت ہے۔ اس حدیث میں لولا کے بعد ضمیر مجرور متصل کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ لولا کے بعد مبتدا مذکور ہوتا ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے اور مبتدا اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اور اسم ضمیر بھی' اور یہ ضمیر عموماً مرفوع منفصل ہوتی ہے لیکن قلیل طور پر ضمیر متصل بھی لائی جاتی ہے' اور اس وقت لولا جارہ ہوتا ہے اور مجرور بر بناء ابتداء محلا مرفوع ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام انصاری فرماتے ہیں:

"اذا ولی لولا مضمر فحقه ان یکون ضمیر رفع نحو لولا انتم لکنا مؤمنین و سمع قلیلا لولای و لولاه خلا

1۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ صاحب مضمون کا "قاعدوں" لکھنا ہی خلاف قاعدہ ہے کیونکہ عربی زبان میں قاعدہ کی جمع قاعدوں نہیں قواعد آتی ہے' تو امید ہے کہ بزمی صاحب برا نہیں مانیں گے۔ (سعیدی)

فاللمبرد ثم قال سیبویۃ والجمھور ھی جارۃ ولا تتعلق لولای بشیٔ وموضع المجرور بھا رفع بالابتداء والخبر محذوف" (مغنی اللبیب ج 1 ص 216)

جب لولا کے بعد ضمیر لائی جائے تو وہ ضمیر مرفوع ہونی چاہئے مثلاً لوانتم ...... الخ اور قلیلا سنا گیا ہے لولای، لولاک اور لولاہ برخلاف مبرد اور سیبویہ۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ لولا جارہ ہے اور ضمیر کے ساتھ خاص ہے جیسے "حتی" اور "کاف" کی خبر اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اور یہ لولا کسی کے متعلق نہیں ہوتا اور اس کا مجرور بربنائے ابتداء محلا مرفوع ہوتا ہے۔"

نیز علامہ بوصیری نے عربی زبان کے مشہور قصیدہ بردہ میں لولا کے بعد ضمیر مجرور متصل کو استعمال کیا ہے، فرماتے ہیں:

لولاہ تخرج الدنیا من العدم

اور عربی زبان کا مشہور اور مستند شاعر ابوالطیب متنبی کا یہ شعر بھی لولا کے بعد ضمیر مجرور متصل کے استعمال پر ایک قوی شہادت ہے:

الی ذی شیمۃ لشغفت فوادی
فلولاہ لقلت بہ النیا

(دیوان متنبی ص 72)

اس حدیث پر بزمی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لولاک اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ہے لولاک لما خلقت الافلاک اور یہ صحیح نہیں ہے۔

اس بارے میں یہ معروض ہے کہ صرف لولاک کے ذکر کر دینے سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ لولاک لما خلقت الا فلاک سے ماخوذ ہے، یہ حدیث متعدد الفاظ سے مروی ہے، مثلاً

(1) لولاک لما خلقت الجنۃ

(2) لولاک لما خلقت النار

(3) لولاک لما خلقت الدنیا

پس جب یہ حدیث متعدد الفاظ سے مروی ہے تو صرف لولاک لما خلقت الا فلاک کو کیسے مستلزم ہوگیا؟ صاحب مضمون کے علم اور بصیرت کے پیش نظر یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے سامنے حدیث کے یہ مختلف الفاظ نہیں تھے پھر کون سا وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے بزمی صاحب نے حدیث کے یہ معروف اور مسلم الفاظ چھوڑ کر خاص لفظ افلاک کو ذریعہ تنقید بنایا؟

اس حدیث کی تحقیق کے سلسلے میں اولاً گزارش یہ ہے کہ ماہرین حدیث نے تصریح کی ہے کہ لولاک لما خلقت الا افلاک معناً ثابت ہے لیکن لفظ افلاک کے ساتھ ثابت نہیں' چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

لولاک لما خلقت الا فلاک' قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا اتا نی جبرائیل فقال یا محمد لولا ما خلقت الجنة لولاک ما خلقت النار' وفی روایة ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا۔" (موضوعات کبیر ص 59)

"صنعانی نے کہا کہ لولاک لما خلقت الافلاک موضوع ہے (خلاصہ) لیکن اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ دیلمی ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے' میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہ جنت پیدا کرتا نہ نار پیدا کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو پیدا نہ کرتا۔"

اور مولانا عبدالحی لکھتے ہیں۔

قلت نظیر اول ما خلق اللہ نوری فی عدم ثبوته لفظا

و وروده معنى ما اشتهر على لسان القصاص و العوام والخواص من حديث لو لاك لما خلقت الافلاك

"میں کہتا ہوں کہ اول ما خلق الله نوری جس طرح لفظاً ثابت نہیں اسی طرح وہ حدیث ہے جو واعظین اور عوام و خواص کی زبان پر مشہور ہے یعنی لولاك لما خلقت الا فلاك

(الآثار المرفوعہ ص 35)

دیلمی نے فردوس' احمد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں' شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں' اور کثیر محدثین اور اجلہ علماءِ اسلام نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو متعدد الفاظ سے ذکر کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے اور اس سے مسائل کو مستنبط کیا ہے اور اس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ محدثین اور علماء اسلام کے نزدیک حدیث لولاك صحیح اور ثابت ہے اور یہ متعدد الفاظ سے مروی ہے البتہ لولاك لما خلقت الافلاك میں "افلاک" کا لفظ کسی روایت سے ثابت نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ علماء اصول حدیث کی تصریح کے مطابق روایت بالمعنی جائز ہے۔ دیکھئے شرح نخبۃ الفکر ص 60۔ اور جب افلاک کے معنی میں لفظ سماء حدیث میں وارد ہے تو سماء کے معنی میں افلاک کی روایت قطعاً جائز قرار پائی' اسی وجہ سے ماہرین حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت معناً ثابت ہے اور اعاظم علماء اسلام نے اس کو افلاک کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ذیل میں ہم ان احادیث کو پیش کر رہے ہیں جن میں لولاک کے ساتھ لفظ سماء کی صراحت کی گئی ہے' چنانچہ علامہ برہان الدین حلبی فرماتے ہیں:

و ذكر صاحب كتاب شفاء الصدور في مختصره عن علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ عن الله عزوجل قال يا محمد وعزتي وجلالي لولاك لما خلقت ارضي ولا سمائي ولا رفعت هذه الخضراء

ولابسطت هذه الغبراء

(انسان العیون جلد 1 ص 357)

''صاحب شفاء الصدور میں حضرت علی سے انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ اور سرکار نے مولائے کائنات عزوجل سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو نہ میں زمین پیدا کرتا نہ آسمان' نہ یہ نیلگوں چھت بلند کرتا اور نہ خاکی فرش بچھاتا۔''

اور علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی حدیث عمر بن الخطاب ﷺ عند البیهقی فی دلائله والحاکم وصحیحه وقول الله تبارک وتعالیٰ لآدم علیه لولا محمد ما خلقتك وروی فی حدیث اخرلولاه ماخلقت ولا خلقت سماء ولا ارضا۔

بیہقی اور حاکم نے حدیث عمر ﷺ میں ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور وہ اللہ عزوجل حضرت آدم سے فرماتا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا' اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔''

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص 264)

اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

''امام قسطلانی مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ میں رسالہ میلاد و امام علامہ سے ناقل' مروی ہوا کہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی! تو نے میرے کنیت ابو محمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا اے آدم! اپنا سر اٹھا' آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا' سراپردۂ عرش میں محمد ﷺ کا نور نظر آیا' عرض کی: الٰہی! یہ کیسا نور ہے؟ فرمایا: **هذا نور نبی من ذریتك اسمه**

فی اسماء احمد وفی الارض محمد لولاہ ما خلقت سماء ولا ارضا (یہ نور ایک نبی کا ہے تیری اولاد سے اس کا نام آسمانوں میں احمد ہے اور زمین میں محمد اگر وہ نہ ہوتا میں نہ تجھے بناتا اور نہ زمین و آسمان کو بناتا۔)

(تجلی الیقین ص 40)

اور علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی تحریر فرماتے ہیں:

عن علی ﷺ قلت یا رسول اللہ مم خلقت قال لما اوحی الی ربی بما اوحی قلت یا رب مم خلقتنی قال تعالیٰ وعزتی وجلالی لولاك ما خلقت ارضی و سمائی۔"

حضرت علی ﷺ سے روایت ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کس لئے پیدا کیے گئے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی تو میں نے پوچھا: تو نے مجھے کس لئے پیدا فرمایا؟ فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تمہیں پیدا نہ کرتا تو نہ آسمان کو پیدا کرتا نہ زمین کو۔"

(نزہتہ المجالس ج 2 ص 119)

نقول بالا میں یہ حدیث لفظ سماء کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور اسے علماء اسلام اور ماہرین حدیث نے روایت کیا ہے اور اس سے ہمارا مقصود اس امر پر دلیل قائم کرنا ہے کہ افلاک کے معنی میں لفظ سماء کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی گئی ہے اور چونکہ افلاک کا لفظ معنیً ثابت ہے اس وجہ سے اس حدیث کی سماء کے معنی میں افلاک کے ساتھ روایت بالمعنی قطعاً جائز قرار پائی۔ باقی بزمی صاحب کا یہ کہنا کہ "پھر افلاک کا لفظ قرآن و حدیث میں کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔" چنداں لائق التفات نہیں ہے کیونکہ اگر صرف لفظ افلاک کے مطالبہ پر ہی

اصرار ہے تو یہ صرف لفظ ضد کے سوا کچھ نہیں ورنہ فلک جو افلاک ہی کا واحد ہے اس کا استعمال قرآن و حدیث دونوں میں موجود ہے' مثلاً قرآن کریم میں ہے کل فی فلک یسبحون اسی طرح حدیث شریف میں بھی لفظ فلک مستعمل ہے۔ چنانچہ حدیث کے مشہور امام علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔

(فلك) في حديث ابن مسعود تركت كانه يدور في فلك۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر' ج 3 ص 315)

اسی طرح لغت حدیث کے ایک اور امام شیخ محمد طاہر نے بھی اس حدیث کو مجمع بحارالانوار جلد 3 صفحہ 95 پر "فلک" کے تحت ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا تصریح سے ظاہر کیا گیا کہ "فلک" کا لفظ غیر قرآنی یا غیر حدیثی نہیں ہے اور کتاب و سنت میں یہ لفظ مستعمل ہے۔ فلہذا اس کے جمع افلاک بھی قرآن اور حدیث کی زبان کے لئے اجنبی اور اس سے متصادم نہیں بلکہ اطلاقات کتاب اور سنت کے موافق اور عین مطابق ہے اور یہ تمام حقائق اساتذہ اسلام اور محققین علماء کرام پر عیاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں اپنی تصانیف میں اس حدیث کو لفظ "افلاک" کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"سرِ حدیثِ قدسی **لولاك لما خلقت الا فلاك** را کہ در شان ختم الرسل واقع است علیہم الصلوات والتسلیمات اینجا باید جست۔"

(حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" جو حضور ختم الرسل ﷺ کی شان میں آئی ہے' اس کا بھید بھی اس جگہ معلوم کرنا چاہیے۔)

(مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم۔ مکتوب 22 ص 155)

اسی حدیث کو الشیخ احمد سرہندی نے مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم' مکتوب 124 ص 176 میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جو علمی اور تحقیقی مقام ہے وہ خویش بیگانہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور مکتوب میں شیخ کا اس حدیث کو

متعدد بار ذکر کرنا اور اس پر استدلال کرنا اس امر پر آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک حدیث **لولاک لما خلقت الا فلاک** معنیً صحیح اور ثابت ہے۔ اور علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

والتعیین الاول المشار الیه بقول صلی اللّٰه علیه وآله وسلم اول ما خلق اللّٰه نور نبیك یا جابر و بواسطة حصلت الا فاقة کما یشیر الیه لو لاك لما خلقت الا فلاك

(اور تعیین اول کی طرف حضور کے قول "اے جابر! سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا فرمایا اور اسی کے واسطے سے خلق کو فیضان ہوا" کی طرف اشارہ ہے' اور اس کی طرف **لولاك لما خلقت الا فلاك** میں اشارہ ہے)

تفسیر روح المعانی اہل سنت کے تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول ہے اور علامہ محمود آلوسی کو متاخرین مفسرین میں سے سب سے اونچا مقام حاصل ہے۔ ان کی علمی ثقاہت سب کے نزدیک مسلّم حیثیت رکھتی ہے اور حدیث پر جرح و قدح کرنے میں ان کی نظر ابن جوزی سے کم نہیں' چنانچہ بعض ایسی احادیث جن کا عامۃ الفقہا اور بعض محدثین نے اعتبار کیا ہے مثلاً منع ذکر جہر کے بارے میں اثر ابن مسعود اور حدیث **تلك الغرانیق العلیٰ**) ان کی اسناد پر علامہ آلوسی نے محققانہ جرح کرنے کے بعد انہیں رد کر دیا ہے پس ایسے عظیم محقق اور ناقدِ حدیث کا **لولاك لما خلقت الافلاك** سے استشہاد کرنا اس حدیث کی صحت پر نہایت قوی اور عادل شہادت ہے اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی لکھتے ہیں:

وقوله لولاه اقتباس من حدیث لولاك لما خلقت الافلاك

(بوصیری کا قول "لولاہ" حدیث **لولاك لما خلقت الافلاك** کا اقتباس ہے

(عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ ص 17' 25)

مولانا ذوالفقار علی مسلک دیوبند کے ترجمان اور اصول بزمی صاحب کے

ہم عقیدہ ہیں اس لئے سلفی اور دیوبندی حضرات دونوں مولانا ذوالفقار علی کی یہ تحریر حجت ہے جس میں انہوں نے **لولاک لما خلقت الافلاک** کا حدیث ہونا تسلیم کرلیا ہے۔

ان تصریحات سے شمس و امس کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ حدیث لولاک کی افلاک کے لفظ کے ساتھ روایت بالمعنی جائز ہے اور سماء' جنت' نار اور دنیا کے الفاظ کے ساتھ اس کی روایت باللفظ صحیح ہے اور اس طرح حدیث لولاک روایت و درایت' ترکیب و اعراب ہر اعتبار سے بے غبار ہوگئی۔

بشکریہ ماہنامہ ضیائے حرم' جون 1973ء

از مولانا غلام رسول سعیدی

دامن کو ذرا دیکھ......؟

قارئین کرام! "حدیث لولاک" پر آپ نے تحقیقی مضامین ملاحظہ فرمائے۔ اب ذرا معترض کے اپنے قلم سے اعتراف حقیقت دیکھئے۔ میرے سامنے جناب جان محمد انجم وزیر آبادی کا مجموعہ نعت "مینائے کوثر" جسے تاج کمپنی نے 1969ء/ 1388ھ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی' جس میں جناب خالد بزمی صاحب حضرت انجم وزیر آبادی کے تعارفی کلمات کے بعد لکھتے ہیں۔

"لیجئے اس "مختصر تعارف" کے بعد اس مجموعہ کے بعض اشعار ملاحظہ کیجئے' متعدد اشعار پیش کرنے کے بعد صفحہ نمبر 10 کا یوں آغاز کیا۔ "حدیث پاک میں ہے' **لولاک لما خلقت لا فلاک** اگر تو نہ ہوتا تو میں ان آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔" اس سے ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات گرامی باعث تخلیق عالم ہے اور آپ ہی کے لئے سورج' چاند اور ستاروں کی بزم سجائی گئی ہے:

آپ کے انوار سے روشن ہیں خورشید و قمر
آپ کے جلووں سے قائم ہے بہار گلستان

اس حقیقت کو اہل دل و نظر ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جو اس آقائے نامدار کا دیوانہ ہو وہ جہاں کے حکیموں' فلسفیوں اور نکتہ وروں سے زیادہ فرزانہ ہوتا ہے اور جو شخص ان کا دیوانہ نہیں تو اس یقین میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرزانہ نہیں۔

آہ وہ دل عشق احمد میں جو دیوانہ نہیں
لاکھ فرزانہ کہے دنیا وہ فرزانہ نہیں

اس نعت کا مقطع بھی حقیقت ہے۔

اس پہ کھل سکتے نہیں انجم کبھی راز حیات
بالیقیں شمع رسالت کا جو پروانہ نہیں
تری صورت میں ہوا نور حقیقت بے نقاب
کیوں نہ کہہ دوں "آفتاب آمد دلیل آفتاب"

خالد بزمی مزید تحریر کرتے ہیں۔ "انجم صاحب کی فارسی نعتوں سے حسب ذیل اشعار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔"

دو عالم ہویدا ز نور محمد ﷺ
ہمہ ایں و آں از ظہور محمد ﷺ
زمین و زماں مست و مخمور باشد
بہ جرعہ ز جام طہور محمد ﷺ
زمین و فلک مستفیض ضیاء اند
ز روئے محمد ز نور محمد ﷺ

آخری سطر یوں رقم طراز ہیں۔

الغرض انجم صاحب کے اس نعتیہ مجموعہ میں اہل دل کے لئے بہت سے جواہر ریزے ہیں جن سے دلدادگان محبوب حق اپنے دامن بھر سکتے ہیں۔

انہی جواہر ریزوں کی حضرت انجم یوں خیرات تقسیم کر رہے ہیں۔

روشن ترے انوار سے نیر بھی قمر بھی
مظہر تیرے انوار کا ہیں گل بھی شجر بھی
دل ماہی بے آب ہے فرقت میں جگر بھی
رحمت کی نظر سید لولاک ادھر بھی

حدیث لولاک لما خلقت الافلاک پر اپنی لاعلمی کے جواہر بکھیرنے والے پروفیسر بزمی صاحب!! ان تعارفی کلمات کو کون سے ترازو میں رکھا جائے؟ دنیوی فرزانگی میں یا مصطفوی دیوانگی میں۔ محسوس ایسے ہوتا ہے جب آپ

مصطفوی دیوانگی سے سرشار تھے تو یہی عقیدہ تھا جو مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے اور جب منافقت کے جراثیم آپ کے رگ و ریشے میں سرایت کر گئے تو دنیوی فرزانگی سے مست ہو کر اس حدیث پر لایعنی اعتراض کر دیے جسے دیوانگی کے عالم میں آپ حقیقت تسلیم کر چکے تھے۔

تمہاری چال سے پہچانا ہم نے تم کو برقعے میں
ہزاروں گو چھپایا تم نے خود کو سر سے پاؤں تک

تابش قصوری

❁❁❁

میلادِ نور علیہ وسلم صلی اللہ

صحابہ کرام اور محفل میلاد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ بَيْتِهٖ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ ﷺ لِقَوْمٍ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ وَيَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ فَاِذَا جَآءَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِيْ

(الدار المنظم فی مولد النبی الاعظم)

تنویر لابی الخطاب الاندلسی ذکرہ الزرقانی۔

ایک دن وہ اپنے گھر ایک اجتماع سے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات بیان فرما رہے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے محظوظ ہو کر حمدِ الٰہی اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ (وسلام) پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

صحابہ کرام اور تعلیم میلاد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَرَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِلٰى بَيْتِ عَامِرِ نِ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ يُعَلِّمُ وَقَائِعَ وِلَادَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَبْنَائِهٖ وَعَشِيْرَتِهٖ وَيَقُوْلُ هٰذَا الْيَوْمُ هٰذَا الْيَوْمُ فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ

اِللّٰہِ فَتَحَ لَکَ اَبْوَابَ الرَّحْمَۃِ وَمَلٰئِکَۃُ کُلُّھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَکَ وَمَنْ فَعَلَ فِعْلَکَ نَجٰی نَجَاتَکَ۔ (حوالہ مذکور)

نبی کریم ﷺ کی معیت میں، میں حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گیا وہ اپنے گھر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو واقعات و لادتِ مصطفیٰ ﷺ کی تعلیم دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی وہ دن ہے یہی وہ دن ہے جس دن حضور ﷺ جلوہ گر ہوئے، پس حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور تمام فرشتے تمہاری مغفرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں اور جو شخص تیری طرح (محفل میلاد) منعقد کرے گا وہ تیری طرح نجات پائے گا)۔

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا ہے کہ محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ صحابہ کرام کا معمول تھا اور عین ولادت باسعادت کے دن یعنی 12 ربیع الاول شریف کو بھی محفل میلاد کا انعقاد صحابہ کرام کی سنت ہے۔

ستاروں کی بارش

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اس رات مجھے ہر چیز سورج کی طرح روشن دکھائی دیتی تھی، میں نے ستاروں کو دیکھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری طرف چلے آرہے ہیں۔

نور ہی نور

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت انجام دے رہی تھی

کہ میں نے دیکھا آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آ گیا' میں نے اس وقت دس نشانیاں دیکھیں۔

1۔ جب آپ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے سجدہ کیا۔

2۔ سجدہ سے سر اٹھاتے ہی فصیح و بلیغ انداز میں کہا:

لَآاِلٰهَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

3۔ میں نے کاشانہ نبوت کو آپ کے چہرہ انور کے نور سے نور و نور پایا۔

4۔ میں نے آپ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ہاتف نے آواز دی: اے صفیہ! تم تکلیف نہ اٹھاؤ ہم نے اپنے حبیب پاک کو پاک و طاہر پیدا فرمایا ہے۔

5۔ میں نے معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا' تو میں نے دیکھا آپ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

6۔ میں نے کپڑے میں لپیٹنے کے لئے اٹھایا تو آپ کی پشت پر مہر نبوت تھی۔

7۔ آپ کے کندھوں کے درمیان تحریر تھا

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

8۔ وہاں سے میں نے آپ کے انوار سے بصرہ و شام کے محلات دیکھے۔

9۔ آپ کی آنکھیں سرگیں اور چہرہ متبسم تھا۔

10۔ کاشانہ اقدس پر نورانی پرچم لہراتا نظر آیا۔

بُت سرنگوں ہو گئے

حضرت عبدالمطلب بیان فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی شب طواف کعبہ میں مصروف تھا' نصف رات گزر رہی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ مقام ابراہیم کی جانب بیت اللہ شریف سجدے کر رہا ہے اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں' پھر آوازیں سنائی دیں کہ اب میں مشرکوں کی نجاستوں اور زمانہ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک و صاف کر دیا گیا ہوں' پھر وہاں پر تمام

بت سرنگوں دیکھے۔ ہبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا تھا وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پر گرا پڑا ہے' پھر صفا پر آیا وہاں خوشی و مسرت سے شور سنائی دے رہا تھا مگر آواز دینے والے نظر نہیں آ رہے تھے' ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ پرندوں کی صورت میں ملائکہ مکہ مکرمہ پر بادل کی طرح چھائے ہوئے ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ پیدا ہو چکے ہیں' پھر میں کاشانہ آمنہ کی طرف آیا' دروازہ بند تھا' میں نے کہا دروازہ کھولئے' حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! محمد کی ولادت باسعادت مبارک ہو۔ میں نے کہا: ذرا میرے پاس لائیے تاکہ زیارت سے شادکام ہو لوں۔ بولیں ابھی اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا: آمنہ! تین دن اس سعادت مند فرزند کو دکھایئے گا نہیں۔ پھر میں نے ایک نقاب پوش کو دیکھا جو تلوار لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے۔ عبدالمطلب! واپس جایئے تاکہ ملائکہ مقربین اور تمام علیین تیرے شہزادے کی زیارت سے فارغ ہو جائیں' اس پر میرا جسم لرزنے لگا اور میں فوراً باہر نکلا تاکہ قریش کو حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر دوں لیکن ہفتہ بھر میری زبان بند ہی رہی' میں کسی سے بات بھی نہ کر سکا۔

یہودی بوکھلا اٹھے

جس رات حضور خاتم النبیین ﷺ جلوہ افروز ہوئے اس دن مکہ کا ایک یہودی قریش سے پوچھنے لگا: کیا پیر کو تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں خبر نہیں۔ پھر کہنے لگا: پیر کو اس امت کا رسول پیدا ہوا ہے جس کے کندھوں کے درمیان چند خوبصورت بال ہوں گے دو رات تک وہ دودھ نہیں پیئے گا کیونکہ کوئی اسے دودھ پینے سے روک رکھے گا۔ قریش اس مجلس سے گھروں میں گئے تو انہیں پتا چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں خدا تعالٰی نے بیٹا عطا فرمایا ہے اور اس کا نام محمد (ﷺ) رکھا ہے۔ قریش نے یہ خبر یہودی کو پہنچائی تو وہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا۔ جب آپ کی زیارت سے مستفید ہوا تو

آپ کے کندھوں کے درمیان وہ علامات دیکھیں تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ جب ہوش آیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم! بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو کر قریش کی طرف آ گئی اور وہ بوکھلا کر کہنے لگا: بخدا! یہ تم پر ایسا غلبہ پائے گا کہ مشرق و مغرب تک کے لوگ جان لیں گے۔

جھنڈے لہرانے لگے

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ولادت باسعادت کے وقت میری آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا لئے یہاں تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لئے۔ اسی اثناء میں میں نے تین جھنڈے دیکھے' ایک مشرق میں' دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ بروایتِ دیگر اپنے مکان کی چھت پر ایک جھنڈا' دوسرا کعبہ مقدسہ پر' اور تیسرا بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ پر لہراتے دیکھا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت کے وقت میرے لئے ایسا نور چمکا کہ شام تک کے محلات روشن ہو گئے۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اتنے کثرت سے نشانات مروی ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس روز کی برکات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فرمان ابنِ جوزی محدث

آپ اپنی ایک تصنیف "بیان المیلاد النبوی" میں فرماتے ہیں کہ یہ عمل حسن ہمیشہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً (مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ) کے علاوہ مصر' یمن' شام اور تمام بلادِ عرب نیز مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ لوگ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں قائم کرتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے' غسل کرتے' عمدہ لباس پہنتے' زیب و زینت اور

آراستگی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان ایام میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں، جو کچھ میسر آتا ہے (نقد و جنس وغیرہ) میں سے خوب دل کھول کر لوگوں پر خرچ کرتے ہیں۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کے سننے اور پڑھنے پر بہت شان و شوکت سے اہتمام کرتے ہیں اور اس اظہار مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد مبارک کے تجربات میں سے یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جہاں یہ محفل پاک منعقد کی جاتی ہے وہاں خوب خیر و برکت ہوتی ہے، سلامتی و عافیت، کشادگی رزق اور مال دولت، اولاد پوتوں نواسوں میں زیادتی ہوتی ہے آبادی اور شہروں میں امن و امان اور سلامتی، گھروں میں سکون و قرار حضور کریم ﷺ کی محفل کی برکت سے رہتا ہے۔

یہودی عورت کا ایمان اور محفل میلاد

ابن جوزی اس بیان کے بعد ایک نہایت ہی روح پرور ایمان افروز واقعہ تحریر فرماتے ہیں پڑھئے اور اپنے یقین کی دولت میں اضافہ کیجئے:

بغداد شریف میں ایک شخص ہر سال میلاد النبی ﷺ کی محفل سجاتا، اس کے پڑوس میں ایک یہودی عورت انتہائی سخت اور متعصب رہتی تھی، ایک دن اس نے بڑے تعجب سے اپنے شوہر سے کہا کہ ہمارے اس مسلمان پڑوسی کو کیا ہو گیا جو ہمیشہ اس مہینہ میں اپنی بہت بڑی دولت، مال و زر فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتا ہے اور قسم قسم کے کھانے تیار کر کے کھلاتا ہے، اس کے شوہر نے کہا کہ غالباً یہ مسلمان یہ گمان رکھتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ اس ماہ میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ خوشی ان کی ولادت باسعادت کے سبب کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ ان کے نبی ﷺ اس خوشی و مسرت سے خوش ہوتے ہیں لیکن یہودیہ نے اس بات کو تسلیم نہ کیا، اور جب رات ہوئی تو اس عورت نے خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی نورانی شخصیت تشریف فرما ہے اور اس کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت

ہے' عورت نے یہ دیکھا تو بڑی متعجب ہوئی' خواب ہی میں ایک صحابی سے پوچھا
یہ کون سی شخصیت ہے جنہیں میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ معزز اور بزرگ
دیکھ رہی ہوں؟ انہوں نے فرمایا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ عورت نے کہ اگر میں
ان سے کچھ عرض کروں تو جواب عطا فرمائیں گے؟ صحابہ نے فرمایا: ہاں۔ تو اس
نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ قریب آئی' سلام عرض
کر کے کہا: یارسول اللہ۔ حضور نے فرمایا: اے اللہ کی بندی! لبیک۔ اس پر یہودیہ
بے اختیار رو پڑی اور کہنے لگی آپ مجھے اس طرح کیوں نواز رہے ہیں جبکہ میں
آپ کے دین پر نہیں ہوں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تجھے
اس لئے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دینے والا ہے۔ اس نے عرض کی:
پھر میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ ﷺ
اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی' وہ اپنے اس خواب سے بے حد مسرور
اور انتہائی خوش تھی کہ اس نے سید الانام ﷺ کی زیارت پائی اور مشرف بہ اسلام
ہوئی۔ اس نے خواب ہی میں عہد کرلیا تھا کہ اگر صبح کی تو اپنا تمام مال وزر صدقہ
کردوں گی اور محفل میلاد کروں گی۔ پھر جب اس نے صبح کی اور اپنے عہد کو پورا
کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا شوہر بھی نہایت خوش وخرم ہے اور
اپنا تمام مال وزر قربان کرنے پر آمادہ ہے۔ اس وقت اس نے اپنے شوہر سے کہا
کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایک نیک ارادے میں راغب دیکھ رہی ہوں۔ یہ کس
کے لئے ہے؟ شوہر نے اپنی عورت سے کہا: یہ تصدق اس ذات گرامی کے لئے
ہے جس کے دست مبارک پر تم آج رات اسلام لا چکی ہو۔ عورت نے کہا اللہ تم
پر رحم کرے تمہیں کس نے میری باطنی حال پر مطلع کیا؟ اس نے کہا: اس ذات
کریم نے' جس کے دست اقدس پر تیرے بعد میں اسلام لایا' ﷺ۔ عورت نے
کہا: اللہ تعالیٰ ہی حمد کے لائق ہے جس نے مجھے اور تمہیں دین اسلام پر جمع فرمایا
اور ہم دونوں کو شرک و گمراہی سے نجات عطا فرما کر امت محمدیہ میں داخل فرمایا۔

والحمد للہ رب العالمین۔

(بیان المیلاد النبی' مطبوعہ پاکستان ص 62-61)

محقق عظیم الشیخ السید محمد بن علوی المالکی کا فیصلہ

عصر حاضر کے شہرۂ آفاق مصنف' حجاز مقدس کے عظیم محقق' شیخ العرب و العجم' استاذ مسجد الحرام' الشیخ السید محمد بن علوی المالکی الحسینی المکی نے محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کے جواز پر ایک نہایت عمدہ' جامعہ اور تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں عدم جواز کے قائلین کے اعتراضات کا بڑے احسن پیرائے میں جواب دیا گیا ہے' موصوف اپنی اس گرانقدر تالیف کو "**حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف**" سے موسوم کیا ہے۔

عامۃ المسلمین کو اس کی افادیت سے روشناس کرانے کے لئے تلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ دعا فرمایئے اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاعلٰی ﷺ میری اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین (تابش قصوری)

آغاز کتاب

نبی کریم ﷺ کی محافل میلاد پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ جس سے ہر کہ و مہ خورد و کلاں اچھی طرح آگاہ ہے' راقم اس موضوع پر کچھ بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میرا اور مسلمان مفکرین کا ذہنی رجحان آج کل جن معاملات کی طرف مرکوز ہے وہ اس مسئلہ سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں نیز میلاد النبی ﷺ ایک ایسا عنوان ہے جو ہر زمانہ میں سال بھر جاری و ساری رہتا ہے جس سے بچہ بچہ آگاہ ہے' لیکن جب کثیر رفقاء نے اس مسئلہ میں میری رائے معلوم کرنے کے لئے مسلسل اصرار کیا تو اس خدشہ کے پیش نظر کہ اگر اس مسئلہ پر میں اپنا فیصلہ قلمبند نہ کروں تو صحیح علم کے چھپانے کا ارتکاب کرتا ہوں بناء علیہ میں نے قلم سنبھالا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتا ہوں کہ وہ مجھے تمام امور درست لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

میلاد کا مفہوم

بیشک ہم میلاد شریف کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد سیرت مصطفیٰ علیہ السلام کا بیان، درود و سلام کا پیش کرنا، آپ کے محامد و محاسن کا سننا سنانا، حاضرینِ محفل کو کھانا کھلانا اور امت مصطفیٰ علیہ السلام کے دل کو فرحت و انبساط سے شادکام کرنا ہے۔

مخصوص رات

بیشک ہم علی الاعلان اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم اس بات کے قطعاً قائل نہیں کہ میلاد شریف کی محفل صرف اسی مخصوص رات میں ہی کی جا سکتی ہے، بلکہ جو بھی ایسا اعتقاد رکھتا ہے وہ ہمارے نزدیک بدعتی ہے، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام سے تعلق رکھنا ہر ساعت میں لازم ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام انسان آپ کے تعلق و ربط اور ذکر سے معمور ہوں۔

ہاں نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے ماہ مقدس میں میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے والا، لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا، ان کے شعور و آگہی کو بیدار کرنے والا حصولِ فیضان کے لحاظ سے قوی اور مضبوط ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک زمانے کی کڑیاں دوسرے زمانے سے ملاتا ہے چنانچہ اس ماہِ مبارک میں عاشقانِ مصطفیٰ کو زمانہ حال سے ماضی کے ساتھ مرتبط کرتے ہوئے حاضر سے غائب کی طرف منتقل کرتا ہے۔

وسیلہ کبریٰ

محافل میلاد النبی علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عظیم وسیلہ ہیں اور یہ

سنہری موقع قطعاً ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ مبلغ علماء پر واجب ہے کہ وہ امت محمدیہ کو حضور علیہ السلام کے اخلاق حسنہ' آداب جمیلہ' احوال و اعمال جلیلہ' سیرت مقدسہ' معاملات حسینہ اور آپ کی عبادات عظیمہ سے آگاہ کریں' نیز خطباء و واعظین پر یہ واجب ہے کہ لوگوں کی وعظ و نصائح کے ذریعے خیر و فلاح کی طرف رہنمائی فرمائیں' بدعت سیئہ اور بداعتقادی کے شر اور فتنوں سے بچائیں۔

ہم بفضلہ تعالیٰ اپنے فرض منصبی کو پورا کرتے ہوئے اس کی طرف دعوت دیتے رہیں گے اور میلاد النبی علیہ السلام کی مبارک محفلوں میں شرکت کرتے رہیں گے نیز ہم اعلان کرتے ہیں کہ ایسے اجتماعات سے محض لوگوں کو جمع کرنے کا مظاہرہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایسی محافل عظیم ترین مقاصد کے حصول کے لئے وسیلہ کبریٰ ہیں' اور وہ مقاصد فلاں فلاں ہیں' پھر ایسے مبارک اجتماعات سے جس شخص نے اپنے دین کے لئے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو وہ برکات میلاد سے محروم رہے گا۔

دلائل انعقاد میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

1۔عذاب میں تخفیف

محافل میلاد النبی ﷺ کے انعقاد کا مقصد جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات سے فرحت و سرور کا حاصل کرنا ہے' ایسی خوشی و مسرت سے تو ایک کافر نے بھی فائدہ اٹھایا' جیسے بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب سے ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے اپنی کنیز ثویبہ کی زبانی نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر فرحت اثر سنی تو اسے جذبات مسرت میں آ کر آزاد کر دیا تھا' چنانچہ حافظ شمس الدین محمد ناصر الدمشقی اس روایت کو اپنے اشعار میں بڑی عمدگی سے موزون فرماتے ہیں۔

اذا کان کافرًا جآء ذمہ
تبت یداہ فی الجحیم مخلدًا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائمًا
یخفف عنہ للسرور باحمدًا
فما الظن بالعبد والذی کان عصرًا
باحمد مسرورًا وفات موحدًا

جب ابولہب کافر ہے اور اس کی مذمت میں "سورہ تبت یدا" نازل ہوئی اور وہ دائمی دوزخی ہے پھر یہ مستند روایت کہ ابولہب سے ہر پیر کے دن ہمیشہ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اس سبب سے کہ اس

نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے میلاد شریف پر اظہار مسرت کیا تھا' تو ایسے شخص کے متعلق تیرا کیا گمان ہے جو اپنی تمام زندگی میں نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے فرحت و سرور حاصل کرتا ہوا عقیدۂ توحید پر جاں بحق ہوا۔

2۔ پیر کے دن روزہ

نبی کریم ﷺ از خود اپنی ولادت باسعادت کے دن کی تعظیم و تکریم بجالاتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئی فرماتے کہ یہ دن عظیم انعام و اکرام کا حامل ہے۔ نیز حضور نبی کریم ﷺ کا وجود مسعود کائنات کے لئے باعث فضیلت ہے کیونکہ آپ ہی کے وسیلہ جلیلہ سے ہر چیز عزت و حرمت سے بہرہ ور ہوئی' آپ کی ذات اقدس نے اس دن کی اہمت کو روزہ رکھ کر بھی اجاگر فرمایا۔ جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ' فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ

(المسلم' کتاب الصیام)

بیشک رسول کریم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا اور یہی دن ہے جس میں مجھ پر قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ہوئی۔

اور صحیح بات یہی ہے کہ اس میں محفل میلاد کے منعقد کرنے سے متعلق دلائل پائے جاتے ہیں' تاہم انعقاد کی صورتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔ بہرحال موجود ہے خواہ یہ روزہ رکھنے سے ہو یا کھانا کھلانے سے' ذکر مصطفیٰ ﷺ کی محفل ہو یا صلوٰۃ وسلام کا رُوح پرور اجتماع' یا آپ کی سیرت مقدسہ کا جلسہ۔

3۔ فضل و رحمت

آپ کی ذاتِ اقدس سے خوشی و مسرت کا اظہار کرنا قرآن حکیم کے حکم کے عین مطابق ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

میرے حبیب! آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں رحمت و فرحت و سرور کے اظہار کا حکم فرمایا۔

نبی کریم علیہ السلام کی ذات والا برکات تو سب سے بڑی رحمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

4۔ عاشورہ کا روزہ

بیشک نبی کریم علیہ السلام نے سابقہ زمانہ میں ظہور پذیر اہم دینی واقعات کے ساتھ ربط و تعلق ملحوظ خاطر رکھا، چنانچہ جب کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا وقت لوٹتا ہے تو ہمیں بھی اس کے تازہ کرنے اور اس دن کی تکریم و تعظیم بجالانے اور اس کی آمد کی وجہ سے یاد منانے کا اہم موقعہ میسر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ جلوہ افروز ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے پایا، آپ نے سبب معلوم فرمایا تو کہا گیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ساتھ فرعون کو ہلاک کر کے اس کی ابتلاء سے نجات عطا فرمائی۔ اس دن کی یاد میں خوشی و مسرت سے اظہار شکرانہ کے طور پر روزہ رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا ہم تم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناء پر نبی کریم

ﷺ عاشورہ کا روزہ رکھتے، نیز حکم فرماتے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر زمانہ نبوی میں اس ہیئت کذائیہ کے ساتھ میلاد کی محافل نہیں ہوئی تھیں مگر اس کی انفرادی حیثیت و کیفیت موجود تھی، تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمایئے گا۔

5۔ صلوٰۃ وسلام

محافل میلاد وصلوٰۃ وسلام پر ابھارتی ہیں، اور صلوٰۃ وسلام مطلوب ومحبوب ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اور جو چیز مطلوب شرعی پر ابھارتی ہو وہ عین مطلوب ومقصودِ شریعت ہے۔ سید عالم ﷺ پر درود وسلام کے فوائد وفضائل بے شمار ہیں جو دینی و دینوی امور میں معاون ومددگار ہیں۔ ان کی تفصیل وتشریح سے زبان وقلم قاصر ہیں۔

6۔ معرفت الٰہی

محفل میلاد النبی ﷺ واقعات ولادت، معجزات، سیرت اقدس اور آپ کے محامد وفضائل پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس بناء پر میں پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور ﷺ کی معرفت اور آپ کی پیروی کا حکم نہیں دیا؟ کیا آپ کے اعمال و افعال سے سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا؟ آپ کے نشانات نبوت اور معجزات کی تصدیق نہ کریں؟ یہی بات یہی ہے کہ ایسی کتابیں جن میں میلاد شریف کو موضوع قلم بنایا گیا ہے ایسے مطالبات ومقاصد پر کما حقہ پوری اترتی ہیں۔

7۔ حقوق کی ادائیگی

امت مصطفیٰ علیہ السلام کے حقوق جو ہم پر واجب ہیں ان کو آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کے بیان کرنے سے بجا لا سکتے ہیں اور اس وقت کی ادائیگی

محافل میلاد سے پوری کی جاسکتی ہے۔ شعراء کرام آپ کے محامد و محاسن کو نعت و قصائد کی صورت میں ہدیۃً پیش کرتے ہیں' ان کے اس فعل کو نبی کریم محبت و کرم سے ملاحظہ فرماتے ہیں اور اپنے انعام و اکرام سے بھی نوازتے رہتے ہیں۔ جب حضور سید عالم ﷺ نعت و تعریف کرنے والے سے اپنی خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے ہیں تو تم اس خوش نصیب شخص سے اظہار شادمانی کیوں نہ کرو گے جو آپ کے شمائل و خصائل جمع کررہا ہے۔ بلاشبہ محافلِ میلاد نبی کریم ﷺ کی خوشنودی و قرب کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

8۔ تکمیل ایمان

رسول اکرم ﷺ کے اخلاق و خصائص' شمائل و فضائل سے افضل و اکمل و اجمل و احسن کسی بھی شخص کے نہیں۔ حضور سے محبت اور ایمان کی تکمیل تقاضائے شریعت ہے' اور جو چیز محبت کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی زیادتی اور ایمان کی تکمیل کی داعی ہو وہ بھی اسی طرح محبوب و مطلوب ہے اور یہ نعمت میلادالنبی کی محافل سے بدرجہ اتم پائی جاسکتی ہے۔

9۔ فضیلت جمعۃ المبارک

رسول کریم ﷺ نے جمعۃ المبارک کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "جمعہ کے دن کو اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

10۔ حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے یوم کی نسبت سے جمعہ کو شرف و فضل حاصل ہے تو اس دن کی فضیلت و عظمت' بزرگی اور برتری کیوں نہ حاصل ہوگی جس میں سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی نیز یہ

عظمت و بزرگی ولادت باسعادت کے صرف اسی پیر کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یوم جمعہ کی طرح عام ہوگی (یعنی ہر پیر کا دن بزرگی و عظمت کا حامل قرار پائے گا' جیسے ہر جمعہ اپنے اندر خیر و برکت رکھتا ہے) تاکہ نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا جاسکے اور فیضان نبوت سے بہرہ ور ہوں' نیز تاریخ انسانی میں جن واقعات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے انہیں زندہ رکھا جائے۔

11۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے میلاد

بیت اللحم سے جب شب معراج نبی کریم ﷺ گزر رہے تھے تو حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس جگہ دو رکعت نماز ادا فرما لیں' آپ نے نفل ادا کیے' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا: حضور! یہ کون سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا! جبرئیل آپ بتائیے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ وہ باعظمت مکان ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب ایک نبی کی جائے میلاد کی تعظیم و تکریم کا یہ عالم ہے تو سید عالم ﷺ کے مقام ولادت کی عظمت و توقیر کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

12۔ محبوب و مطلوب

نبی کریم ﷺ کے میلاد کی محفلوں کو علمائے اسلام اور مسلمانوں نے تمام ممالک میں مستحسن قرار دیا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں میلاد کی محفلیں قائم ہوتی آرہی ہیں جن کو بروایت حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شرعاً محبوب و مطلوب قرار دیا جاسکتا ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا گمان کریں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے وہ اچھا نہ سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے۔ پس ذکر مصطفیٰ ﷺ کو کوئی بھی مسلمان ناپسند و مکروہ تصور نہیں کرسکتا۔

محفل میلاد النبی ﷺ حمد و ثناء' نعت و صدقہ اور تعظیم و توقیر مصطفیٰ ﷺ سے

عبارت ہے جو شرعاً مطلوب و مقصود ہے۔ ایسے افعال و اعمال کے بجا لانے میں بکثرت آثار و احادیث وارد ہیں۔

13۔ واقعات انبیاء

قرآن کریم میں ارشاد ہے

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔

ہم تمام رسولوں کے واقعات اس لئے حکایت کرتے ہیں تاکہ آپ کا دل مطمئن ہو (سورہ ہود)

اس ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین کے واقعات بیان فرمانے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ سید عالم ﷺ کے قلب اطہر کو مطمئن رکھا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ آج ہم اپنے دلوں کو مضبوط و مستحکم رکھنے کے لئے بہت ہی محتاج ہیں۔ پس ہمارے لئے یہ لازی امر ہے کہ ہم سید عالم ﷺ کے احوال و آثار، حالات و معجزات اور واقعات سے آگاہی حاصل کریں کیونکہ ہم آپ کی نسبت بہت زیادہ حاجت مند ہیں۔

14۔ امرِ خیر

ہر وہ چیز جو صدرِ اول میں وجود نہ تھی اور جسے سلف صالحین نے انجام نہیں دیا ضروری نہیں کہ وہ بدعت ہی ہو اور اس کا انجام دینا حرام ٹھہرے اور اس کا انکار کرنا لازم ہو بلکہ اس امر جدید کو شریعت مبارکہ کے دلائل پر پیش کرنا لازمی ہے کیونکہ خیر پر مشتمل ہو اس کا بجا لانا واجب اور جو حرام پر دلالت کرے اسے حرام و ناجائز ٹھہرانا لازم ہے، اگر وہ مکروہ پر مشتمل ہو تو مکروہ، مباح پر دال ہو تو مباح، اور اگر مندوب پر ہو تو ایسا فعل مستحب قرار پائے گا۔ نیز وسائل و ذرائع کا حکم مقاصد کے حکم کے مساوی و برابر ہوگا۔

اقسام بدعت

علماء کرام نے بدعت کو متعدد اقسام پر تقسیم کیا ہے:

(1) واجبہ (2) مندوبہ (3) مکروہ (4) مباح (5) حرام

(1) بدعت واجبہ: باطل و گمراہ لوگوں کے نظریات کا رد کرنا اور علم نحو کی تحصیل۔

(2) بدعت مندوبہ: پل بنانا' مدارس قائم کرنا' میناروں پر اذان دینا اور اعلان جو ابتدائے اسلام میں نہیں تھا۔

(3) بدعت مکروہہ: مساجد و مصاحف کی تزئین و آرائش وغیرہ

(4) بدعت مباح: آٹا چھان کر استعمال میں لانا اور اشیائے صرف میں فراخی دکھانا۔

(5) بدعت حرام: جو سنت کے مقابل میں ایجاد کی گئی ہو اور اس پر شرعی دلائل درست نہ آتے ہوں۔ اس میں کسی قسم کی شرعی بہتری نہ پائی جاتی ہو۔

ہر بدعت حرام نہیں

اگر ہر بدعت حرام ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق' سیدنا فاروق اعظم اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن پاک کی جمع و تدوین کو حرام قرار دیتے' کیونکہ نبی کریم ﷺ کے وصال شریف تک قرآن کریم اس صورت میں نہیں تھا بلکہ قراء صحابہ کرام کے ہاں متعدد مصاحف میں تھا جسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یکجا فرمایا' نیز اگر بدعت حرام جیسی صورت ہوتی تو سیدنا فاروق اعظم نماز تراویح کیلئے صحابہ کرام کو ایک امام کی اقتداء میں جمع نہ کرتے اور یہ اعلان مسرت نہ فرماتے۔

نِعْمَةُ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (یہ کتنی عمدہ بدعت ہے)

اگر یہی بات ہوتی تو تمام نافع علوم و فنون ' فنی تصانیف و تالیف ناجائز و حرام قرار پاتیں اور پھر یہ بھی ہم پر واجب ہوتا کہ ہم جہاد میں کفار کے ساتھ

مقابلہ میں تیر' تلوار اور ڈھال سے ہی کام لیتے جبکہ دشمن ہم پر گولیاں چلاتے' توپوں' ٹینکوں' آبدوزوں اور جنگی طیاروں سے تباہی مچاتے۔ نیز میناروں پر اذان دینا' پل' مدرسے' ہسپتال' رفاہی ادارے' یتیم خانے' جیلیں بنانا سب کچھ ناجائز و حرام ہوتا۔ اس لئے علماء کرام نے کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے) کو سیئہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے۔ اس قید کی بناء پر ایسے وہ تمام واقعات جو اکابر صحابہ و تابعین عظام سے وقوع پذیر ہوئے جو رسول کریم ﷺ کے مبارک وقت میں ظہور نہیں ہوئے تھے ان کی تصریح و تشریح ہو جاتی ہے کہ شرعاً وہ جائز اور بھلائی پر دلالت کرنے والے ہیں' آج ہم نے ایسے مسائل ایجاد کر لئے ہیں جنہیں سلف صالحین نے قطعاً انجام نہیں دیا۔ مثلاً نماز تراویح کے بعد رات کے آخری حصہ میں ایک امام کی اقتدا میں نماز تہجد ادا کرنا' شبینہ کا اہتمام کرنا یعنی ایک ہی شب میں قرآن کریم کا ختم کرنا' ختم قرآن پر دعا' ستائیسویں شب کو نماز تہجد کے بعد امام کا خطبہ دینا' نماز تراویح کے لئے منادی کا یوں اعلان کرنا کہ آیئے نماز تراویح ادا فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب عطا فرمائے گا۔ یہ تمام امور ایسے ہیں جنہیں نہ تو نبی کریم ﷺ نے انجام دیا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے ادا کئے تو کیا انعقاد محفل میلاد جو ہم کرتے ہیں یہی بدعت ہے؟ (مذکورہ امور میں بعض ہمارے ہاں نہیں ہوتے وہ صرف اسی زمانہ میں حرمین شریفین اور ممالک عربیہ میں شروع ہوئے ہیں۔ (تابش قصوری)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسی بات جو نئی ایجاد ہو وہ کتاب و سنت' اجماع یا کسی منقول کے مخالف وہ بدعت سیئہ ہے' اور ہر وہ چیز جو بھلائی اور نیکی پر دلالت کرتی ہو اور مذکورہ بالا قواعد میں سے کسی ایک کے بھی مخالف نہ ہو وہ محمود و پسندیدہ ہے۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر بعد میں آنے والے لوگوں نے عمل کیا اس کے لئے اتنا ہی اجر و ثواب

ہے جس قدر لوگوں نے اس پر عمل کیا اور عمل کرنے والے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل منعقد کرنا اس طرح ہے جیسے آپ کے ذکر پاک کو زندہ کرنا ہے' اور ہمارے نزدیک اسلام میں محبوب و مشروع ہے' جیسا کہ آپ جانتے ہیں حج کے اکثر اعمال اہم واقعات کی یادگاریں اور مقامات ممدوحہ کی پسندیدہ و محبوب ادائیں ہیں۔ چنانچہ صفا و مروہ کی سعی' جمرات کو کنکریاں مارنا' جانوروں کی قربانی دینا' یہ تمام گزرے واقعات ہیں جنہیں مسلمان واقعتاً تجدید کی صورت میں دہراتے چلے آرہے ہیں۔ محفل میلاد کے شروع ہونے سے متعلق جو مذکور ہوا وہ ایسی محفل کے شرعاً جائز ہونے سے متعلق ہے جس میں غلط اور مذموم افعال نہ ہوں جن کا انکار اور ناپسندیدگی واجب ہے تو اس کے ناجائز اور ممنوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں' مثلاً مردوں عورتوں کا اختلاط ناجائز اور محرکات کا ارتکاب ایسی فضول خرچی جو نبی کریم ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو لیکن اب طرح اس کا ناجائز ہونا عارضی ہوگا ذاتی نہیں ہوگا جو اہل علم و دانش پر مخفی نہیں۔

میلاد اور ابن تیمیہ

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کو میلاد شریف منعقد کرنے پر ضرور ثواب ہوگا، ایسے ہی جیسے بعض لوگ عیسائیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے دن کی خوشی مناتے چلے آرہے ہیں، بہرحال اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اظہار محبت کرنے اور آپ کی تعظیم و تکریم بجالانے پر ثواب عطا فرمائے گا مگر بدعت اپنانے پر نہیں۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ تم جان لو کہ بعض اعمال میں بدعت کا شبہ وغیرہ ہوتا ہے تو ایسا فعل دین سے کلیتہً اعراض کے باعث شر ہوتا ہے جیسے منافقین و فاسقین کی حالت، اس بیماری میں آخری زمانے کے اکثر امتی ہیں، اس لیے یہاں دو باتوں

کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، پہلی یہ کہ تیری ظاہری و باطنی محبت اور شوق، سنتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے کا یہی خاصہ ہو، نیز معروف اور ناپسندیدہ مکروہ امور سے انکار کرنا تیرا خاصہ ہونا چاہیے، دوسری یہ کہ آپ سنتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی جانب حسبِ استطاعت لوگوں کو بلائیں اور جب یہ محسوس کریں کہ کوئی شخص شر کی طرف راغب ہے اور وہ اسے ترک کرنے پر تیار نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑی برائی اور گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے تو پھر اس امر کی دعوت دو کہ لوگ واجب یا مستحب کو تو ترک نہ کریں کیونکہ واجب یا مستحب کا ترک کرنا اس کا ناپسندیدہ و منکر ہونے سے زیادہ نقصان ہے، پس جب بدعت میں کسی قسم کی مصلحت پائی جائے اور وہاں خیر و مصلحت مشروع بھی ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس سے نہ روکا جائے، کیونکہ لوگ اس وقت تک کسی چیز کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک اس کے بدلے کوئی دوسری چیز حاصل نہیں کر پاتے اور اگر کسی شخص کو کبھی اچھائی یا نیکی چھوڑنی بھی پڑے تو اسے چاہئے کہ اس کی مثل یا اس سے بہتر کی طرف راغب ہو۔ رسول کریم علیہ السلام کے میلاد کی تعظیم اور سالانہ محفل میلاد کا انعقاد اچھے ارادے اور نیک نیتی سے کرنے والے کو ابن تیمیہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، البتہ بعض لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے، جبکہ بعض کے نزدیک یہ مستحسن امر ہے، جیسا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی امیر کی حکایت بیان کی گئی کہ اس نے قرآن کریم کی آرائش و زیبائش پر اتنے دینار خرچ کیے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ مصحف شریف پر سونا خرچ کرنے سے افضل ہیں، باوجودیکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قرآن کریم پر نقش و نگار مکروہ ہیں۔

فقہاء کرام میں سے ایک فقیہ نے یوں وضاحت فرمائی کہ مذکور الصدر رئیس نے ایک ہزار روپے قرآن کریم کے اوراق کی جز بندی اور حروف کو نمایاں کرانے

پر صرف کیے تھے، چونکہ اس میں دونوں امر پائے جاتے ہیں اس لیے امام نے مصلحت کی بناء پر عمدہ و افضل فرمایا اور نقص کے باعث اس پر نقش و نگار کو ناپسند کیا (اس حکایت سے ابن تیمیہ کے نزدیک محفل میلاد کا مشروع ہونے کے باعث منعقد کرنا بہتر و افضل ہے اور بدعت کی وجہ سے ناپسند و ممنوع)

میلاد کا مفہوم

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محفلِ میلاد النبی ﷺ کسی خاص کیفیت سے مختص نہیں اور نہ ہی لوگوں پر اس کا اہتمام و انصرام لازم ہے، ہر وہ چیز جو خیر و برکت کی داعی ہو اور لوگوں کو ہدایت اور صراطِ مستقیم پر جمع کرتی ہو، ان کے دینی و دنیوی امور میں سودمند ثابت ہو تو ایسی محفل سے اغراض و مقاصد کی تکمیل حاصل ہو جاتی ہے۔ پس جب ہم کسی ایسے معاملہ پر جمع ہوں جو نبی کریم ﷺ کے محامد و محاسن پر دلالت کرتا ہو، جس میں آپ کے شمائل و خصائل، فضائل و خصائص، جہاد و غزوات اور معجزات کا بیان ہو، اگرچہ ان حالات و واقعات کا تعلق میلاد سے نہ بھی ہو، جو عرف عام میں میلاد کے ساتھ سمجھے جاتے ہیں، تب بھی ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا، یعنی اس محفل کے منعقد کرنے سے جملہ مفہوم و مطالب ثابت اور متحقق ہو جاتے ہی اور ایسی صورت میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

معجزاتِ نور صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ نام ہے ایک ایسی خرقِ عادت کا جو کسی نبی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو یعنی جس کا وقوع کسی ایسے قوانین کے ذیل میں نہیں ہوا جو ہمارے ہاں تجربہ ومشاہدہ سے قوانین کلیہ عادیہ کہلاتے ہیں یا یوں کہیے کہ ہم ان کے وقوع کا کوئی ایسا سبب قرار نہیں دے سکتے جو ہمارے نزدیک معمولی سلسلہ اسباب میں داخل ہو سکتا ہے اس تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر کے واقع ہونے کا درحقیقت کوئی سبب نہیں کیونکہ یہ اصل کالوحی من السماء ہے کہ کسی واقعہ کا ظہور بلا سبب ممکن نہیں۔ اس تعریف میں صرف یہ مفہوم داخل ہے کہ ہم اس سبب کی اپنے مسلمہ روزمرہ اصول پر تشریح نہیں کر سکتے یہ تو حقیقت معجزہ ہے اب نبی مبعوث من اللہ کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔

معمولی الفاظ میں تو لفظ نبی کا یہی مفہوم ہے کہ ایسا شخص نبی کہلاتا ہے جو خدا کی طرف سے تبلیغ وحی پر مامور ہو اور یہ صحیح ہے مگر درحقیقت نبی وہ فرد کامل نوع انسان کا سمجھا جاتا ہے جس کے قوائے علمیہ وعملیہ بتائید باری تعالیٰ اس درجہ کمال کو پہنچ گئے ہوتے ہیں کہ اس کا زیادہ بہتر کرنا محال ہوتا ہے کیونکہ منصب نبوت سے کوئی درجہ کمال انتہائی تک نہیں ہو سکتا۔ وہ خدا کی طرف سے ان معارف و حقائق سے آگاہ ہوتا ہے جن کو بدون تعلیم وحی کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا اور وہ ایسی روحانی طاقتوں کا مالک ہوتا ہے کہ تمام دیگر افراد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

چنانچہ حکماء نے انبیاء کے حق میں اس خیال کو یوں ظاہر کیا ہے:

اصحاب القوی العظیمۃ الفائقۃ

یعنی یہ لوگ بڑے زبردست اور برتر قواء کے مالک ہوتے ہیں۔ الغرض نبی اللہ ایک ایسا کامل انسان ہوتا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ سے ایک مضبوط تعلق ہوتا ہے اور وہ اس کے حکم سے تعلیم وحی کو افراد امت تک پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نبی خود تعلیم وحی کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ جس کی تقلید دیگر افراد امت پر حجت ہوتی ہے اور حقیقت توحید کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ جس قدر سلسلہ ہائے اسباب عالم کائنات میں نظر آتے ہیں۔ نبی اللہ کی نظر سے اٹھ جاتے ہیں اور یہی عارف کامل کی غائت سمجھا ہے کیونکہ اس مقام میں وہ افعال کو بلاواسطہ ذات باری سے صادر ہوتے دیکھتا ہے اور تمام اسباپ عادیہ میں ارادہ ذات باری کو علت مستقلہ سمجھتا ہے۔ جب نبی اللہ اسماء وصفات ذات باری کے اس مقام پر ترقی حاصل کرتا ہے تو جمیع اشیائے کائنات اس کی تابع فرمان ہو جاتی ہے کیونکہ کمال توحید کے ایک ایسے مقام پر اس کو عروج حاصل ہوتا ہے جہاں سلسلہ اسباب عادیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس لیے خداوند جل وعلیٰ کا ارادہ نبی اللہ کے ارادہ کے لیے بطور علت تامہ موثر ہو کر عالم کائنات میں تصرف کرتا ہے۔

اسی مقام پر تمام سربستہ راز کی حقیقت اصلیہ منکشف ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ جو اس حقیقت کو نہیں پاسکتے۔ ان آثار فوق العادۃ کے منکر رہتے ہیں چونکہ نبی اللہ توحید کے درجہ غائت کو حاصل کر لیتا ہے اس لیے بارادہ الٰہی ایسے امور جن کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ سوائے ذات باری کے معمولی سلسلہ اسباب کے ذریعہ سے وقوع پذیر نہیں ہوتے اس کے ہاتھ پر جاری ہونے لگتے ہیں جن میں ایک صاحب بصیرت کے لیے نہایت لطف پیرائیہ میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ہمارا برگزیدہ اور مقبول بارگاہ ہے اور اس کو ہم نے بغرض تبلیغ عوام الناس کی طرف منصب نبوت کے لیے منتخب کر کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ کر کے اہل دنیا کے پاس بطور اتمام حجت بھیجا ہے نیز اہل دنیا پر اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام کائنات کے تابع فرمان ہونے

کی سند ہماری طرف سے عطا کی ہوئی اس کے پاس ہے۔ اس سند میں ہم نے اس کو بعض اختیارات دیئے ہیں جن کو وہ ہمارے استصواب پر نافذ کرتا رہے گا گویا اس کا حکم ہمارا حکم ہوگا۔ اس لیے ہر ایک چیز جو انسانی زور و طاقت کے درجہ سے بالاتر ہے۔ اس کے سامنے بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہیں رکھتی اور یہی اس کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے جس کے ذریعہ دیگر افراد انسانی پر ممتاز ہے، اس لیے کسی کو بھی اس کی اطاعت سے انکار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کو نہ ماننا ہماری خدائی کا انکار کرنا ہے معجزات کے لیے ذیل کے امور کی تصدیق ضروری ہے۔

(1) ہر ایک فعل جو عالم کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے۔ اس لیے معجزہ کا ظہور بھی خداوند تعالیٰ کے ارادہ پر مبنی ہے۔

(2) نبی، اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوتا ہے جس کی تصدیق کے لیے عموماً خدا کی طرف سے اسے کوئی ایسا نشان دیا جاتا ہے جو انسانی طاقت کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے۔

(3) ظہور معجزہ میں نبی کی ذات کو صرف اس قدر تعلق ہوتا ہے کہ وہ صدور فعل ذات باری کے لیے واسطہ بنتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے:

"وما کان لرسول ان یاتی بایتہ الا باذن اللہ"

(ترجمہ) اللہ کے رسول، اللہ کے حکم سے معجزے دکھاتے ہیں۔

رسول اللہ کے حکم سے ہی معجزات دکھاتے ہیں۔ (مفہوم)

معجزہ اور کرامت

مومن متقی سے اگر کوئی نادر الوجود اور تعجب خیز چیز صادر ہو جائے تو جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اس قسم کی چیز اگر انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہوں تو ارہاص اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو معجزہ کہلاتی ہیں اور اگر عام مومنین سے اسی قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو "معونت" اور اگر کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس کی چیز ظاہر ہو جائے تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ معجزہ اور کرامت کی حقیقت ایک ہی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ خلاف عادت تعجب خیز چیزیں اگر نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو معجزہ اور اگر ولی کی طرف سے صادر ہوں تو کرامت کہلائے گی۔ البتہ معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لیے کرامت کا ہونا ضروری نہیں کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا کرامت سے ثبوت مہیا کرے مگر نبی کے لیے اپنی نبوت کا اثبات ضروری ہے چونکہ انسان کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری و لازمی ہے چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا واضح بیان قرآن مجید میں موجود ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی جن کا ذکر خیر قرآن میں آیا ہے ان کے معجزات کے تذکرے بھی ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ میرے پیش نظر صرف معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ قلم کرنا ہے۔ لہٰذا دیگر انبیاء کرام کے معجزات کی جگہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو قارئین الجامعہ کی نظر کرتا ہوں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

امام الانبیاء خاتم المرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس سراپا اعجاز تھی۔ آپ سے اس قدر معجزات کا ظہور ہوا کہ احاطہ احصا ممکن ہی نہیں البتہ چند معجزات کو مجمل طور پر اور چند ایک کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

حضور کا سب سے اعظم و اعلیٰ معجزہ قرآن کریم ہے جو ہزار ہا معجزوں کو اپنے بطن میں لیے ہوئے ہے جس پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کتاب الشفا میں درج فرماتے ہیں کہ باعتبار بلاغت کے قرآن مجید میں سات ہزار سے اوپر معجزات ہیں اور اس کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آئندہ اخبار پر مشتمل ہے اور کل باتیں جو ازل سے ابد تک ہوئیں یا ہوں گی سب اس میں موجود ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین O (الانعام: ع7)

معجزہ معراج جو ہزار ہا قدرت کی نشانیاں دیکھنے پر دال ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دیدار الٰہی کا شرف آپ کو حاصل ہوا اور اس شان سے کہ خود رب العزت فرماتا ہے:

مازاغ البصر وما طغی لقد رای من ایات ربہ الکبری (النجم ع1)

کتاب التوحید صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:

حتی جاء سدرۃ المنتہی ودنی الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین اوادنی O

معجزہ شق القمر

نبی اکرم ﷺ کے مشہور ترین معجزات میں آپ کی انگلی کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے شق ہو جانے کا معجزہ مشہور و معروف ہے قرآن مجید میں بایں کلمات واضح ہوتا ہے:

اقتربت الساعة وانشق القمر (القمر: ۱)

شق قمر کے معجزہ کا ذکر خیر دنیائے اسلام جملہ آئمہ محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بالتفصیل اپنی اپنی کتب حدیث میں درج کیا ہے۔ خصوصاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابوداود طیالسی، مستدرک حاکم، دلائل، بیہقی، دلائل ابو نعیم میں بتصریح مذکور ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت حذیفہ بن یمان اکابر صحابہ کے علاوہ بھی اسماء گرامی آتے ہیں۔ جنہوں نے شق القمر کے واقعات کی روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ اس میں واقعہ کے چشم دید گواہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں کہ میں شق القمر کے وقت موقعہ پر موجود تھا اور اس معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ چنانچہ انہیں کے الفاظ ملاحظہ فرمایے:

انشق القمر ونحن مع النبی ﷺ بمنی فقال اشهدوا و فررهبت فرقه نحو الجبل (مسلم بخاری، تفسیر سورہ القمر)

عام معجزات

آپ کا امی ہونا یعنی ظاہری تعلیم اور نوشت و خواند سے پاک ہونا، آپ کا بغیر کسی محافظ کے دشمنوں کے مکائد سے محفوظ رہنا، جنات کا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنا، آپ کا شق صدر ہونا، آپ کا مبارک قدم ہونا، ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا، تاثیر وعظ سے منبر کا جھومنا، چٹان کا پارہ پارہ ہو جانا، درختوں اور پہاڑوں کا سلام کرنا، آپ کے جلال سے احد پہاڑ کا حرکت کرنا، آپ کے اشارہ سے بتوں کا گر جانا، کھانے سے تسبیح کی آواز آنا، آپکے بلانے سے خوشہ خرما کا چلا آنا، بے دودھ بکری کا شیر دار ہونا دعاؤں کا قبول ہونا، تھوڑے طعام سے جماعت کثیر کا سیر ہونا، ست گھوڑے کا تیز رفتار ہونا، اندھیرے میں روشنی ہونا، جانوروں کا آپ کو سجدہ کرنا، بیماروں کا شفا پانا۔ اندھے کا بینا ہونا، گونگے کا بولنا، ایک جلے ہوئے بچے کا اچھا ہونا، جنوں کا دور ہونا، کھجوروں کے ڈھیر کا بڑھ جانا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا، غیبی خبروں پر اطلاع پانا اور مستقبل کی سچی پیش گوئیاں کرنا مثلاً آغاز اسلام میں فتوحات عظیم کی اطلاع دینا، قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر، ابوصفوان کے قتل کی خبر، مقتولین بدر کے نام بنام اور متعین جگہ پر مرنے کی اطلاع دینا، فاتح خیبر کی فتح سے قبل تعین، سیدہ فاطمہؓ کے وصال کی خبر اپنے وصال سے متعلق قبل از وقت مطلع فرمانا، فتح یمن خبر، فتح شام کی اطلاع، فتح عراق، خوزستان اور کرمان کی فتوحات کی خبر، ترکوں سے جنگ کی اطلاع فتح مصر کی بشارت دینا، غزوہ ہند کی خبر، بحر روم کی لڑائیوں کی اطلاع، فتح بیت المقدس کی خبر دینا، فتح قسطنطنیہ (استنبول) کی

بشارت، فتح روم کا اشارہ، فاتح عجم کی خبر، مرتدین کی اطلاع، حضرت زینب کی وفات، حضرت ام ورقہ کی شہادت کی بشارت، خلافت راشدہ کی مدت کا بیان کرنا، شیخین کی خلافت کی خبر، مسلمانوں کو دولت کی کثرت اور فتنوں کے ظہور سے آگاہ کرنا، مشرق کی طرف سے فتنوں کے اٹھنے کی اطلاع، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نیز حضرت علیؓ کی مشکلات اور شہادتوں کی خبر دینا، جنگ جمل کی اطلاع، جنگ صفین سے آگاہی، حضرت عمار کی شہادت، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے فرمانا کہ یہ دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر، خوارج کا ظہور، حجاز سے آگ کے ظاہر ہونے کی اطلاع، جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خبر دینا، منکرین حدیث کے بارے آگاہ کرنا، علاقہ نجد سے شیطان کے سینگ پیدا ہونے کی خبر دینا، قیامت اور بعد از قیامت کے واقعات سے مطلع فرمانا غرضیکہ آپ کے معجزات کا شمار کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے البتہ چند ایک معجزات کا تفصیلی ذکر کیا جاتا ہے۔

کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ پر حاضر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر تشریف فرما نہیں تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اس نے کہا حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہیں، میں وہاں پہنچا، آپ جلوہ افروز تھے اور کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں تھا مجھے اس وقت گمان ہوا کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔

میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جواباً نوازا پھر فرمایا تجھے یہاں کون سی چیز لائی؟ میں نے عرض کیا، اللہ و رسول کی محبت، آپ نے مجھے فرمایا بیٹھ جایئے۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نہ میں نے آپ سے کچھ دریافت کیا اور نہ آپ نے مجھ سے کچھ فرمای۔ تھوڑی دیر ٹھہرا کہ اتنے میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تیزی سے حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے بارگاہ مصطفیٰ میں سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام سے نوازا پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ و رسول کی محبت۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا بیٹھ جایئے۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے ہی جواب عنایت فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اس طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے (بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے بھی آیا ہے کہ وہ بھی حاضر ہوئے۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک بکثرت روایات ملتی ہیں)

رسول کریم ﷺ نے سات یا نو کنکریاں اپنے قریب سے اٹھائیں، ان کنکریوں نے آپ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں ان سے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی۔ پھر آپ نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہوگئے پھر وہ سنگریزے مجھے (ابوذر) چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی اسی طرح تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر زمین پر رکھ دیئے تو وہ چپ ہوگئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے اسی طرح تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکر زمین پر رکھ دیئے تو وہ پہلے کی طرح خاموش ہوگئے پھر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیئے ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی۔ پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھا تو وہ چپ ہوگئیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ نبوت کی خلافت ہے۔

سنگریزوں کا آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھنا اور پھر آپ ہی کے شارہ پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بقولے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھنا حضور نبی اکرم ﷺ کا زبردست معجزہ ہے خلفاء راشدین کی کرامت نیز خلافت کی ترتیب کا عملی درس ہے۔

(سیرت رسول عربی)

دیگر روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ وہاں حاضر چند اور صحابی بھی تھے جب انہوں نے اپنے ہاتھ پر وہ کنکریاں رکھیں تو وہ بالکل خاموش رہیں اس بات سے بھی خلفائے راشدین کی شان عظیم کا ظہور ہو رہا ہے۔

بارش کا فوری برسنا اور بند ہونا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ قحط میں مبتلا ہوئے۔ بارش بند ہو گئی۔ عرصہ تک مینہ نہ برسا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ دے رہے تھے ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا:

ہلک الاموال وجاع العیال فادع اللہ لنا یا رسول اللہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال تباہ ہو گئے۔ بچے بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اوپر اٹھائے جبکہ آسمان پر کہیں بادل کا نام ونشان بھی نہیں تھا:

فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھا حتی ثار السحاب کا مثال الجبال،

پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضور ابھی اپنے مقدس ہاتھ نیچے نہیں لائے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھ پڑے۔

ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر تجاور علی الحیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر شریف سے اترنے نہیں پائے تھے کہ میں نے آپ کی ریش مبارک سے بارش کے قطرے گرتے دیکھے نیز فرماتے ہیں کہ

اس روز بڑے زور کی بارش ہوئی۔ پھر دوسرے روز حتیٰ کہ آئندہ جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ آپ فرماتے ہیں کہ دوسرے جمعہ کے لیے حضور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ وہی اعرابی یا کوئی دوسرا اصحابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا۔

یا رسول اللہ انھدم البناء و غرق الاموال فادع اللہ لنا

یا رسول اللہ ﷺ بارش کی کثرت کے باعث مکان گر رہے ہیں اور مال و متاع تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دونوں مقدس ہاتھ دعا کے لیے پھیلائے اور یوں دعا کی:

اللھم حوالینا ولا علینا۔

الٰہی! ہمارے اکناف و اطراف میں مینہ برسا، ہمارے اوپر نہ برسا۔

بیان کرتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ جدھر اشارہ فرماتے بادل اسی طرف بھاگتے۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ کی فضا بالکل صاف ہوگئی لیکن اکناف و اطراف کے جنگلوں اور صحراؤں میں پانی برستا رہا۔ **وسال الوادی شھراً** اور مدینہ منورہ کی ندیاں مہینہ بھر پانی سے چلتی رہیں **ولم یجی احد من ناحیة الاحدیث بالجود** اور آس پاس سے جو بھی شخص آتا خوب بارش برسنے کی خبر دیتا۔ (بخاری شریف، مشکوۃ شریف)

دستِ شفا

مدینہ منورہ میں ایک نہایت متعصب یہودی ابو رافع ابو حقیق نامی رہتا تھا وہ انتہائی امیر ترین تھا وہ شان مصطفیٰ میں بڑی گستاخیاں بکتا تھا۔ حضور سرور دو عالم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی زبان درازی حد سے بڑھ چکی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن فرمایا! کون ہے جو ابی حقیق کا کام تمام کر دے عملاً نبی اکرم ﷺ نے ایک جماعت جن کی تعداد دس سے کم تھی اس کے قتل کے لیے روانہ فرمائی۔ اس کا ایک وسیع عظیم قلعہ نما محل تھا، جہاں وہ بالا خانہ پر رہا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کو قلعے سے باہر چھوڑ کر اکیلے ہی اس کے بالا خانہ پر پہنچ گئے اندر جاتے ہوئے تمام دروازے بند کرتے گئے تاکہ اسے باہر سے کوئی مدد نہ پہنچ سکے، آپ نے کسی طریقہ سے اسے معلوم کر لیا کیونکہ اس کے قریب بہت سے لوگ سو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی اور آپ جس راستہ سے بالا خانہ پر گئے تھے اسے راستے پر سیڑھیاں طے کرتے آ رہے تھے کہ آپ نے محسوس کیا کہ آخر سیڑھی آ گئی ہے۔ آپ نے پاؤں زمین سمجھ کر رکھا تو گر گئے اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ آگے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فانکسرت ساقی فعصبتها بعمامة فانطلقت الی اصحابی

میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اسے دستار سے خوب باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں سے جاملا۔

فانتهیت الی النبی ﷺ فحدثته، فقال، ابسط رجلك

فسطت رجلي فمسحها فكانما لم اشتكها قط ۔

پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہانی سنائی۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ آپ نے اس پر دست شفا پھیرا تو یوں محسوس ہوا گویا مجھے کوئی شکایت ہی نہ تھی۔ اس حدیث کی تشریح و توضیح میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عتیک فرمایا کرتے تھے کہ اس پنڈلی میں جس پر نبی اکرم نے دست شفا پھیرا تھا اس میں دوسری پنڈلی کی بنسبت زیادہ طاقت محسوس ہوتی تھی۔ اسی طرح دست شفا اور لعاب دہن سے آپ نے مختلف اوقات میں مختلف امراض کا فوری طور پر معجزانہ انداز میں علاج فرمایا۔

چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے بازو پر لگایا تو وہ فوری درست ہو گیا گویا کٹا ہی نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں ڈالا تو میرے کا کام دیا۔ حضرت طلحہ و جابر و بار کے گھر ہانڈی اور آٹے میں ڈالا تو چار سیر سے سینکڑوں صحابہ سیر ہوئے حدیبیہ کے کنوئیں میں ڈالا تو کنواں جوش مارنے لگا۔ کھاری کنویں شیریں ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سانپ نے کاٹا تو حضور کا لعاب دہن تریاق بن گیا۔ چاہ زمزم میں پڑا تو قیامت تک شفا بن گیا۔ جب ایک عیسائی قوم مسلمان ہوئی تو تھوڑے سے پانی میں لعاب دہن ڈال کر فرمایا اسے گرجے میں چھڑکاؤ۔ طیب و طاہر صاف اور پاک ہو جائے گا۔ (مراۃ المناجیح ص 175) بعض اولیاء کرام کو حضور نے خواب لعاب دہن سے نوازا تو ہادی و رہنما بن گیے۔

شیطان پکڑا گیا

شیطان انسان کا سب سے پہلا اور آخری بدترین دشمن ہے۔ اس کے داؤ پیچ سے محفوظ رہنا انتہائی مشکل ترین ہے اس کا اعلان ہے جب انسان غصے کی حالت میں ہو تو میں اسے گیند کی طرح لڑھکائے پھرتا ہوں۔ البتہ مخلص لوگوں پر اس کا بس نہیں چلتا۔ رب العزت کے حضور مخلصین کے معاملہ میں اپنی عاجزی اور شکست کا یوں اعتراف کرتا ہے کہ میں ہر ایک کو گمراہ کروں گا:

الا عبادك منهم المخلصين۔

مگر میرے قابو میں تیرے مخلص بندے نہیں ہوں گے

ان کے اخلاص کی قوت ایسی روحانی بجلیوں سے مملو ہوگی کہ اس کا مجھے بچھاڑنا، میرا پنجہ مروڑنا اور مجھے زیر کرنا ان کے لیے قطعا مشکل نہیں ہوگا۔ چنانچہ شیطان اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ سے پنجہ آزمائی کرنے لگا مگر اس نے منہ کی کھائی۔ آخر منت سماجت کر کے اور ایک سچا وظیفہ بتا کر اپنی جان کی امان پائی۔ حضرت ابوہریرہ ﷜ کی روحانی قوت نے اسے اپنی گرفت میں لے کر بے بس کر کے رکھ دیا۔ جس کی تفصیل انہی کی زبان سنئے۔

حضرت ابوہریرہ ﷜ فرماتے ہیں ماہ رمضان کے آخری دن تھے لوگوں نے فطرانہ ادا کرنا شروع کر دیا مسجد میں اناج کے ڈھیر لگ گئے۔ تو حضور پرنور ﷺ نے مجھے حکم فرمایا "یہاں بیٹھ کر پہرہ دو" چنانچہ میں رات کو وہاں بیٹھ گیا۔ جب ہر طرف سناٹا چھا گیا اور رات کافی بیت گئی تو میں نے اناج کے انبار کے پاس کچھ آہٹ محسوس کی، دیکھا کہ ایک شخص چادر پھیلا کر اس میں غلہ ڈال رہا ہے۔ اس کی یہ حرکت بہت بری لگی۔ میں نے فوری کارروائی کی اور اس کو گردن سے دبوچ لیا اور کہا۔

لا دفعنك الى رسول الله ﷺ

میں تجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس نے منت ساجت شروع کر دی اور اپنی مجبوری پیش کی تھی کہ

دعني فاني محتاج و على عيال ولي حاجة شديدة

میں محتاج اور اہل و عیال ہوں، بہت ہی ضرورت مند، اس لیے مجھے چھوڑ دیجئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور از خود ارشاد فرمایا:

يا ابا هريرة ما فعل اسيرك البارحته۔

اے ابو ہریرہ! اپنے رات والے قیدی کے بارے میں بتاؤ۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ، اس نے اپنی ضرورت اور مجبوری پیش کی تھی۔ اس لیے مجھے رحم آیا اور اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا:

قد كذبك و سعود .

اس نے جھوٹ بولا ہے وہ دوبارہ آئے گا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ وعدہ شکن ہے اور ضرور آئے گا۔ کیونکہ حضور نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اس لیے میں اس کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی رات کو وہ واقعی آ گیا اور اپنا کام شروع کر دیا۔ میں نے پھر اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور کلائی تھام کر کہا! آج تجھے بالکل نہیں چھوڑوں گا کیونکہ تو جھوٹا ہے۔ اس نے پھر اپنی خستہ حالی انتہائی غربت و افلاس کا نقشہ کچھ ایسے انداز میں کھینچا کہ دوبارہ دل پسیج گیا اور اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ آئندہ چوری نہیں کرے گا۔

دوسرے روز صبح نماز سے فراغت کے بعد حضور پر نور سید عالم ﷺ نے پھر اسی طرح دریافت فرمایا اور دوبارہ بتایا۔ وہ اس دفعہ بھی جھوٹ بول کر گیا ہے آج رات پھر آئے گا۔ مجھے بڑا اچنبھا ہوا کہ یہ کس قماش کا بے ضمیر اور ڈھیٹ چور ہے جس میں شرم و حیا کا مادہ ہی نہیں دو دفعہ گرفتاری کے باوجود اسکے پختہ عزم میں کوئی فرق نہیں آیا اور عہدہ و پیمان توڑ کر پھر آنا چاہتا ہے۔ بہرحال میں نے رات کو اس کا انتظار شروع کر دیا کیونکہ حضور نے اس کی آمد سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔

پھر وہ شوخ چشم بے حیا واقعی آ گیا اور اس نے بلا کسی جھجک کے با اطمینان اناج اپنے تھیلے میں ڈالنا شروع کیا۔ میرے غصے کی انتہا نہ رہی، پکڑ لیا اور فیصلہ کن انداز میں کہا یہ تیسری بار ہے اب تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تو بڑا نیچ ذات ہے، کمینہ اور پیشہ ور قسم کا چور معلوم ہوتا ہے، ضرورت مند نہیں، لالچی ہے تیرے جیسے پر ترس کھانا، کچھ دینا، رحم کر کے چھوڑنا اچھا نہیں۔ اب تو ایک قیدی کی حیثیت سے صبح دربار رسالت میں پیش ہوگا۔ جب اس نے دیکھا میری گرفت مضبوط ہے ارادہ پختہ ہے۔ نیز رہائی کی کوئی صورت نہیں تو مصالحانہ رویہ میں بولا۔ اے ابو ہریرہ تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ وہ تحفہ یہ ہے کہ "رات کو سوتے وقت ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ کی طرف سے ایک نگہبان فرشتہ تجھ پر مقرر کر دیا جائے گا جو صبح سے شام تک تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس نے یہ وظیفہ بتایا تو میں نے چھوڑ دیا۔

صبح کو حضور ﷺ نے پہلے ہی خبر دی۔

اما انه قد صدقك وهو كذوب۔ تعلم من يخاطب منذ ثلاث ليال۔ ذالك شيطان۔

اے ابو ہریرہ! وہ خود پکا جھوٹا ہے، لیکن اس نے وظیفہ صحیح بتایا۔ جانتے ہو، تین راتوں میں تمہارے پاس کون آتا رہا ہے؟ فرمایا وہ شیطان تھا۔

(مسجد نبوی و مشکوۃ شریف ص 332۔339)

اب اس واقعہ میں جو معجزات پوشیدہ ہیں۔ وہ اہل و دانش پر عیاں ہیں قبل از وقت ہونے والے واقعات سے آگاہی علوم مصطفیٰ ﷺ کا منہ بولتا معجزہ ہے۔ جن پر صحابہ کرام کو مکمل ایمان و ایقان تھا۔ معجزات کا انکار کفار کا شیوہ ہے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ معجزات سے مرصع ہو کر تشریف لائے تو کفار نے جادوگر کہہ کر انکار کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بڑا افترا باندھنا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت سے نوازتا ہی نہیں۔ (الآیۃ)

نورٌ علیٰ نور

محمد مصطفیٰ نورٌ علیٰ نور — حبیب کبریا نورٌ علیٰ نور
شہ ارض و سما نورٌ علیٰ نور — شفیع دوسرا نورٌ علیٰ نور
سراپا نور کا نورٌ علیٰ نور — ہے یکتا آئینہ نورٌ علیٰ نور
محمد کے سوا نورٌ علیٰ نور — خدائی میں نہ تھا نورٌ علیٰ نور
بتا گہوارۂ عالم! تیرے پاس — کوئی ہے دوسرا نورٌ علیٰ نور
دو عالم نے تراسا یہ نہ پایا — کہ تھا سرتابہ پا نورٌ علیٰ نور
قمر کو بھی کیا جس نے دو پارہ — ہے وہ معجز نما نورٌ علیٰ نور
جہاں میں رہ نمائی کرنے والا — ہے محبوب خدا نورٌ علیٰ نور
لقب جن کا کہ ختم مرسلیں ہے — ہے وہ در بے بہا نورٌ علیٰ نور

مجھے زاہد غم دنیا و دیں کیا
وہ ہیں مشکل کشا نورٌ علیٰ نور

صوفی عبدالوہاب صاحب زاہد......

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسلام لانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا کیونکہ وہ مشرکہ تھیں۔ حسب معمول ایک روز میں نے پھر دعوت اسلام دی تو مجھے والدہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ناپسند باتیں سنائیں میں روتا ہوا بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

یا رسول اللہ ادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ فقال اللھم اھد ام ابی ھریرۃ۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعا فرمایئے چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ الٰہی ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ میں حضور کی زبان اقدس سے دعائیہ کلمات سنتے ہی بڑی مسرت و خوشی کے ساتھ نکلا۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچا:

فاذا ھو مجاف فسمعت امی خشف قدم فقالت مکانک یا ابا ھریرۃ و سمعت خضخضۃ الماء فاغتسلت فلبست درعھا الخ۔

تو وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو بولیں ابو ہریرہ اپنی جگہ پر رہو اور میں نے پانی کی چھلک سنی انہوں نے غسل کیا۔ پھر اپنا لباس پہنا اور اپنے دوپٹہ سے جلدی میں دروازہ کھولا بولیں ابو ہریرہ:

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور

بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں:

فرجعت الی رسول اللّٰہ ﷺ وانا ابکی من الفرح فحمد اللہ و قال خیراً (رواہ مسلم)

پھر میں فوری طور پر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حالانکہ میں خوشی اور مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر رو رہا تھا۔ اس پر حضور سید دو عالم ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ (المشکوٰۃ باب معجزات)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو تبلیغ کرنی چاہیے کہ اگر وہ شریعت پر نہ ہوں دوسری بات یہ کہ اگر والدین راہ ہدایت پر نہ ہوں تو بزرگوں سے ان کے حق میں دعا کرانی چاہیے۔ تیسری بات اس حدیث سے واضح ہو رہی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب حضور کی زبان اقدس سے اپنی والدہ کی ہدایت کے بارے میں دعائیہ کلمات سے مشرف ہوئے تو فوری طور پر اس یقین کے ساتھ گھر آئے کہ والدہ ہدایت سے شاد کام ہو چکی ہوں گی۔ حضور ﷺ کے معجزانہ کلمات کی دروازہ پر ہی پذیرائی دیکھ لی۔ پھر جب دروازہ کھلا۔ فوری طور پر بارگاہ مصطفیٰ میں اپنی والدہ کے اسلام لانے کی اطلاع دی تو حضور نے عالم حمد و تشکر کے ساتھ ساتھ استقامت کی دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نو مسلم کے لیے استقامت علی الاسلام کی دعا کرنا سنت مصطفیٰ ہے نیز یہ بھی پتہ چلا کہ کامل ایماندار حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کسی سے بھی نازیبا کلمات سننا گوارا نہیں کر سکتا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہی محبت سے نوازے۔ آمین۔

دور بین نگاہیں

بخاری شریف سے صاحب مشکوٰۃ نقل فرماتے ہیں جس کی شرح کچھ اس طرح ہے کہ غزوہ موتہ جو آٹھ ہجری کو وقوع پذیر ہوا۔ اس میں لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار اور مدمقابل ہرقل کی رومی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اس فوج کو جب نبی اکرم ﷺ روانہ فرمانے لگے تو از خود ہی اس ترتیب سے سپہ سالار مقرر فرما دیئے جیسے مستقبل میں ہونے والے تھے آپ نے فرمایا سب سے پہلے سپہ سالار لشکر اسلام زید بن حارث ہوں گے پھر جعفر ابن ابی طالب، ان کی شہادت کے بعد عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ چنانچہ جنگ موتہ میں یہ حضرات یکے بعد دیگر شہید ہو رہے تھے اور یکے بعد دیگر جھنڈے لہرا رہے تھے اور سینکڑوں میل دور نقشہ جنگ، مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے حضور اس طرح بیان فرما رہے تھے جیسے سب کچھ آئینہ نظر ہے اور حقیقتاً چشم نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ حدیث کے کلمات مبارکہ ملاحظہ فرمایئے اور اپنے ایمان کو تازگی بخشیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال نعی النبی ﷺ زیدًا و جعفراً و ابن رواحة للناس قبل ان یاتیھم خبر ھم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر ثم اخذ ابن رواحته فاصیب و عینا و تذر فان حتی اخذ الرایته سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن اولید حتیٰ فتح اللہ علیم۔ (رواۃ البخاری)

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر، ابن رواحہ کی شہادت

کی خبر لوگوں کو سنائی، ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے اور (عین اس وقت جب دنوں لشکر آمنے سامنے تھے حضور کیفیت جنگ اس طرح بیان فرمارہے تھے) کہ لو زید شہید ہوگیا اب جھنڈا جعفر طیار نے اٹھالیا۔ لو وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا ابن رواحہ نے تھام لیا لو وہ بھی شہید ہوگئے اور ساتھ ہی آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں حتیٰ کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑ لیا۔ یعنی حضرت خالد بن ولید نے اور انہیں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح سے نوازا۔

(ف) آج جدید دور میں جو کام وائرلیس سیٹ، ریڈار اور مواصلاتی طیاروں کے ذریعہ لیا جارہا ہے چودہ سو سال قبل اس سے بھی عمدہ کام حضور اکرم ﷺ اپنی خداداد دوربین نگاہوں سے لیتے ہوئے جنگی حالات کی کیفیت من و عن بیان فرماتے رہے۔ یہ بات سوائے معجزہ کے ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ علوم مصطفیٰ کے کمالات کا ایک کرشمہ ہی تو ہے۔ خیال رہے کہ جنگ موتہ میں تین ہزار کے لشکر اسلام نے ایک لاکھ رومیوں پر عظیم الشان فتح پائی۔ افسوس کہ آج مشرق وسطیٰ کے پانچ کروڑ مسلمان بیس لاکھ اسرائیلیوں سے خوفزدہ ہیں یہ عشق مصطفیٰ کے فقدان کے سبب سے ہے۔ صحابہ کرامؓ میں قوت ایمانی بھی تھی اور عشق مصطفیٰ کی فروانی بھی یہ ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

بھیڑیے کی شہادت

مشکوٰۃ شریف میں بروایت شرح السنۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے اک ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا حتیٰ کہ اس بھیڑیے سے بکری کو چھڑا لیا۔ پھر بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور دم دبا کر بیٹھ گیا پھر اس نے انسان کی طرح گفتگو کرتے ہوئے کہا، میں نے روزی کا ارادہ کیا، جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دی۔ میں نے اسے لے لیا۔ پھر تو نے مجھ سے چھین لیا۔ اس پر بڑے تعجب سے چرواہا بولا! اللہ کی قسم میں نے آج تک ایسا واقعہ کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ تو بھیڑیا بولا۔ اس سے بھی عجیب و غریب یہ بات ہے کہ ایک شخص دو پہاڑوں کے درمیان کھجور کے باغات میں ساری گزشتہ اور آئندہ کی باتوں کی خبر دے رہا ہے۔ چرواہا یہودی تھا وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کو اوپر کے واقعہ کی خبر دی اور نعمت ایمان سے سرفراز ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ قریب ہے کہ ایک شخص نکلے گا وہ خود نہیں بولے گا حتیٰ کہ اس کا جوتا اور اس کی لاٹھی اسے ان باتوں کی خبریں دے گا جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کی ہوں گی۔ حدیث کے اصل کلمات ملاحظہ فرمایئے:

عن ابی هریرة قال جاء ذئب الی غنم فاخذ منها شاة فطلب۔ الراعی حتی انتزعها منه قال فصعدا الذئب علی تل فاقعی واستثفر و قال قد عمدت الی رزق

رزقينه الله اخذته ثم انتزعة منى فقال الرجل تا الله ان رايت كاليوم ذئب يتكلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبر كم بما مضى وماهو كائن بعد كم قال فكان الرجل يهوديا فجاء الى النبي ﷺ فاخبر واسلم فصدقه النبي ﷺ قال النبي ﷺ انها امارات بين يدى الساعة قد اوشك الرجل ان يخرج فلا يرجع يحدثه نعلاه و سوته بما احدث اهله بعده (مشکوۃ المصابیح رواہ شرح السنۃ)

ملاحظہ فرمایئے۔

نبی اکرم ﷺ کی عظمت و برتری کی گواہی بھیڑیے جیسا درندہ بھی دے رہا ہے اور وہ انسان جو عظمت مصطفیٰ کا قائل نہیں وہ درندے سے بھی گیا گزرا ہے۔ ایسے ہی انسان نما حیوان کی بابت قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے:

کالانعام بل هم اضل

وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ

شان و شوکت ﷺ وہ یہودی بھیڑیے کی زبان سے سنتا ہے اور بغیر کسی جرح و تعدیل کے تسلیم کرتا ہوا بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہاں راوی کے ثقہ، کمزور صادق و کاذب یا متروک ہونے کی بحث نہیں یہاں تو ایک طرف یہودی ہے ایک طرف بھیڑیا ہے اور علوم مصطفیٰ ﷺ موضوع ہے مگر وہ مسلمان کتنے بدنصیب ہیں جو قرآن سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ احادیث سامنے آئیں تو رجال پر بحث کرتے ہیں۔ اس حدیث سے پتہ چلا حقیقتاً انسان وہی ہے اگر اس کے سامنے بھیڑیا بھی شان و عظمت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار کرے تو فوری طور پر سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا۔ آدمی جب گھر سے باہر جائے گا تو اس کا جوتا اور اس

کی لاٹھی اسے گھروں کی کیفیت سے آگاہ کرے گا۔ اس میں یہ نہیں کہ وہ جوتا جو اس نے دوران سفر پہنا ہوا ہے یا وہ لاٹھی جو اپنے ساتھ سفر میں تھی بلکہ اس میں آج کے زمانے کی طرف اشارہ فرمایا، لہٰذا آج جو جاسوسی کے سائنسی آلات تیار ہوئے ہیں، وہ اتنی چھوٹی سی مقدار اور حجم میں ہوتے ہیں کہ وہ ان کو اپنی جوتی یا لاٹھی میں بھی سیٹ کیا جاسکتا ہے، کیسٹ، ریکارڈ، وی سی آر، وڈیو اور آلات جاسوس کو آج انسان کی ہر حرکت کو ریکارڈ کیا جاسکتا ہے۔ آواز اسے اس حالت میں سنائی جاسکتی ہے کہ وہ مجرموں کی طرح ساکت و حامد اپنی تمام حرکات و سکنات کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہوتا ہے یا مجرموں کی طرح ندامت سے سر نیچے کیے ہوئے۔ گویا کہ یہ زمانہ قریب قیامت کی نشاندہی پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ وحبیبہ الاعلیٰ اعلم۔

انگلیوں سے چشمے جاری ہو گئے

بخاری شریف باب علامات نبوت میں حضرت سالم بن الجعد حضرت جابر ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لیے آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا۔ عرض کیا آپ کے پاس جو پانی ہے اس کے سوا پورے لشکر میں نہ وضو اور نہ ہی پینے کے لیے پانی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل رکھا تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل پڑے، ہم نے پانی لیا اور وضو کیا۔ خوب سیر ہو کر پیا۔ حضرت جابر ﷛ سے دریافت کیا آپ اس دن کتنے تھے۔ انہوں نے جواب دیا ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔ انگلیوں سے پانی جاری کرنے کا معجزہ متعدد بار ظہور پذیر ہوا۔ مختلف اوقات میں مختلف تعداد نے پیاس بجھائی۔ اپنے جانوروں کو سیراب کیا اور پھر دفاعی طور پر محفوظ بھی کیا۔ کئی صحابہ کرام نے وضو وغیرہ بھی کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت زید بن حارث صدائی اور حضرت ابوعمرہ انصاری رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر صحابہ ان روایات کو بیان کرنے والوں میں شامل ہیں۔

شیر کی اطاعت

حضور اقدس ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا وہ کشتی ٹوٹ گئی میں ایک تختے پر بیٹھ گیا اور ایک جنگل میں جا نکلا، جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ میں نے کہا اے ابوالحارث (یہ شیر کی کنیت ہے) میں رسول کریم ﷺ کا آزاد شدہ غلام سفینہ ہوں یہ سنتے ہی شیر دم ہلاتے ہوئے میرے پاس آیا اور پھر میرے ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راستے پر لے آیا پھر اس نے ہلکی سی آواز نکالی۔ میں سمجھا مجھے الوداعی کلمات کہہ رہا ہے۔

(خصائص الکبریٰ جلد 2 ص 63)

بت بول اٹھے پڑھنے لگے کلمہ شجر بھی

جس طرح حیوان حضور سید عالم ﷺ کے امر کے مطیع تھے، اسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا خدمت اقدس میں آنا، سلام کرنا، آپ کی رسالت کی گواہی دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب میری طرف وحی بھیج گئی تو میرا گزر جس پتھر یا درخت پر ہوتا وہ یوں سلام عرض کرتا:

السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک دیہاتی اعرابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں اس کھجور کے درخت کی شاخ کو بلاؤں تو کیا میری رسالت کی گواہی دو گے؟ اس نے کہا ہاں پس آپ نے شاخ کی طرف اشارہ کیا وہ شاخ درخت سے (ازخود) الگ ہوئی اور زمین پر گری۔ پھر سجدے کرتی ہوئی آپ کی خدمت اقدس میں آکھڑی ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ واپس جاؤ۔ وہ واپس اپنی جگہ چلی گئی۔ یہ دیکھتے ہی اس اعرابی نے کلمہ پڑھا اور دولت ایمان سے مالامال ہوگیا۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام دارمی ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، ابویعلی اور حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ حاکم ترمذی نے صحیح کہا۔ نیز

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص الکبریٰ جلد دوم میں تحریر فرمایا:

(فائدہ): سبز درخت سے لڑکی کا زندہ ہونا تعجب کی بات نہیں۔ قرآن کریم میں مردہ گائے کا ایک ٹکڑا مردہ انسان کو مارنے سے زندہ ہو جانا اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جانوروں کو قیمہ شدہ ہونے کی ہیئت میں پکارا اور ان کا زندہ ہو کر آپ کی طرف دوڑتے ہوئے حاضر ہونا اسی قبیل سے ہی شمار کیا جائے گا۔ نباتات کی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان جمادات بھی تھے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے حضور سید عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ مکہ مکرمہ کے نواح میں لائے، میں نے دیکھا جو بھی درخت یا پہاڑ آپ کے سامنے آتا وہ عرض گزار ہوتا السلام علیک یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حد وعد سے باہر ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود سراپا معجزات کا مرقع تھا۔

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعت اخوان المسلمون مصر، عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پر درد، روح پرور، ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، جسے پاکستان میں ابوالاعلیٰ مودودی کے دستِ راست جناب خلیل احد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا اور اسلامی پبلی کیشنز لاہور نے "حسن البنا شہید کی ڈائری" کے نام سے کتاب کو شائع کیا، ایک مثالی کردار کے عنوان کے تحت صفحہ 196، 197 پر یوں بیان کرتی ہیں۔

"مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے یکم ربیع الاول سے لے کر 12 ربیع الاول تک معمولاً ہر رات ہم "حصافی الاخوان" میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی ﷺ کا جلوس بنا کر باہر نکلتے، اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ شبلی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آ گئی، ہم عادتاً عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے، دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغاں) سے جگمگا رہا ہے۔ اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ شبلی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی۔ اس کے بعد ہم جلوس بن کر نکلے اور بڑی مسرت وانبساط کے ساتھ مروجہ مناقب اور نظمیں (میلادیہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ شبلی الرجال کے مکان

پر واپس آ گئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے۔ جب اٹھنے لگے تو شیخ الرجال نے بڑی لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا کہ "انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تا کہ "روحیہ" کی تدفین کر لی جائے۔"

روحیہ شیخ شبلی کی اکلوتی بچی ہے' شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے' اس بچی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دوران کام بھی اسے جدا نہیں کرتے۔ یہ بچی نشوونما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم بھونچکے رہ گئے۔ عرض کیا۔ "روحیہ کا انتقال کب ہوا؟" فرمانے لگے۔ "آج ہی! مغرب سے تھوڑی دیر پہلے۔" ہم نے کہا کہ آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع دی۔ کم از کم میلاد النبی ﷺ کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے۔ کہنے لگے جو کچھ ہوا' بہتر تھا۔ اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگ مسرت میں تبدیل ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی اور نعمت درکار ہے؟ سچ فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

(حسن البنا شہید کی ڈائری)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں' عشرہ مبشرہ اور السابقون الاولون میں شامل ہیں۔ سید عالم ﷺ کے رفقاء خاص میں آپ ممتاز مقام پر فائز تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں وہ خلفاء رسول کریم کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ آپ ہی کے فیصلہ اور ایثار کے باعث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ الرسول اور امیر المومنین منتخب ہوئے۔ 32ھ کو بہتر برس کی عمر شریف میں وصال پایا' ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قبل از وصال' نبی کریم کے روضہ پاک میں دفن کرنے کی پیشکش فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ ''مجھے حضور ﷺ کے پاس لیٹنے سے شرم آتی ہے لہٰذا جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔'' آپ کی وصیت کے مطابق سید عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی' نبی کریم کے شہزادے حضرت ابراہیم اور حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ہی قبر میں دفن کیے گئے اور معلم الامتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو آپ کے پڑوسی اور رفیق خاص تھے بعد از وصال انہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا گویا کہ وہ عالم دنیا و عالم برزخ میں منازل قرب سے شادکام ہوئے' ان گنت خوبیوں کے مالک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں نے یمن کا سفر بارہا کیا اور ہمیشہ عسکلان بن عواکن حمیری کے پاس قیام کرتا تھا اور وہ مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص پیدا ہوا ہے جس کا چرچا لوگوں میں ہو' اس کا لوگ تذکرہ کرتے ہیں' کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو

تمہارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہو۔'' میں اس کا جواب نفی میں دیتا رہا' جس سال رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے آپ کا بیان ہے کہ اس سال میں پھر یمن گیا اور اس کے پاس ٹھہرا اور مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا علم بالکل نہ تھا' اس زمانہ میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اونچا سننے لگا تھا۔ میری اطلاع ہونے پر وہ باہر آیا' پٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھا اس کے اردگرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے۔ مجھ سے میرا نسب نامہ پوچھا۔ میں بیان کرتا کرتا جب زہرہ پر پہنچا تو اس نے کہا کہ ٹھہر جا' کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہتر ہو' آپ نے جواباً کہا کہ آپ ضرور ایسا کیجئے۔

اس نے کہا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے مہینے میں تمہاری قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے اور اس کتاب پر عمل کرنے والوں کے لئے ثواب مقرر کیا ہے۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بتوں (یعنی اللہ کے سوا سب کی) پرستش سے منع کرتا ہے اور دعوت اسلام دیتا ہے۔ اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور خود بھی اچھے کام کرتا ہے اور بیہودہ باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کو مٹاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا وہ کس قبیلہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ قبیلہ ازد سے ہے اور نہ ثمالہ سے وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم اس کے ننھیالی رشتہ دار ہو اور آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے عبدالرحمٰن! اس بات کو تم پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ اور ان سے جا کر ملو اور ان کی دلدہی کرو اور میری طرف سے التماس نامہ پیش کر دینا۔

اشهد باللہ ذی المعالی فالق اللیل والصباح

گواہ بناتا ہوں اللہ بڑائی اور بزرگی والے کو جو رات دن کا ظاہر کرنے والا ہے۔

انك ذو السر من قريش يا ابن المفدی من الذباح

بے شک آپ قریش میں رازدار ہیں۔ اے اس شخص کے بیٹے! جس
کی قربانی کا فدیہ دیا گیا ہے۔

ارسلت تدعوا الی یقین ویرشد للحق والفلاح

رسول بنا کر بھیجے گئے یقینی باتوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں اور
حقدار اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

اشھد باللہ رب موسیٰ ان ارسلت بالمطاح

قسم ہے موسیٰ علیہ السلام کے رب کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
بے شک بطحا میں رسول بھیجے گئے ہیں۔

فکن لی شفیعا الی ملیك یدعوا البرایا لی الفلاح

ہو جایئے شفیع اس مالک کے دربار میں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف
بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار مجھے کو یاد ہو گئے اور میں سفر سے بعجلت تمام واپس آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جن کے ساتھ میرے مراسم محبت پہلے سے تھے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اسلام لانے کی تحریک کی اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خدیجہ کے گھر لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس کو دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک امانت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھ کو پہنچا دو میں نے اشعار یاد کر لئے تھے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔

(سیرت نبویہ علامہ زینی دحلان مکی ص 61 ج 1)

تقریر نور

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب آفرین پیام

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
اَبَدًا وَعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

یہ نورانی مجلسیں' یہ روحانی بزم آرائیاں' یہ محامد و محاسن کی پرنور محفلیں' یہ جشن مسرت و شادمانی' عظیم الشان جلسے جلوس' یہ انعامی تقریبات اور اطراف و اکناف عالم سے روح پرور درود و سلام' نعت و مناقب' نغموں اور ترانوں کی گونج نیز رسال و جرائد' اخبارات کے خصوصی ایڈیشن' صرف اور صرف اس محسن کائنات فخر موجودات' ہادی سبل ختم الرسل رحمۃ اللعالمین' خاتم النبیین' شفیع المذنبین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی جاودانی ساعتوں کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنا ہے' جنہوں نے انسانی تمدن کی کایا پلٹ دی۔ گری ہوئی انسانیت کو تھاما اور اسے اس کی حقیقی منزل تک پہنچایا۔ اخلاق کا ایک ضابطہ اور تہذیب کا ایک دستور مرتب کیا' انصاف کی حدیں مقرر کیں' انسان کو صالح فطرت کی طرف پلٹ آنے کی عالمگیر دعوت دی جس نے ایک خدا وحدہ لاشریک کی عبادت کی بنیاد پر عالمگیر اتحاد کا پروگرام پیش کیا۔ جس نے ہمیشہ ان دروازوں کو بند رکھا جن سے نفاق و اختلاف کی ہوا آ سکتی تھی۔ یہی وہ ذات مقدس ہے جس نے ذہن و فکر کی پہلی بار انسانی برادری کو بنیادی حقوق کی نگہداشت کا سبق پڑھایا۔ اتحاد' اتفاق اور ربط و تعلق کے رشتے کو استوار کرنے کا احساس پیدا کیا۔ آج دنیا کی بستی بستی میں حریت کے جو ساز بج رہے ہیں وہ

درحقیقت اس بحر بے کنار کے فیض وکرم کا ایک قطرہ ہے جس نے دنیا کے ہر انسان کو صرف ایک اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بننے کا پیغام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کالے کو گورے اور عربی کو عجمی پر کوئی شرف حاصل نہیں، سب آدم کے بیٹے ہیں۔ جن کا خمیر مٹی سے ہوا۔ یہ انقلابی تحریک، یہ تہذیبی دعوت، یہ اخلاقی مشن، یہ روحانی ضابطہ، اسلام کے نام پر اس دور میں دیا جس میں ہر بشر، ہر قوم ہر ملک جہل وشرک کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ ظلم و بے انصافی کی تاریکی میں مبتلا انسانیت کے لئے چراغ راہ بنا اور پھر اس کی روشنی میں اسے زندگی کی پر پیچ راہیں نظر آئیں۔ انسانوں کو اپنا راستہ اور منزل تعین کرنے میں سہولت ہوئی ظلم و بے انصافی کی حیثیت منقلب ہوئی اور علم کی راہیں کھلیں۔ انسان کے کچلے ہوئے دل و دماغ کو سکون نصیب ہوا اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر ہوئی جس میں محنت و سرمایہ کی کوئی کشمکش نہ تھی، رنگ و نسل کا فساد نہ تھا۔ برتری و کہتری کا کوئی فتنہ نہ تھا۔ وطن و قومیت کا کوئی جھگڑا نہ تھا، ہر مرد ہر عورت، ہر بچہ، ہر کنیز، ہر غلام، ہر مزدور اپنے جائز اور صحیح حقوق کی ادائیگی کا خوگر تھا۔ خیال تو کیجئے آج رسل و رسائل کے ذرائع اتنے کثیر اور وسیع ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کی خبر چند سیکنڈ میں پوری دنیا میں پھیلائی جا سکتی ہے لیکن پروپیگنڈہ کی جدید سائنسی تکنیک نہ ہونے کے باوجود محسن کائنات حضرت محمد ﷺ کی انقلابی دعوت (اسلام) نے پوری دنیا کی تہذیب و تمدن کو بالکل مختصر سی مدت میں متاثر کر دیا۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ یورپ، افریقہ، ایشیا کی تمام تہذیبیں اور قومیں اسلام کی مقناطیسی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ سورج جب بھی نکلتا ہے تو روشنی سے فرار ناممکن ہو جاتا ہے اور جب سراج منیر چمکا تو کفر کے اندھیروں نے اپنی راہ لی۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

مگر نہایت دکھ کی بات ہے کہ آج اس محسن اعظم ﷺ کی امت افتراق

انتشار کا شکار ہے۔ ماڈرن تہذیب' غیر اسلامی تمدن کو حرز جان بنائے ہوئے ہے۔ سامان تعیش کی بھرمار میں دین کو چھوڑ کر دنیا اور روحانیت سے منہ موڑ کر۔ مادیت کی محبت میں مستغرق' اپنوں سے دشمنی' غبار سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جارہی ہیں۔ اتفاق واتحاد' اخوت والفت' حب ومودت' ایثار وقربانی کی جگہ حسد' بغض' عداوت' دشمنی' کینہ' نفاق غیبت کا دور دورہ ہے۔ مصائب وآلام شکست و ذلت' نکبت وپستی ہمارا نشان بن چکا ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ کشمیر وفلسطین' قبرص' افغانستان' لبنان' بوسنیا اور چیچنیا کے مظلوم و نہتے مسلمانوں کو ظلم وستم کی چکی میں پسا جارہا ہے۔ ہندوستان کے امن پسند مسلمانوں کی عزت وآبرو کو لوٹ کر صرف اس لئے بے دردی سے شہید کردیا جاتا ہے کہ یہ محسن اعظم تاجدار مدینہ کے نام لیوا اور توحید کے پرستار ہیں۔ مشرقی پاکستان کو اسی دشمنی کی بناء پر غداران ملک وملت نے بنگلہ دیش کے نام سے بدل کر رکھ دیا ہے' دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی زندگیاں بے چینی سے گزر رہی ہیں غور کا مقام ہے' آخر وجہ کیا ہے؟ یہی اور صرف یہی کہ ہم نے خدا اور رسول کے احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور بیگانوں سے لو لگالی۔ اتنی شکستوں کے بعد ہم خواب غفلت میں پڑے عیش وعشرت میں پیہم مصروف ہیں۔ دشمنان اسلام ہر طرف سے حملہ آور ہے الحاد ودہریت' اشتراکیت وعیسائیت اور مذہب سے دوری کی بمبارمنٹ ہورہی ہے مگر ہم ہیں کہ بیدار ہونے کا نام تک نہیں لیتے۔ آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ مسلمانو! خواب غفلت سے بیدا ہوکر دین متین کی خدمت کے لئے کمربستہ ہوجایئے اپنی قدر ومنزلت پہچانئے اسلام کی یاد تازہ کیجئے۔ مادی وفانی ترقی کو روحانی سرفرازی پر ترجیح مت دیجئے۔ اپنے بزرگوں کی باتوں پر کان دھریئے اور ان پر عمل پیرا ہوجایئے۔ یاد رکھئے! جب دنیاوی غلامی کی زنجیریں توڑ کر روحانی پٹکا گلے میں سجالوگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاَنْتُم الاعلون کا تمغہ جرأت تمہارے زیب گلو ہوگا۔ اے بادہ کشانِ غفلت!

سلطان رحمت کی بارگاہ کے دروازے کھل گئے اب صرف ایک حرف ندامت' ایک عذر شرمسار اور بھیگی ہوئی پلکوں کا صرف ایک چمکتا ہوا قطرہ دل کی طہارت کے لئے کافی ہے۔ اے گیتی کے روسیا مدہوشو! آؤ چشمہ نور میں غوطہ لگا لو جو تمہاری نظر کے نشانے پر بہہ رہا ہے گیارہ ماہ کے بعد روحانی برکات کا یہ سہانا موسم اسی لئے آیا ہے کہ تمہارے چہرے کا غبار ڈھل جائے اور رحمتِ خداوندی کی موسلادھار بارش میں تمہارا دامن نکھر جائے۔ اے خفتگانِ شبِ ملامت! دنیا کی بڑی بڑی امید گاہوں سے تم نے لو لگا کر دیکھ لیا۔ فرصت ہو تو پل بھر ذرا حافظہ پر زور دے کر یاد کرو تم نے مادی اقتدار کی چوکھٹوں پر اپنی کتنی فریادیں ضائع کر دیں۔ وقت کے روٹھے ہوئے فرعونوں کو منانے کے لئے تمہیں کتنی بار اپنی سطح مرتفع سے نیچے اترنا پڑا لیکن سچ بتایئے ان ساری منتوں' سماجتوں اور خوشامدوں کے بعد ذلتوں کی شکست اور نامرادیوں کی ٹھوکر کے سوا کوئی چیز تمہارے ہاتھ آئی؟

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

پیہم فریب کی چوٹ کھانے والو! اب تو پلٹ آؤ اس رحمت حق کی طرف جس نے اپنے امیدواروں کو کبھی مایوس نہیں کیا اور جو پلکوں کا آنسو دامن میں جذب ہونے سے پہلے اپنے فریادی کے دل کی پکار سن لیتا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہے کوئی سائل ہی نہیں!
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

ربیع الاول! کا یہ مقدس مہینہ جو ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے یہ مایوس چہروں کے نکھرنے کا بہترین موسم ہے۔ قدم قدم پر رحمت و زعفران کی جو نہریں بہہ رہی ہیں ان سے بھی اگر ہم نے اپنے روح کی تشنگی نہیں مٹائی تو اس کے بعد پھر کوئی ایسا دلنواز موسم نہیں آئے گا۔ آیئے! ربیع الاول کے رحمت بھرے شب و روز کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے رب کے حضور غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے

جتنی خطائیں کی ہیں، معاف کرائیں اور اپنے خالی دامن کو بارگاہ بے کس پناہ میں پھیلا دیں تاکہ دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں سے مالامال ہوسکیں۔ اس ماہ مبارک کی ایک ایک ساعت کی عزت وحرمت کا خیال رکھیں کیونکہ اس ماہ مبارک کی 12 تاریخ کو تاجدار عرب وعجم محسن کائنات، فخر موجودات، باعثِ ایجاد عالم نبی مکرم، نور مجسم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔

کُنتُ کنزاً مخفیاً کا راز تابش کھل گیا

جب جہاں میں سرور دنیا و دیں پیدا ہوئے

جن کی تشریف آوری سے قبل انسانیت اندھی تھی، اخلاق بہرا تھا، انسانی کردار مفلوج ہوکر رہ گیا تھا چہار جانب کو وحشت و بربریت کے طوفان نے اپنی لپیٹ میں یوں دبا رکھا تھا جیسے نزع کے آخری ہچکی، یاس و ناامیدی کے بادل فضائے عالم پر چھا چکے تھے۔ پھر وہ آفتاب عالم طلوع ہوا جس کی تابندگی سے شب کی سیاہی نور سحر میں تبدیل ہوگئی ظلم وستم کی جگہ عدل وانصاف رحم و ہمدردی نے لے لی۔ تشنگان لہو کی لبوں پر صلح و آشتی کا پیغام نغمہ ریز ہوا۔ تلوار کے قبضہ پر رکھنے والے ہاتھ تعلیم و اخلاق کے لئے میدان عمل میں نکلے ایک مختصر سے عرصہ نے زمانہ کے غبار وحشت کو باران رحمت میں تبدیل کردیا۔ کانٹے پھول بن گئے اور کلیاں مسکرا اٹھیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں!
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو!

ماہ ربیع الاول کی ان ہزار صد مبارک ساعتوں میں انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کا یوم ولادت مسلمانانِ عالم کے لئے جہاں انتہائی مسرت و شادمانی کا گہوارہ ہے وہاں ایک ضابطہ حیات کا ترجمان بھی ہے اور وہ ضابطہ حیات عدل و مساوات، تنظیم و اتحاد، علم وعمل اخلاق و محبت ایسے زریں اصولوں سے بھی عبارت ہے۔ جس کا دوسرا نام ''اسلام'' ہے۔ ذرا ماضی کی طرف نگاہ لے جایئے اسلام

کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی زندگی جس تنگی اور عسرت سے گزری وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ان کے پاس نہ کوئی دولت تھی اور نہ ہی شاہی محلات' بنگلے اور کوٹھیاں تھیں۔ لیکن اس فقر و فاقہ میں بھی ان کو سکونِ قلب' تسکینِ روح' سرورِ زندگی اور راحت جگر کی لافانی دولت حاصل تھی۔ اس لئے کہ وہ اس عارضی نشوونما' فانی شان و شوکت' غیر یقینی جاہ و حشمت کے مقابلہ میں دائمی مسرت ابدی کیف و مستی اور غیر فانی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور جب ان کی پُر شوق نگاہیں جمال مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ لیتیں تو زندگی بھر کی رعنائیاں سمٹ کر ان کے دامن مراد میں پھیل جاتی ہیں اور وہ نشہ عشق و محبت سے سرشار ہوکر دنیا ومافیہا سے بے خبر اس حسنِ لازوال کا مشاہدہ کرتے تو نہ انہیں بھوک لگتی اور نہ ہی پیاس محسوس کرتے بلکہ دنیا کی ہر چیز بھول جاتے کیونکہ جمال یار کو دیکھنا ہی ان کے نزدیک سب سے بڑی نعمت تھی۔

مغزِ قرآن' جانِ ایماں روحِ دیں
ہست حب رحمۃ اللعالمین

لیکن ان کی غربت' تنگی و عسرت کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے فرعونی دماغ رکھنے والے کافر' اسلام و پیغمبر اسلام کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل سمجھ لیتے کیونکہ دولت کے نشے اور سرمایہ داری کے جنون اور امارت کے غرور نے ان کی آنکھوں پر پردے اور دلوں پر مہریں لگا دی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک حق و صداقت کا معیار ہی بدل گیا تھا اور ان کا عقیدہ تھا کہ غریب اور مفلس انسان خدا کی رحمت کا سرے سے حق دار ہی نہیں' حق و صداقت کے معیار کو طہارت قلب' تزکیہ نفس' اتقاء اور پرہیزگاری کی بجائے سرمایہ کاری' جاگیرداری' ظاہری شان و شوکت اور عارضی جاہ و حشمت سمجھتے تھے اور اسی بنا پر خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے' نیز ان کا مقولہ تھا۔ اگر خدا نے کسی کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا کہ تو۔ کے کے کسی بڑے سردار کو نبوت عطا فرماتا۔ آخر یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے جو نوٹے ہوئے

حجرے میں رہتا ہے۔ کھجور کی چٹائی پر مسند لگاتا ہے' پھٹے ہوئے کپڑے زیب تن ہوتے ہیں اور دعویٰ کرتا ہے ساری خدائی کے نبی ہونے کا۔ اگر یہ نبی ہوتا تو اس کے پاس سونے چاندی کے خزانے ہوتے' لعل و جواہرات کے ڈھیر اور سنہری محلات ہوتے۔ جب ان کا غرور و تکبر اور تعصب حد سے بڑھ گیا تو پھر غیرتِ حق نے پکار کر کہا۔ میرے محبوب کی نبوت کو سونے چاندی کے خزانوں' لعل و جواہرات کے ڈھیروں ریشمی لباسوں اور سنہری محلات میں تلاش نہ کرو بلکہ میرے محبوب کی نبوت کو اگر دیکھنا ہو تو کسی یتیم کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھو۔"

آہستہ آہستہ زمانے نے کروٹ بدلی تو وہی لق و دق پوشوں کی مقدس جماعت' فاقہ مستوں کا متبرک گروہ اور صحرا نشینوں کا نورانی ٹولہ' ساری دنیا کے لئے امن و سلامتی' عدل و انصاف' لطف و کرم کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور پھر وہی تنگی و عسرت اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنے والے دنیا کے تاجدار ہوئے۔

آج دنیا کی نفس پرست اور ننگ انسانیت حکمران اقتدار کے بھوکے سیاسی لیڈر آئے دن اعلان کرتے رہتے ہیں کہ غریبو! ہم تمہارے لئے ہیں۔ امریکہ کی نام نہاد جمہوریت اور روس کی نسل انسانی کو تباہ کر دینے والی آمریت (اشتراکیت) بھی غریبوں کی حمایت کی مدعی ہے۔ مگر یہ سب دھوکہ ہے فریب کاری ہے مکاری اور عیاری ہے ایسے اعلانات و بیانات میں صداقت کا نام تک نہیں اس لئے آج تک کسی نے اس کا عملی ثبوت مہیا نہیں کیا۔ کوئی پری پیکر کار میں بیٹھ کر کوئی ہوائی جہاز میں پرواز کر کے کوئی ایئر کنڈیشنڈ کوٹھیوں اور بنگلوں کی مسحور کن فضاؤں میں بدمست غریبوں سے ہمدردی کا اعلان کرتا ہے مگر غریب کے آنسوؤں نے بھیگی ہوئی پلکوں سے دیکھا تو اسے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آئی۔ جب حسرت بھرے دل سے مدینہ طیبہ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے دیکھا کائنات کا ہادی زمین و آسمان اور کون و مکان کا شہنشاہ' عرب و عجم کا تاجدار کونین کا والی ایک ٹوٹے ہوئے حجرے میں کھجور کی ایک پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھا'

پیٹ پر پتھر باندھے یوں دعا کر رہا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِی مِسْکِیْنًا وَ اَمِتْنِی مِسْکِیناً وَّ احشرنی فی زمرہ المساکین (مشکوٰۃ ص 447)

الٰہی مجھے مساکین میں زندہ رکھ اور مسکینی میں ہی وصال عطا فرما اور بروز حشر مساکین کو میری ذات سے مشرف فرما۔

یہ سن کر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہیں۔ کملی والے آقا آپ مولائے کل اور محبوب رب العالمین ہو کر ایسی دعا فرماتے ہیں! آپ نے جواباً نوازا حبیبہ حبیب خدا غریب و مساکین قیامت کو امیروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے اور پھر امام الانبیاء علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے الفقر فخری کی عملی تصویر دنیا والوں کے سامنے اس طرح پیش فرمائی کہ اگر کوئی غریب امتی دو روز سے بھوکا ہے تو محبوب خدا کے پیٹ پر پتھر دیکھا جاتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا!
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی!
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں غریبوں کو نفرت اور حقارت سے دیکھا جاتا ہے لیکن دولت و ثروت سرمایہ داری و جاگیرداری کے نشے میں سرمست اور متکبر انسان یہ نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد جتنی زمین کسی بڑے سے بڑے صنعت کار اور امیر کو ملتی ہے اتنی ہی غریب مزدور اور فقیر کو اور اتنا ہی کفن جو ملک کے بادشاہ کو پہنایا جاتا ہے ویسا ہی بستی کے گدا کو خیال تو کیجئے۔

نہ دارا رہا سکندر نہ فریدوں بادشاہ
تخت زمین پر سینکڑوں آئے چلے گئے

میلاد النبی کی صبح ایک ہی پیغام سنا رہی ہے ایک ہی دعوت دے رہی ہے

دروہ یہ ہے کہ حضور رسالت مآب علیہ السلام کے عطا فرمودہ عزت وشرف سے رہنا چاہتے ہو اور اقوام عالم کی امامت پر فائز ہونے کے آرزومند ہو تو چودہ سو سال قبل کے اس نورانی مقام کی طرف لوٹ چلو جو میلاد النبی علیہ السلام کی معجز نمائی کا صدقہ تھا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کردے
ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو سے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
بزمِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جل وعلا محسن اعظم کے صدقے ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے۔ عدل انصاف امن وسلامتی کا خوگر بنائے اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے خصوصاً پاکستان کی سرزمین کو نظام مصطفیٰ اور مقام مصطفیٰ کا امین بنائے۔ (آمین ثم آمین)

بجاہِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم !!!

تفہیمات نور

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جناب رسالت مآب سرور دو عالم ﷺ کو تمام کائنات میں وہ مقام حاصل ہے جس کی بلندی اور وسعت کو کوئی اور ذات نہ پہنچی ہے اور نہ پہنچ سکتی ہے۔

انسانی وجود میں چونکہ قلب ہی نور محمد کی اور نور محمد کے ذریعے نور ذات کی جلوہ گاہ ہے اس لئے ہر انسان حمد و نعت کے مضمون سے صرف اسی حد تک لطف اندوز ہو سکتا ہے جس حد تک اس کے اپنے قلب کی نوری صلاحیت کسی نہ کسی رنگ میں بیدار ہو چکی ہے۔ جن حضرات نے رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی اور ان کے مقامات و صفات خصوصی کے متعلق پہلے سے کچھ غور فرمایا ہے ان کے ذہن میں تو "پیکر رحمت" کے مطالعہ سے کوئی الجھن پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن تعلیم یافتہ اصحاب کا وہ طبقہ جنہیں اسلامی کتب کے مطالعے یا بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا ہو ممکن ہے وہ فکری کاوش کے باوجود اس نعت کے بعض حصوں کو پورے طور پر سمجھنے سے قاصر رہیں لہٰذا ایسے دوستوں کی سہولت کے لے ذیل میں نور ذات اور نور محمد ﷺ کی تفہیم کے متعلق کچھ اشارات لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان اشارات کو سمجھ لینے کے بعد اگر وہ پھر ایک دفعہ نعت کا مطالعہ فرمائیں گے تو انہیں بھی اس کا کوئی حصہ مشکل معلوم نہیں ہوگا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساری نعت کے مضمون سے پہلے کی نسبت زیادہ دلچسپی محسوس فرمائیں۔

1۔ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیقی صنعت کا شاہکار ہے اور حضور سرور دو عالم ﷺ اس صنعت کا نقش اول اور نقش اکمل ہونے کی حیثیت سے اس کی قدرت کا ملہ

کا بہترین نمونہ ہیں۔

2۔ رسول کریم ﷺ ان تمام صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہیں جو خالق سے مخلوق میں امکانی طور پر منتقل ہو سکتی ہیں۔ باقی انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی جگہ جزوی طور پر صفات الٰہیہ کے مظاہر ہیں لیکن رسول کریم ﷺ جامع الصفات ہیں اور ظاہر و باطن مجسم نور ہیں۔

3۔ نور کیا چیز ہے؟ نور کی کوئی جامع اور واضح تعریف کرنا مشکل کام ہے بلکہ نور کی کسی تعریف کا ادراک بھی عام عقل و فکر کی حدود سے باہر۔ یہاں اجمالی طور پر صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ نور روح عظیم کی قوت تجلی کا نام ہے اور نور ہی زمین و آسمان میں ہر چیز کی طاقت کا مصدر و ماخذ ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت کی پہلی جامع تجلی (Radiation) نور محمد ﷺ اور نور محمد ﷺ ہی تمام کائنات کے لئے سرچشمہ حیات ہے۔

5۔ تمام انوار و تجلیات کا ابتدائی مرکز خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کی ذات نور۔ اس کی صفات نور' اس کا علم نور' اس کا کلام نور' ارادہ نور' عزم نور' خیال نور' اس کا ہر اسم اور ہر حکم نور۔ اس کی ہر صفت نور ہر نعمت نور' ظاہر نور' باطن نور' اول نور آخر نور **اللہ نور السموات والارض**

6۔ انور تجلیات کا ثانوی مرکز جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے جو تمام صفات حسنہ کا حامل ہے۔

7۔ نور تمام قوت و حیات کا مصدر ضرور ہے لیکن نور کوئی مجہول طاقت نہیں۔ جس سے غیر شعوری طور پر مختلف قسم کے تغیرات خود بخود ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ نور کی ہر تجلی اپنے مرکز کی صفات خصوصی کی حامل ہوتی ہے یعنی اس کی حکمت و دانش' شعور و فہم تنظیم و ترکیب وغیرہ کی وہ تمام صلاحیتیں موجود رہتی ہیں جو اس تجلی کی غرض و غایت کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

8۔ ہر نوع حیات کا اپنا ایک دور یا سائیکل ہوتا ہے جس کا نقطہ انجام کم و بیش

ہے جو ظاہر حالت میں اس کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کی زندگی کا دور بیج سے شروع ہوتا ہے اور بیج ہی پیدا کرنے پر ختم ہوتا ہے۔

9۔ حیات کائنات کی ابتداء نور محمد ﷺ سے ہوئی ہے اور بہ ہیئت مجموعی نور محمد ﷺ ہی اس کا مقصود و منتہا ہے۔

10۔ چونکہ نور ذات کی پہلی تجلی نور محمد ﷺ ہے اور نور محمد ﷺ سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی ہے اور اس لئے خالق اور مخلوق کے درمیان نور محمد ﷺ ایک لازمی ازلی اور ابدی واسطہ ہے اس نور کی وساطت کے بغیر نہ کوئی نعمت و برکت و راحت خالق کی طرف سے مخلوق تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

11۔ عالم شہود میں کسی شے کے اندر کوئی ایسی صفت ظاہر نہیں ہوتی جو عالم امر میں کسی نہ کسی شکل میں اس شے کے جوہر میں موجود نہ ہو۔

12۔ کسی چیز کے کل کی تمام جوہری خصوصی کسی نہ کسی حالت میں اس کے ہر جز میں قائم رہتی ہے اور ہر جز سے کل کا کام لینے کے لئے قوانین قدرت کے کسی ماہر کی ضرورت ہوتی ہے۔

13۔ قدرت کاملہ نے ہر نوع حیات میں تجدد امثال (Reproduction of Species) اور تعدد امثال (Multiplicity of Species) کا خاص اہتمام کیا ہوا ہے۔ ہر نوع میں کل سے جز اور جز سے کل کا نزولی اور صعودی دور حیات ہر وقت قائم اور جاری ہے اور بقائے دنیا تک جاری رہے گا۔ مثلاً بیج سے درخت اور درخت سے بیج۔ انڈے سے مرغی اور مرغی سے پھر انڈا وغیرہ وغیرہ۔

14۔ سائنس کی موجودہ تھیوری یہ ہے کہ ''ایزجی'' یا قوت کی پہلی ہیئت اور آخری ہیئت روشنی ہے۔ یعنی مادہ روشنی کی تبدیل شدہ شکل ہے اور مختلف تبدیلیوں کے ذریعے روشنی ہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

اس تھیوری یا قیاس کا رخ اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ حقیقت سے ابھی دور ہے

کیونکہ قوت کے ابتدائی آخری شکل روشنی نہیں بلکہ نور ہے۔ روشنی خود نور کی تبدیل شدہ حالت ہے۔ نور محمد ﷺ سے ستر ہزار تبدیلیوں کے بعد روشنی کا وجود آتا ہے اور پھر روشنی سے تقریباً اتنی ہی تبدیلیوں کے بعد مادی اجسام ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

15۔ مادے کا جوہر روشنی ہے اور روشنی کا جوہر نور ہے۔ جس طرح مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں بھی دو جوہری اعزاز کا التزام ہوتا ہے جنہیں پروٹونز اور الیکٹرونز کہا جاتا ہے اس طرح جوہری قوت کے اصل یعنی نور میں بھی ایسے دو اجزا کا وجود لازم ہے۔ نور کے ان جوہری اجزاء کا اعتباری نام جمال اور جلال ہے جنہیں حسن اور عشق بھی کہتے ہیں۔

16۔ مادے کی جوہری زندگی پروٹونز اور الیکٹرونز کی مسلسل محوری حرکت پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک جز کی یہ مرکزی حرکت بحالہ بند ہو جائے تو جوہری سیل (Cell) مردہ متصور ہوگی اور اگر دونوں اجزاء کسی وجہ سے باہم مخلوط ہو جائیں تو جوہری حیات ختم نہیں ہوگی بلکہ مخفی ہو جائے گی۔ جو پھر کسی عمل سے بیدار کی جا سکتی ہے۔ اسی سے نور کی فعالی اور غیر فعالی حالت کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔

17۔ جس طرح بجلی کی مخفی قوت کو بیدار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی عمل سے اس کے ہر دو اجزا مثبت اور منفی کو علیحدہ علیحدہ فعال کیا جائے اسی طرح قوت نور بھی اس وقت تک کارفرما نہیں ہوتی جب تک اس کے ہر دو اجزاء جمال اور جلال یا حسن و عشق الگ الگ جلوہ گر نہ ہوں۔

18۔ نور قدم نور کی اس مخفی قوت یا غیر فعالی حالت کا نام ہے جس میں اس کے اجزائے ترکیبی جمال و جلال ابھی اپنی اپنی جداگانہ شان میں جلوہ گر نہیں ہوئے تھے۔ نور کی اسی مخفی قوت کو اللہ تعالیٰ نے کنز مخفی سے تعبیر کیا ہے۔

19۔ اگرچہ ترکیب ذاتی کے اعتبار سے خالق نور اور مخلوق نور اپنے جواہر ازلی د

ابدی یعنی جمال و جلال پر مشتمل تھے لیکن ان کی ہیئت کذائی میں آفرینش کائنات غرض سے روز اول ہی تھوڑا سا فرق رکھا گیا تھا جسے صوفیا کرام میم کا پردہ کہہ لیتے ہیں۔ وہ فرق جمال و جلال یا حسن و عشق کے انوار کی باہمی ترتیب میں تھا جس کی صورت نعت کے تیسرے بند میں حاشیہ پر واضح کردی گئی ہے۔

20۔ نور ازل کی پہلی تجلی جو غیر معین فضائے میں پورے زور کی ساتھ ہر سمت اور ہر جانب ظہور پذیر ہوئی اور ذات و صفات کی خصوصیات سے بھرپور اور مرکز نور کو محیط تھی وہ تجلی نور محمد ﷺ ہیولا قرار پائی جسے محض سہولت بیان کے لئے اور تفہیم مدعا کے لئے مخلوق نور کہا گیا ورنہ حقیقت میں یہ نور خود نور ذات کا ظہور تھا نہ کہ اس کی تخلیق۔

21۔ نور محمد ﷺ کے اس ہیولے میں کائنات کی تمام اشیاء کے ہیولے شامل تھے۔ اس میں زمین آسمان' فرشتے انسان' چرند پرند' شجر حجر وغیرہ پوری ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جوہری حالت میں اس طرح محفوظ موجود تھے جس طرح ایک بڑی تن آور درخت مثلاً بڑ کی جڑیں' تنا' شاخیں' پتے اور پھول وغیرہ سب کے سب اس کے بیج میں ترتیب وار موجود ہوتے ہیں۔

22۔ اللہ تعالیٰ کے امر کن کے ماتحت جو تمام خلقت فوراً پیدا ہوگئی اس کا یہ مطلب نہیں کہ آن واحد میں تمام موجودات عالم اس شکل و ہیئت میں ظاہر ہوگئے جس میں وہ اب نظر آتے ہیں بلکہ اس امر کن کا نتیجہ یہی تھا کہ ہر شے اپنی جوہری حالت میں یا نکلیر فارم (Nuclier Form) میں اپنے اپنے مقام پر نور محمد ﷺ میں مرتب ہوگئی اور پھر اپنی فطری اور جوہر قوت کے مطابق خدائی نظم ونسق کے ماتحت ہزارہا امتزاجی تبدیلیوں کے بعد اپنے اپنے وقت پر اور اپنے اپنے جداگانہ رنگ میں ظہور پذیر ہوتی۔

23۔ نور محمد ﷺ سے لے کر روشنی کے وجود تک عالم امر کہلاتا ہے جس میں ا

ربی سے ہر شے کا نوری ڈیزائن تیار ہوتا ہے اور ہر آنے والے تغیر و تبدل کا بنیادی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے بعد روشنی سے مادے کی آخری ہیئت پذیری تک عالم شہود کہلاتا ہے جو حواس خمسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

24۔ انسانی وجود اگرچہ مادی ہے لیکن اس کی ہیئت کذائی دوسرے مادی اجسام کی طرح کسی ارتقائی عمل یا نور کی امتزاجی تبدیلیوں کا نتیجہ نہیں۔ انسانی وجود صنعت خداوندی کا ایک خاص کرشمہ ہے جس کی صورت گری اس وقت ہوئی جب کہ عالم شہود میں تمام انواع حیات اور تمام موجودات اپنی اپنی جگہ مرتب ہو کر سرگرم کار ہو چکے تھے۔

25۔ وجود انسانی کی تعمیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے عالم شہود میں سے ہر قسم کے مادے کا بہترین حصہ منتخب کیا اور اپنے دست قدرت سے ان سب کی آمیزش کر کے ایک خاص شکل و ہیئت کا ڈھانچہ تیار کیا یا کر دیا جس میں تنظیم و ترکیب اور ترتیب و تناسب کا کمال اس کی اپنی قدرت کے کمال پر دال تھا۔ پھر اس عنصری ڈھانچہ میں اپنی روح پھونک کر اس میں حیات ظاہری کا اجرا بھی کیا اور اس کے قلب کو اپنے نور خاص کی تجلی گاہ بننے کی صلاحیت بھی بخشی۔

26۔ اس طرح خدا نے عالم شہود میں ایک نئی اور خاص الخاص نوع حیات کی طرح ڈالی۔ اس نوع کے پہلے نمونے یعنی پہلے انسان کا نام آدم علیہ السلام رکھا گیا۔ اس کے تجدد اور تعدد کے لیے بھی وہی قاعدہ جاری کر دیا گیا جو اس کی ظاہری حیات کی قریبی نوع میں یعنی حیوانات میں پہلے سے جاری تھا۔ اس غرض کے لیے حضرت آدم علیہ السلام ہی کے وجود سے قدرت کاملہ نے مائی حوا کا وجود پیدا کر دیا۔

27۔ جن وجوہ کی بنا پر انسان کو باقی مخلوق پر تفوق یا برتری حاصل ہے ان میں سے چھ امور بہت اہم اور قابل توجہ ہیں۔

(1) انسان کا مادی وجود اپنی ساخت کے اعتبار سے کائنات کے تمام مادی اجسام کا نمائندہ ہے اور اس طرح ان تمام انوار محمد ﷺ کا مظہر ہے جو عالم امر سے عالم شہود میں پہنچ کر ہزارہا تبدیلیوں کے بعد ارضی و سماوی اجسام کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

(2) انسانی وجود کو تنظیم و ترکیب اور ترتیب و تناسب کا وہ کمال حاصل ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم کہا ہے اور جو کسی اور مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔

(3) تمام مخلوق میں صرف انسان کو اللہ تعالیٰ نے نطق۔ شعور و فکر۔ خیال اور ارادہ کے انوار سے سرفراز کیا ہے۔

(4) قلب یا (mind) کی دولت صرف انسان کو ملی ہے جو نور محمد ﷺ اور نور محمد ﷺ کی وساطت سے نور خدا کی تجلیات کا مورد ہے۔

(5) مخلوق میں صرف انسان ہی ہے جس کی نوعی حیات کا آغاز اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنی روح کے انفاخ سے کیا ہے۔

(6) کائنات میں باقی مخلوق کو نور محمد ﷺ سے صرف یہ ایک تعلق حاصل ہے کہ عالم شہود میں تمام موجودات نور محمد ﷺ ہی کا ظہور ہیں۔ لیکن انسان کو سرور دو عالم ﷺ کے نور سے دہرا تعلق حاصل ہے۔ ایک بواسطہ مادی اجسام کے مرکزی نور کے ذریعے اور دوسرا براہ راست اپنے قلب و روح کے ذریعے۔

28۔ مندرجہ بالا امتیازات کی بنا پر انسان کو کائنات میں دوہری نمائندگی حاصل ہے۔ ایک طرف وہ اپنے قلب و روح کے نور کی معرفت خدا کا نمائندہ یا نائب ہے۔ دوسری طرف وہ اپنے وجود کی معرفت امام موجودات کا نمائندہ اور سربراہ ہے۔

29۔ انسان کے لیے اسرار کائنات کا صحیح علم حاصل کرنے کے دو امکانی طریق

ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ عالم شہود میں علم سائنس کے ذریعے مادی اجسام کی سطح کو کرید کرید کر اور ان کے خواص کا تجزیہ کر کے ان کی نوری بنیادوں کو دریافت کرے جن میں صورت و سیرت کے ہزار ہا انقلابات و تغیرات کے راز چھپے ہوئے ہیں۔ دوسرا یہ کہ انسان اپنے قلب کی نوری صلاحیت کو بیدار کر کے اپنی روح کو نور محمد ﷺ میں مدغم کر دے جو نور کو مخلوق اور خالق کے درمیان لازمی اور لابدی واسطہ ہے اور پھر اسی نور کی کرنوں کے ذریعے حقائق اشیا پر نظر ڈالے۔

30۔ بدیہی طور پر پہلا طریق کار نہایت مشکل۔ پر خطر غیر یقینی اور حوصلہ فرسا ہے کیونکہ عالم شہود اتنی لاتعداد انوع حیات پر مشتمل ہے اور اتنا وسیع عمیق اور بسیط ہے کہ سارا عالم تو ایک طرف رہا کسی ایک نوع حیات کی مکمل اور نتیجہ خیز تحقیق کے لیے تمام بنی نوع انسان کی مجموعی عمر بھی شاید کافی نہیں ہوگی۔

31۔ نیز طریق اول کی ناکامی اور بھی واضح ہو جاتی ہے اگر یہ یاد رکھا جائے کہ وہ تمام نظام شمشی جس میں ہماری زمین ایک چھوٹی سی بستی ہے تجلی نور ذات کی صرف ایک کرن کا کرشمہ ہے مرکز نور سے چونکہ ایسی لاتعداد کرنیں ہر سمت میں جلوہ پاش ہوئیں۔ اس لیے کائنات میں ایسے بے شمار نظام بہ یک وقت وجود میں آکر ایک وسیع سلسلہ حیات کے حامل ہو گئے۔

32۔ ظاہر ہے کہ اسرار کائنات معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ نہایت جاذب۔ موثر اور مختصر ہے۔ درحقیقت یہ قرآنی تعلیم کی پیروی اور رسول کریم سرور دو عالم ﷺ کی مکمل اطاعت و محبت کا راستہ ہے۔ اس راستے سے حیات انسانی کی منزل مقصود ہر بشر کی امکانی زد میں آجاتی ہے۔

نور محمد ﷺ میں مدغم ہو کر انسان ایسے بلند اور رفیع مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس کی نوری نظر حیات کا آن واحد میں بے نقاب دیکھ لیتی ہے۔ اس مقام سے ایک طرف تو وہ خدا کی ذات و صفات کا عرفان حاصل

کر سکتا ہے اور دوسری طرف ان تمام انوار کی سیر کر سکتا ہے جو آنحضور ﷺ کے نوری وجود سے جاری ہو کر عالم شہود کے تمام اجساد اور تمام انواع حیات کی باطنی قوت کا باعث ہیں۔ انہی انوار کے ذریعے وہ تمام اجسام کے باطنی نظام کو ایک نظر میں سمجھ سکتا ہے اور ایک قلیل مدت میں اسرار کائنات پر حاوی ہو سکتا ہے۔

33۔ نور محمد ﷺ کا مقام ہی وہ مقام ہے جہاں سے انسان اپنی دوگونہ نمائندگی کا حق ادا کر سکتا ہے۔

ایک طرف اس کا دل کمال عبدیت کی لذت سے سرشار ہو کر خالق کے حضور میں انتہائی خلوص اور عجز و انکسار سے سربسجود ہوتا ہے اور اس کے قرب خاص میں داخل ہو کر بے پایاں سرور اور راحت ابدی سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ خود اس کے نائب خلیفہ یا مختار کی حیثیت سے موجودات کے تمام مخفی رازوں سے واقف ہو کر ان پر پورا تسلط و تصرف حاصل کر لیتا ہے۔

34۔ ہر نوع حیات کی ہر منزل اور ہر منزل پر ہر شکل و ہیئت کا ایک متبادل نوری ڈھانچہ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ ساتھ تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مادی اجسام کے تمام متبادل ڈھانچے نور کی کرنوں کے ذریعے باہم مربوط اور مرکز نور سے وابستہ رہتے ہیں۔

35۔ ہر انسانی وجود کا بھی ایک ڈھانچہ ہوتا ہے جو اپنے مقام پر مادی اجسام کے بنیادی انوار کا مجموعہ ہوتا ہے۔ انسانی اجسام کے یہ مرکب نوری ڈھانچے بھی باہم مربوط اور نور محمد ﷺ سے وابستہ رہتے ہیں اور ان کا کنٹرول نور محمد کی وساطت سے قدرت کے اپنے ہاتھ میں رہتا ہے۔

36۔ جس طرح روشنی کے قوانین کے مطابق کوئی تصویر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نور کی انتہائی لطافت کے سبب

انسان کا نوری ڈھانچہ اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ وہ تمام آفاق کو اپنے اندر سمیٹ لے اور اتنا چھوٹا ہو سکتا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے میں خود پورے طور پر سما جائے۔

37۔ اگر انسان اپنے اندرونی نور سے فائدہ اٹھا کر اپنے قلب کی تمام مخفی قوتوں کو بیدار کر لے اور نور محمد ﷺ میں مدغم ہو جائے تو وہ مطلوبہ صفات الٰہیہ کا حامل ہو جاتا ہے اور اس کا مادی جسم بھی نور محمد کی برکت سے ایک لطیف ہیئت اختیار کر لیتا ہے۔ یہی اس کی فطری ترقی ہے اور یہی اس کے منعم علیہ ہونے کی منزل ہے۔

38۔ روح انسانی روح عظیم کا پرتو ہے اور خداوند عالم کے رازوں میں سے ایک خاص راز ہے۔

39۔ قلب انسانی وجود انسانی میں بمنزلہ عرش کبریا ہے اور نور محمد ﷺ کی وساطت سے تجلیات ذات کا مطلع و مخزن ہے۔ اس جلوہ گاہ نور کو نوری سامان سے ہی آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

40۔ انسانی عقل اور ضمیر دونوں روح انسانی کے انوار ہیں اور دونوں روح کی طرف سے انسانی وجود میں ایجنٹ یا گماشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ضمیر روح کی طرف سے قلب کا نقیب۔ نقاد اور نگران احوال ہے۔ عقل روح کی طرف سے حواس خمسہ کی خبر گیر اور رہبر ہے جن کی صحت پر دماغ انسانی کے فیصلوں کی صحت کا دارومدار ہے اور ساتھ ہی خواہشات نفس کی عناں گیر ہے تاکہ حرص و ہوا کی آلودگیوں سے قلب انسانی کو محفوظ رکھے اس کی صحت فکر اور نوری صلاحیتوں کو برقرار رکھے۔

41۔ قلب اور دماغ دونوں روح کی فکری پرواز کے معاون ہیں لیکن قلب کو دماغ پر ایک خاص برتری حاصل ہے۔ دماغ ایک مشین ہے جو اپنے صحیح کام کے لئے حواس خمسہ کی محتاج ہے اور اس کا دائرہ عمل باصرہ۔ سامعہ۔

شامہ۔ ذائقہ اور لامسہ کی محدود قوا کے مطابق محدود ہے۔ مگر انسانی قلب (Mind) جو اپنی ساخت میں انسانی دماغ کا خود کفیل نوری ڈھانچہ ہے۔ اس کے نوری حواس کی رسائی غیر محدود ہے۔ اس لئے اس کی عملی اور فکری وسعتیں بھی غیر محدود ہیں۔

42۔ مادی قوانین اور روحانی قوانین دو بالکل علیحدہ اور الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی مربوط سلسلہ قانون کے دوسرے ہیں۔ مادی قوانین باریک سے باریک تر ہوتے ہوتے روحانی قوانین کی لطیف سرحدوں میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں کوئی حد فاصل نہیں۔ ہاں روشنی کو مادہ اور نور کی درمیانی منزل کہہ سکتے ہیں۔

43۔ مادی قوانین کا علم سائنس کہلاتا ہے اور روحانی قوانین کا علم عرفان۔

44۔ عرفان خیر ہی خیر ہے مگر سائنس ایک حد تک خیر کا موجب بھی ہو سکتی ہے اور شر کا بھی۔

45۔ عرفان سائنس کی بغیر بھی مکمل ہو سکتا ہے لیکن سائنس عرفان کے بغیر نہ صرف نامکمل رہتی ہے بلکہ تباہی اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

46۔ سائنس کا رخ صحیح رکھا جائے تو وہ عرفان کی طرح رہنمائی کر سکتی ہے اس لئے سائنس کا مطالعہ صرف اس حد تک ضروری ہے جس حد تک یہ عقل انسانی کو عرفان کی ابتدائی منزل کا پتہ دے سکے۔ بعد میں عرفان کی روشنی میں سائنس کی تکمیل بھی آسانی سے ہو سکتی ہے اور مادی اجسام کے اسرار و معارف کی تحقیق بھی نہایت تھوڑے وقت میں ختم ہو سکتی ہے۔

47۔ عرفان نور اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان اپنے قلب کی صلاحیتوں کو بیدار کر کے تجلیات نور کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔

48۔ قلبی صلاحیتوں کو صحیح طریق سے بیدار کرنے کے لئے سرور دو عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و غلامی لازمی ہے کیونکہ اس غرض کے لئے ان کی

تعلیم سے بہتر کوئی تعلیم نہیں۔

49۔ یہ شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ آنحضور ﷺ کی ذات بابرکات قوانین نور کی سب سے زیادہ ماہر اور مظہر ہے ان ہی کا نور کائنات کی ہر شے میں کارفرما ہے۔ انہی کے نور کی تخلیق موجودات عالم کا سب سے بڑا راز ہے۔ انہی کے صدقے قلب انسانی تجلی گاہ نور ذات بنا ہے۔ انہیں کے فیض سے قوانین نور کا علم انسان کو حاصل ہوا ہے جسے علم لدنی کا نام دیا گیا ہے۔ ان ہی ذریعے اللہ تعالیٰ نے حیات انسانی کی رہنمائی کے لئے قرآن پاک کی شکل میں ایک نوری ہدایت نامہ عطا فرمایا۔ انہی کی زندگی ان ہدایات الٰہیہ کا بہترین عملی مرقع ہے اور انہوں نے ہی تسخیر کائنات کے سینکڑوں نمونے اپنی ذات سے پیش کر کے انسانی عروج کا رخ متعین کیا ہے۔ اس ضمن میں مشتے از خروارے کے طور پر چند امور کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) عالم بشری میں نزول وحی کی تاب لا کر بندوں کو خدا کا کلام سنایا اور ایک مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔

(2) انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔

(3) شب معراج میں عروج بشری کا منتہا دنیا پر واضح کر دیا اور انتہائی ٹائم کنٹرول اور سپیس کنٹرول کی مثالیں قائم کیں۔ مثلاً

الف۔ اپنے جسد مبارک کے ساتھ ایک لمحہ میں افلاک تک بلکہ بالائے افلاک پرواز کیا۔ ملائکہ اور ارواح کی سلامیاں لینے کے بعد رب ذوالجلال سے بالمشافہ ملاقات وہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔

ب۔ 18 سال کا زمانہ ایک ثانیہ کی قلیل ترین مدت میں سمیٹ کر رکھ دیا۔

ج۔ تمام افلاک کے حالات کو آن واحد میں ملاحظہ فرمایا۔ اور

د۔ پھر اسی آن واحد میں اتنی بلندیوں سے اپنے مقام ارضی پر واپس تشریف لے آئے۔

(4) ایک موقع پر اپنے وجود باسعود کو زمین کے آبی چشموں سے ہم آہنگ کر کے آن واحد میں اپنے دست مبارک کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری کر دیئے۔

(5) شجر و حجر کو اپنے حکم سے قوت گویائی اور ان کے مدعا کو سماعت فرمایا۔

(6) بارہا انسانی سمع و بصر کو حضور و غیب کی حدود سے بے نیاز کر کے دنیا کو متحیر کیا۔

(7) اپنے پیشرو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی اس طرح تصدیق فرمائی کہ انہیں خود اپنی ذات بابرکات سے متعدد بار صادر فرما دیا۔ وعلی ھذا القیاس۔

50۔ سب انسان اپنی اپنی جگہ مظاہر خدا ہیں تو سب کو اللہ تعالیٰ نے علی قدر مراتب اتنی صلاحیت ضرور ودیعت کر رکھی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خیال کا تار قلب محمد ﷺ سے جوڑ کر نیابت الٰہیہ کی استعداد پیدا کر لیں۔ کسی کو اس فطری ودیعت سے محروم رکھنا اس کی شان عدل کے منافی تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اس ودیعت سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے

51۔ ودیعت کے کم از کم درجے کی مثال بجلی کے ایک بلب سے دی جا سکتی ہے جس کی اندرونی اہلیت صرف چند ایک باریک تاریں، اگرچہ اس بلبل کے ساتھ کائلز (Coils) کنڈینسر۔ گراریاں اور مشینیں وغیرہ نہیں ہیں جو بجلی کے کسی بڑے سٹیشن کا سامان ہوتا ہے تاہم جب یہی بلب تار کے ذریعہ کسی بڑے سٹیشن سے مل جاتا ہے تو اس سٹیشن کی تمام قوت تنویر اس بلب کے ذریعے میں صرف ہونے لگ جاتی ہے۔ اسی طرح کم تر ودیعت والا انسان محمدی ﷺ پاور ہاؤس سے مل کر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام قوتیں اس انسان کے وجود سے ظاہر ہو سکیں۔

52۔ اسرار کائنات قلوب انسانی پر توقتاً فوقتاً منکشف ہوتے ہی رہے ہیں۔ پیغمبروں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کراماتوں کا بڑا مقصد انہی اسرار کی

طرف توجہ دلانا تھا۔ دوسرے الفاظ میں معجزات و کرامات سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانی وجود میں کیا کیا مخفی توتیں ودیعت کی ہوئی ہیں اور انہیں کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ عقل انسانی کی تدریجی پختگی کے ساتھ ساتھ ان اسرار کے عقلی عرفان کا امکان بھی اب پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا ہے۔ بلکہ اس عرفان کی تکمیل منطقی تقاضا ہے اس حقیقت کا کہ خدا نے انسان کو اپنی نیابت اور خلافت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تخلیق انسان کا یہ مقصد تبھی پورا ہو سکتا ہے جب نبی نوع انسان بہیئت مجموعی صرف وجدانی طور پر ہی نہیں بلکہ پورے شعوری طور پر تمام اسرار کائنات کا عرفان حاصل کر کے ان کے استعمال پر قادر ہو جائے۔ اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے اختتام سے پیشتر انشا اللہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب عوام الناس میں سے 50 فیصد سے زائد انسان فزیکل آلات کی امداد کے بغیر وہ تمام کام کرنے کی استعداد رکھتے ہوں گے جنہیں ہم اس وقت کرامات سے تعبیر کرتے ہیں۔

53۔ تمام غیر انسانی اقسام حیات کی غرض و غایت انسانی حیات کی خدمت و اعانت ہے اور انسانی حیات کا مقصد عظیم کائنات کے رازوں اور مخفی قوتوں کا تجسس اور خدا کی ذات و صفات کا عرفان ہے۔

54۔ حیات انسانی کے اس مقصد کو مختلف الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے جو نتیجہ اور مطالب کے اعتبار سے مترادف ہیں مثلاً۔

(الف) انسانی وجود کو ان تمام صفات الٰہیہ سے آراستہ کرنا جو خالق سے مخلوق میں منتقل ہو سکتی ہیں۔

(ب) حقیقت محمدیہ ﷺ کا عرفان اور صفات محمدیہ ﷺ کی مشق علیٰ قدر ہمت و مراتب۔

(ج) نور محمد ﷺ کی وساطت سے نور ذات میں مدغم ہونا اور صفات الٰہیہ

کی تحصیل سے دنیا میں امن و راحت پیدا کرنا۔
(د) خدا کی خلافت و نیابت کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت پیدا کرنا۔
(ہ) خدا کے نائب کی حیثیت سے اسرار کائنات کی تحقیق و تسخیر اور موجودات عالم پر تصرف و تسلط۔
(و) قلب کی ودیعت شدہ مخفی قوتوں کو بیدار کر کے نور محمد ﷺ اور نور ذات کا عرفان حاصل کرنا۔
(ز) اخلاق و سیرت کو پاکیزہ کر کے خدا کا قرب حاصل کرنا۔
(ح) رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ خدا کی توحید قائم کرنا اور بنی نوع انسان کو ایک برادری میں منسلک کرنا۔
(ط) جسم۔ دل۔ دماغ اور روح کی متوازن ترقی و تربیت سے انسان کو انسان بنانا وغیرہ وغیرہ۔

55۔ انسان کا جسم اس کی روح کی سواری ہے۔ اس لیے مقصد حیات کے حصول کے لیے انسان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ جسمانی صحت کے تقاضوں کو بقدر حاجت پورا کرے۔ یعنی مکان، لباس، غذا اور نقل و حرکت کے سامان کو اپنی جائز ضرورتوں کے مطابق فراہم کر لے، لیکن اس فراہمی سامان کو اپنا نصب العین نہ بنا لے۔ ویسے تمام مادی دنیا انسان ہی کی آسائش و سہولت کے لیے پیدا کی گئی ہے اس سے جتنا چاہے تمتع کرے بشرطیکہ ہر لمحہ اپنا مقصد حیات پیش نظر رکھے اور اس کی طرف قدم بڑھاتا رہے۔

56۔ نور محمد ﷺ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان بزرگ ارواح سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جو پہلے نور محمد ﷺ میں مدغم ہو کر فائز المرام ہو چکی ہیں جس طرح کسی آدمی کو اپنے گھر کے لیے بجلی کی تلاش ہو تو اسے بجلی کے ابتدائی پاور ہاؤس تک تار بڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کسی قریبی مرکز سے تار متصل کر دینے سے ہی اسے مطلوبہ قوت مل جاتی ہے۔ اسی طرح

اپنے قلب کا نوری تارا گر کسی کامیاب روح سے جوڑ دیا جائے تو یہ الحاق بہ آسانی نور محمد ﷺ کے فیضان کا سبب بن جاتا ہے۔

نیز یاد رہے کہ باطن کی فطری ودیعت کے مطابق ہر انسان کا قلب کم از کم نور کی ایک کرن کے ذریعے جناب رسالتمآب ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ یہی کرن انسان کی روح کے لیے زینے کا کام دے سکتی ہے اور وہ تمام بزرگ ارواح جن کے ظہور کا تعلق اسی کرن سے ہے ایک نہایت ہی مفید اور موثر وسیلہ بن جاتی ہیں۔

57۔ قصہ کوتاہ نور کی پہلی تجلی سے لے کر مادی اجسام کے آخری شہود تک نور محمد ﷺ اور ذات محمدی (ﷺ) حیات عالم کا ازلی اور ابدی محور ہے۔ اس لیے ہر انسان کے لیے ان ہی کی جستجو۔ ان ہی کی اطاعت اور ان ہی کی ذات گرامی سے عشق و محبت حاصل حیات ہے۔ خالق کا قرب و وصال اور مخلوق پر تصرف و تسلط اس حاصل کا دہرا انعام ہے۔

صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و حبیبہ سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اھل بیتہ واصحابہ اجمعین۔ امین۔

☆..........☆..........☆

نوٹ:۔ تفہیمات کے تحت جو اشارات لکھے گئے ہیں ان کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دور حاضر کے تعلیم یافتہ احباب بعض حقائق نور کی طرف توجہ فرما کر سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان خصوصی کا کچھ تصور محض اعتقادی طور پر ہی نہیں بلکہ عقلی اور فکری بنا پر بھی ذہن میں لا سکیں۔

سید شیر محمد ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ)

(ریٹائرڈ) ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب لاہور

عجائب الصلوٰۃ والسلام

سَلِّمُوا یا قَوْمِی بَلْ صَلُّوا عَلَی صَدْرِ الْاَمِیْن
مُصْطَفٰی مَاجَاءَ اِلَّا رَحْمَۃً لِلْعَالَمِیْن

صلوٰۃ و سلام کی رفعت و عظمت، اہمیت و حیثیت، محامد جلیلہ، محاسن جمیلہ اور برکات کثیرہ کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ جتنی بھی عبادات و تسبیحات اور دعوات و اذکار ہیں، ان تمام کی عملی نسبت انبیاء و رسل خصوصاً رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنن مبارکہ سے ہے۔ مگر صلوٰۃ و سلام کے وظیفہ کو رب للعالمین نے اپنا معمول ٹھہرایا، گویا کہ یہ عمل مقدس "درود و سلام" سنت الٰہیہ ہے۔

نیز صلوٰۃ و سلام کو نصوص قطعیہ نے قوت اور جگہ کی قید سے آزاد رکھا جب کہ دیگر جملہ عبادات کے اوقات اور مقامات مقرر فرمائے۔

1- نماز

نماز کو "ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا" سے خاص فرمایا۔ جہت قبلہ اور قیام وغیرہ شرائط سے موکد کیا جب کہ درود و سلام کے لیے نہ وقت کا تعین اور نہ ہی کسی جہت و سمت کی قید ہے۔

2- روزہ

روزہ ماہ صیام میں فرض قرار دیا اور پھر سحری و افطاری کے وقت خاص

فرمائے۔ نفلی روزوں کے لیے بھی انسان آزاد نہیں۔ ان میں طلوع وغروب کی قید ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ شب بھر کچھ نہ کھائے اور کہے میرا روزہ ہے۔ یا سورج کے غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے سے اسے تکمیل روزہ کی بشارت سے نوازا گیا ہو۔ بہرحال روزہ قید زمانی کے ساتھ خاص ہے۔

3- زکوٰۃ

زکوٰۃ کو بنائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مگر اس عبادت کی سعادت صرف صاحب نصاب ہی کے حصہ میں آئی۔ جب کہ امت محمدیہ ﷺ کی اکثریت مقدار معینہ کے نہ ہونے کے باعث محروم رہتی ہے۔ یوں بھی صاحب ثروت ونصاب حال "علیہا الحول" کی سہولت کے پیش نظر ممکن ہے۔ سعادت سے محروم رہ جائے۔

4- حج

حج ارکان اسلام میں حج عظیم ستون کی عظمت سے مزین ہے لیکن **من استطاع الیہ سبیلا** کے ساتھ ایام حج، احرام ومیقات معینہ اور مقامات خاص کی شرائط سے مقید ومخصوص کردیا گیا ہے۔ بناء علیہ شاید ہی عالم اسلام کی کل آبادی کا 1/4 حصہ اس سعادت کو حاصل کرسکتے۔ ممکن ہے اس سے بھی قلیل تعداد وہاں حاضر ہوتی ہو۔

نیز جملہ عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) میں بلوغت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ نماز بالغ پر فرض، روزہ بالغ، تندرست، مقیم پر فرض، زکوۃ صاحب نصاب پر فرض، حج بالغ پر فرض اور دیگر فرائض وواجبات، سنن ومستحبات کی ادائیگی میں بھی اکثر وبیشتر بلوغت شرط ہے۔ نابالغ پر ان تمام امور شرعیہ کی بجا آوری فرض نہیں اور پھر طرہ یہ کہ فرض از خود ایک قید ہی تو ہے اور درود شریف ایسی کسی بھی قید سے

آزاد، فرض محبت ہے۔

مگر ان جملہ امور کے برعکس ''صلوۃ وسلام'' کے لیے بلوغت شرط نہیں، نہ ہی اوقات کی قید ہے نہ ماہ وسال کی تخصیص اور نہ ہی لباس کی ہیئت میں تبدیلی کا اشارہ، نہ مالی استطاعت اور جسمانی صحت کی تاکید، الغرض ایمان کے سوا درود و سلام کو ہر قسم کی قیود اور حدود سے آزاد رکھا۔ چنانچہ مسلمان بچہ، بوڑھا، نوجوان، مرد، عورت، بیمار، تندرست، مقیم، مسافر، غلام کسے باشندے دنیا، میں کہیں بھی ہو، وہ اپنے پیارے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ عرش پناہ میں ہدیہ صلوۃ وسلام پیش کر کے سنت الٰہیہ کی ادائیگی، فرشتوں کی موافقت اور مومنین کی رفاقت کو پاکر سعادت دارین کا حق دار بن سکتا ہے۔

صلوۃ وسلام جملہ عبادات کی قبولیت کے لیے وسیلہ عظمٰی ہے۔ دعا جسے رحمت عالم نور مجسم نبی مکرم ﷺ نے عبادت کا مغز قرار دیا۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ وہ اس وقت تک قبولیت کا جامہ نہیں پہن سکتی جب تک اس کے اول و آخر درود وسلام نہ پڑھا جائے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف (باب الصلوۃ علی النبی ﷺ) میں حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک صاحب آئے اور نماز ادا کی۔ پھر اس نے **اللھم اغفرلی وارحمنی** کے کلمات سے دعا کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی! تو نے جلدی کی۔ سن! جب نماز ادا کرنے لگو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر مجھ پر درود شریف پڑھ۔ پھر دعا کر، حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی اثناء میں ایک اور صاحب آئے۔ انہوں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو رسول کریم ﷺ نے اسے فرمایا۔

''اے نمازی! اب دعا کر تیری دعا قبول ہوگی۔''

نیز حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ وہ قبولیت حاصل نہیں کر پاتی۔ یہاں تک کہ نبی کریم

ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہر دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب رہتا ہے۔ یہاں تک کہ حضور سید عالم ﷺ اور آپ کی آل پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔ پس جب درود و سلام پڑھا جاتا ہے تو حجاب ہٹ جاتے ہیں اور دعا مقام قبولیت میں داخل ہو جاتی ہے اور جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے دعا قبول نہیں ہوتی۔

بے بدرقہ او ہیچ دعا
البتہ بمنزل اجابت نرسد
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط، غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

بلاشبہ صلوٰۃ و سلام کو عبادات میں اولیت کا شرف حاصل ہے کیونکہ اس کی ابتدائی نسبت اور پہلا تعلق خالق کل سے ہے۔

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوعلیہ وسلموا تسلیما۔

نیز جب حضرت آدم علیہ السلام کو احسن تقویم سے مرصع فرما کر **نفخت فیہ من روحی** سے شاد کام کیا اور انہی سے حضرت حوا کو تخلیق فرما کر اپنی حکمت بالغہ کے تحت دونوں میں انسیت کو ودیعت کیا۔ پھر رفاقت کی تکمیل کے لیے نکاح کا طریقہ القا ہوا تو ساتھ ہی ساتھ بطور حق مہر دس یا بیس مرتبہ باعث تخلیق عالم نبی مکرم رسول اعظم و خاتم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا۔ لہٰذا جو بھی انسان کہلانے کا مستحق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات احسن و اجمل پر درود و سلام پیش کر کے اپنے انسان ہونے کا ثبوت مہیا کرے۔

لوگوں میں حقیقتاً ایماندار وہی انسان کہلانے کا حق دار ہے اور جو ایمان کی

دولت سے محروم ہے وہ عنداللہ، **کالانعام بل ھم اضل** کے ضمرہ میں آتا ہے۔ نیز جو صورتاً انسان ہے مگر وہ محبوب خدا حضور پر نور ﷺ کا نام نامی سن کر درود شریف نہیں پڑھتا وہ بہت بڑا بخیل ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ ''آیئے میں تمہیں بخیل اعظم بتاؤں، وہ کون ہے اور سب سے زیادہ محتاج کون ہے؟'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عرض گزار ہوئے۔ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔

"من ذکرت عندہ فلم یبصل علی۔"

وہ شخص بخیل اعظم ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔

"البخیل الذی من ذکرنا عندہ فلم یصل علی۔"

(مشکوۃ شریف)

وہ بہت بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو مگر وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ یہاں پر حضرت شیخ سعدی کا عام بخیل کے بارے میں ایک فتویٰ ملاحظہ فرمایئے اور پھر بخیل اعظم کی سزا کا خود اندازہ لگایئے۔ آپ فرماتے ہیں ۔

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

اگرچہ بخیل بحر و بر کی عبادت و ریاضت کر چکا ہو مگر بحکم حدیث شریف وہ بہشتی نہیں ہو سکتا۔ یہ زاہد، بحر و بر، بخیل کی سزا ہے جو بخیل اعظم ہوگا اس کی سزا کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔ چنانچہ ایسے شخص کے لیے آپ نے فرمایا۔

ویل لمن لا یرانی یوم القیمتہ۔

قیامت کے دن ایسے شخص کے لیے خرابی ہے وہ میری زیارت نہ کر سکے گا۔

نیز فرمایا۔ ''ذلیل ہوا وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ پڑھا۔'' نیز فرمایا۔ ''ایسے شخص کو جنت کا راستہ سدھائی نہیں دے گا جو میرے نام آنے پر درود شریف پڑھنا بھول گیا۔''

اور جو قصداً نہیں پڑھتا بلکہ پڑھنے والوں کو روکتا ہے اس کا کیا حشر ہوگا؟

صلی اللہ حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ و بارك وسلم۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد چند واقعات عجیبہ اہل عشق و محبت کی نذر کرتا ہوں جو نہایت پر اثر، روح پرور اور ایمان افروز ہونے کے ساتھ ساتھ عبرت انگیز بھی ہیں۔

جامع المعجزات فی سیر خیر البریات مطبوعہ مصری میں علامہ محمد رہادی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ معراج میں ایک نہایت سبق آموز روایت بیان کی ہے جسے امت اسلامیہ کے نامور خطیب سلطان الواعظین حضرت مولانا علامہ ''ابوالنور محمد بشیر آف کوٹلی لوہاراں'' نے ''جان ایمان'' کے عنوان سے نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ پڑھیے اور اپنے ایمان و ایقان کی دولت میں اضافہ کیجئے۔

علامہ محمد رہادی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ معراج کی نعمت عظمیٰ کے کچھ عرصہ بعد حضرت جبریل امین رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج ایک عجیب بات عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ آپ کے معراج سے پہلے کا واقعہ ہے کہ آسمان پر میں نے ایک بہت عزت و وقار کے مالک فرشتے کو دیکھا جو

ایک مرصع تخت پر بیٹھا ہوا تھا ذی وقار
اور فرشتے تخت کے ماحول تھے ستر ہزار
وہ فرشتے مقتدی تھے اور یہ ان کا امام
کر رہے تھے ذکر حق مل کر یہی تھا ان کا کام

یا رسول اللہ ﷺ! وہ فرشتہ ایک دن تو شان و شوکت اور رفعت و منزل کی

بلندیوں پر فائز دیکھا مگر چند دن بعد کوہ قاف سے میرا گزر ہوا تو نہایت دردناک آواز سنی۔ میں وہاں پہنچا جہاں سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ حضور! میں کیا بتاؤں اور کیسے بیان کروں کہ میں نے کیا دیکھا۔

اللہ اللہ رب کے بھی کیا بے نیازی کے ہیں کام
یا نبیؐ یہ تھا وہی جو تھا فرشتوں کا امام
تخت پر دیکھا تو اس کو ایک دن افلاک پر
اور اس دن دیکھتا ہوں رو رہا ہے خاک پر
اس کے تھے فرشتے ایک دن ستر ہزار
آج یہاں تنہا پڑا ہے کوئی حامی ہے نہ یار

یا رسول اللہ ﷺ! میں منظر دیکھ کر حیران ہوگیا کہ یہ وہی معزز و معظم فرشتہ جو ستر ہزار فرشتوں کا امام تھا آج بے کس وتنہا پہاڑوں میں پڑا ہوا ہے اور کوئی پرسان حال نہیں، رو رہا ہے اور زار وقطار رو رو کر حق تعالیٰ سے معافی طلب کر رہا ہے۔

سرکار! جب میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے انقلاب کی وجہ دریافت کی نیز زوال مرتبہ کا سبب پوچھا تو پکارا اٹھا۔

لیلۃ المعراج کو بیٹھا تھا اپنے تخت پر
ذکر حق میں محو تھا اور ماسوئ سے بے خبر
سرور دو کون محبوب خدائے بحر و بر
میرے آگے سے ہوا ان کی سواری کا گزر
محو، ذکر حق میں ہو کر لے رہا تھا رب کا نام
بہر تعظیم محمد رہ گیا مجھ سے قیام
بس یہی لغزش ہوئی میرے لیے وجہ زوال
آ گیا اپنی جلالت میں رب ذوالجلال

بس اے جبریل! مجھ سے جونہی لغزش واقع ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس بات پر اپنے جلال میں آ گیا اور میری ساری عبادت کے عدمِ قبولیت کا اعلان فرما دیا اور حکم فرمایا۔

نکل جا تو اس جگہ سے اے فرشتے پر غرور
کیوں نہ کی تعظیم آیا سامنے جب میرا نور
یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نامنظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے
وہ عبادت ہی نہیں جس میں نہ ہو حب رسول
جن میں بو پائی نہیں جاتی وہ ہیں کاغذ کے پھول

اے جبرائل! اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے معتوب فرما کر مجھے تخت عزت سے اتار کر یہاں پھینک دیا ہے۔ اب ہر وقت اس سے معافی مانگ رہا ہوں۔ تاحال میری توبہ منظور نہیں ہوئی۔ اے جبرائیل! تو ہی میرے لیے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بڑا رحم آیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے بصد عجز و نیاز اس کی معافی کے لیے دعا کی۔ حضور ﷺ! آپ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کا دریائے رحم و کرم جوش میں آیا۔ میری دعا قبول ہوئی اور مجھے ارشاد ہوا۔ جبریل! اس معتوب فرشتے سے کہو

تم اگر یہ چاہتے ہو رحمتوں کا ہو ورود
تو میرے محبوب پر ایک بار پڑھ ڈالو درود

یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اسے کہا کہ حضور ﷺ پر درود پڑھو تاکہ تجھے معافی ہو جائے۔ چنانچہ اس نے بڑے ذوق و شوق سے آپ پر درود و سلام پڑھنا شروع کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے اور حضور ﷺ!

آج میں نے پھر اسے دیکھا ہے اپنے تخت پر
پڑھتا رہتا ہے۔ درود اب آپ پر وہ بیشتر

آخر میں سلطان الواعظین دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔ ''میرے بزرگو! یہ سارا واقعہ میں نے نظم میں لکھ کر مقطع میں یہ لکھا ہے کہ''

اے بشیر اس واقعہ میں یہ سبق موجود ہے
کہ بجز حب نبی ذکر خدا مردود ہے۔

بیوی کو طلاق

حضرت شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات عالیہ ''مرات العاشقین'' میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ دیکھا۔ اس نے چاہا کہ خیمے کے اندر جائے۔ جواب آیا تو اس قابل نہیں، جا اور قطب الدین سے کہہ دو کہ تم ہمیشہ درود و سلام کا تحفہ بھیجتے تھے۔ آج کیوں نہ بھیجا؟

وہ آدمی اسی وقت حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''ہاں! ہر رات کو تین ہزار مرتبہ درود شریف میرا مقررہ وظیفہ تھا۔ آج نکاح کے باعث مجھ سے چھوٹ گیا۔ اس وجہ سے آپ نے بیوی کو طلاع دے دی۔ اللہ اکبر''

لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کی یہ داستان

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور رہائی

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ملت اسلامیہ کی نامور شخصیت سے گہرے مراسم تھے۔ انہی عظیم ترین اکابر میں شہرہ آفاق علمی شخصیت حضرت علامہ الحاج الحافظ الشیخ الامام یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ سابق وزیر انصاف بیروت بھی ہیں۔ جن سے قطب مدینہ کے عمدہ تعلقات تھے۔ نیز وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ امام اہل سنت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ بانی حزب الاحناف لاہور نے حج و زیارت کے دوران ان سے ملاقات کی۔ نیز علامہ یوسف نبہانی صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتاب "الدولۃ المکیۃ" پر زوردار تقریظ تحریر فرما چکے تھے۔ اس نسبت سے بھی مولانا ضیاء الدین احمد قادری کو ان سے خصوصی نسبت تھی۔ جب راقم السطور نے پہلی بار 1976ء میں بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضری کا شرف پایا تو حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری کے ہاں محفل میلاد میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ موقعہ غنیمت جانا اور حضرت سے عالم اسلام کی اہم شخصیات کے بارے میں معلومات جمع کرتا رہا۔ تو آپ نے علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔ (جسے میں نے پہلی مرتبہ اپنی

کتاب۔ ''اغثنی یا رسول اللہ'' ﷺ میں درج کیا بعدہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''الشرف المؤبد لآل محمد'' کے ترجمہ ''برکات آل رسول'' کے ساتھ تقدیم میں شامل کیا پھر ''نقوش کے رسول نمبر'' انوار قطب مدینہ اور قطب مدینہ کے علاوہ پاک و ہند کے مختلف مذہبی رسائل و جرائد نے بڑے اعتماد سے شائع کیا نیز ماہنامہ ''دلیل راہ'' کے خاص نمبر کی زینت بنا۔ قطب مدینہ فرمانے لگے۔

بعض شرپسندوں اور منافقین نے سلطان عبدالحمید ''سلطان ترکی'' کے کان بھرے کہ علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے قصائد کے ذریعے تمہاری رعایا میں انتشار پھیلا رہے ہیں چنانچہ 1330ھ/1912ء میں جب علامہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں نظر بند کر دیا گیا۔ ''علامہ فرماتے ہیں۔

''حبست فی المدینۃ مدۃ اسبوع لکن بالاکرام والاحترام۔

مجھے ایک ہفتہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا، لیکن عزت و احترام کے ساتھ۔

قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مدنی رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جو اس واقعہ کے شاہد ہیں۔

گرفتاری کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ سلطان عبدالحمید نے مدینہ منورہ کے گورنر کو علامہ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گورنر بصری پاشا علامہ کا انتہائی معتقد تھا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کا حکم نامہ پیش کیا۔ علامہ یوسف نبہانی ملاحظہ فرماتے ہی گویا ہوئے۔

''سمعت و قرات'' واطعت۔

میں نے سنا، پڑھا اور اطاعت کی۔

گورنری بصری پاشا عرض کرنے لگا۔ حضرت! گرفتاری تو ایک بہانہ ہے گورنر ہاؤس تشریف لائیے۔ آپ میرے ہاں بحیثیت مہمان ہوں گے۔ اس

بہانے مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہو جائے گا اور جو علماء و مشائخ آپ سے ملاقات کے لیے آئیں گے وہ بھی میرے مہمان ہوں گے آپ کے عقیدت مندوں پر گورنر ہاؤس کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں گے۔ آپ کا گورنر ہاؤس میں قیام قید نہیں محض سلطان کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک حیلہ ہے۔

حضرت علامہ نبہانی عالم اسلام کی ممتاز شخصیت تھے۔ ہم عصر علماء و مشائخ کے ان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ ان کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح بڑی تیزی سے عالم اسلام میں پھیل گئی۔ خاص و عام سراپا احتجاج بن گئے۔

مگر علامہ صاحب بالکل مطمئن تھے۔ گھبراہٹ اور پریشانی کا نام تک نہیں تھا۔ تاہم علماء زعماء ملت نے ملاقات کے دوران علامہ سے کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کی رہائی کے لیے سلطان سے اپیل کریں علامہ نے فرمایا اگر آپ کو اپیل کرنا منظور ہے تو سلطان کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں صلوۃ وسلام کے ساتھ یوں استغاثہ کی صورت میں کریں۔

صَلی اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِ الْاُمِّي ﷺ صلوةً وّ سلامًا عليك يا رسول اللّٰه قَلَّتْ حِيْلَتِيْ اَنْتَ وَسِيْلَتِيْ اَدْرِكْنِيْ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰه۔

حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ چنانچہ ہم نے (مذکورہ) استغاثہ شروع کیا ابھی تین دن تک ہی اس درود شریف کے ساتھ استغاثہ پیش کیا تھا کہ سلطان عبدالحمید کا گورنر بصری پاشا کو پیغام ملا۔ حضرت شیخ یوسف نبہانی کو باعزت بری کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بری کر دیا گیا۔ اسے علامہ نے الدلات اواضحہ میں ازخود یوں تحریر فرمایا ہے۔

"جب حکومت پر واضح ہوا کہ میں پورے خلوص کے ساتھ دین اسلام کی خدمت اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے دفاع کر رہا ہوں تو میری رہائی کا حکم صادر کیا گیا اور حکومت کے ذمہ دار افراد نے میری گرفتاری پر معذرت کا

اظہار کیا۔

صلی اللّٰہ علی حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

شہد کی مکھی

نبی کریم روف رحیم ﷺ کی رحمت و رافت نہ صرف نوع بشر پر ہی تھی۔ بلکہ آپ کا فیضان کائنات کی ہر چیز کو محیط ہے اور خالق کل کی ہر تخلیق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی محتاج ہے اور جس محتاج کو اپنے آقا کی عنایات گراں مایہ سے حظ وافر عطا ہو رہا ہو گا وہ بلاشبہ اپنے انداز میں بطور شکرانہ اظہار محبت کرے گا اور ہمیشہ اپنے محسن کے گن گاتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ریت کے ذروں سے لے کر آفتاب و مہتاب کی چمک دمک تک آپ کی عطا پر رطب اللسان ہیں۔ شہد کی مکھی کو لیجئے۔ جو خالق ارض و سماء کی مخلوق میں ایک بہت ہی چھوٹی سی تخلیق ہے ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کبھی لباس پر قربان ہوتی۔ کبھی گیسوئے عنبریں کی بلائیں لیتی۔ کبھی جسم منور پر تصدق ہوتی اور کبھی پائے اقدس کو چوم کر اپنے ذوق کا سامان مہیا کرتی۔ اسی اثناء میں حضور ﷺ اس سے مخاطب ہوئے۔

اے مکھی! تو یہ تو بتا! شہد کس طرح تیار کرتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم چنبیلی، موتیا، گیندا، گلاب، نرگس، اور رنگا رنگ پھولوں کا رس چوس کر جب اپنے چھتے کی طرف آتی ہیں تو اس رس کو وہاں اگل دیتی ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا۔ پھولوں کا رس تو کڑوا یا پھیکا اور بے ذائقہ ہوتا ہے جب کہ شہد میٹھا؟ تو یہ بتا اس کڑوے اور بے ذائقہ رس میں شیرینی کہاں سے آجاتی ہے۔ تو اس نے عرض کیا۔

گفت چوں خوانیم بر احمد درود
می شود شیریں و تلخی را ربود

یا رسول اللہ ﷺ، ہمارے منہ یا پیٹ میں تو شیرینی و میٹھا نہیں بلکہ جب ہم گلشن سے پھولوں کا رس چوس کر اڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف آتی ہیں تو آپ پر درود و سلام پڑھتی ہوئی آتی ہیں۔ جس کی برکت سے شہد، شیریں و خوش ذائقہ بن جاتا ہے قرآن فرماتا ہے فیہ شفاء و رحمۃ۔ ممکن ہے شہد کی مکھی کی یہی ادا بارگاہ رب اللعالمین میں پسند آئی ہو اور سورۃ النحل کو قرآن پاک میں نازل فرما کر اسے زندہ جاوید بنایا گیا ہو۔

سبحان اللہ کیا تعجب ہمارے بد اعمال، درود و سلام پڑھنے کے باعث اچھے ہو جائیں۔ نیز منکر وسیلہ کو شہد کے استعمال پر بھی حرمت کا فتویٰ لگا دینا چاہئے کیونکہ یہ بھی درود شریف کے وسیلہ جلیلہ سے ہی شیریں و میٹھا بنتا ہے۔

صلی اللہ علیہ حبیبہ محمد و آلہ اصحابہ و بارک وسلم۔

محفلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

در

کاشانۂ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

ایک دن سید عالم نور مجسم نبی مکرم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی معیت میں حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین کو لے کر حضرت علی المرتضیٰ کے دولت کدہ پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً خاطر مدارت کا اہتمام کیا اور ایک چمکدار صاف ستھری طشت (پلیٹ) میں نہایت نفیس شہد خدمت عالی میں حاضر کیا۔ عجیب اتفاق کہ شہد میں ایک بال پڑا نظر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرماتے ہی صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا' یہ طشت (پلیٹ) اور شہد جس میں بال بھی نظر آ رہا ہے بعض حقائق و معارف کی تصریح چاہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اس کے متعلق اظہار کرے۔

ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایماندار انسان اس پلیٹ سے زیادہ چمکدار ہے اور ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ شریں ہے اور ایمان' آخرت تک اپنے ساتھ لے جانا اس بال سے زیادہ باریک ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بادشاہی اس پلیٹ سے زیادہ روشن ہے اور حکمران شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن حکومت میں

عدل و انصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علم اس طشت سے زیادہ روشن اور علم دین پڑھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور علم پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے ان اسرار و معارف کے انکشاف کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ یوں اظہار فرماتے گویا ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مہمان اس طشت سے زیادہ روشن ہیں اور خدمت مہمان شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن مہمان کی دلنوازی اور خوشنودی حاصل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

یاران مصطفیٰ جب اپنے اپنے مقدس خیالات کا اظہار کر چکے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کی دوسری جانب حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ آپ بھی کچھ کہیں۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ "ابا جان! عورتوں کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ چمکدار ہے اور چادر عورت کے منہ پر شہد سے زیادہ شیریں ہے اور خود کو نگاہ غیر محرم سے بچانا بال سے زیادہ باریک ہے۔

اس علم کے بعد معلم کتاب و حکمت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حاضرین میں بھی اس بارے میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سنو!

معرفت الٰہی اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور معرفت سے آگاہ ہونا شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

ابھی یہ مبارک گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر آنے والے نے باریابی کی اجازت چاہی۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پا کر جب محفل مصطفیٰ میں عام انسانی شکل میں جبریل امین حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی اظہار کا موقع مرحمت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہیے۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربان

نے عرض کیا۔

"راہ خدا اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور اس راہ پر چلنا ایمان دار کو شہد سے زیادہ محبوب ہے لیکن اس راہ پر قائم رہنا بال سے زیادہ باریک ہے۔"

اس کے بعد حضور پرنور پر وحی کا نزول ہوا اور حق تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔

"میرے حبیب! بہشت اس طشت سے زیادہ چمکدار ہے اور بہشت کی نعمتیں شہد سے زیادہ شریں ہیں لیکن پل صراط سے گزرنا ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔"

حضرت علامہ قسطلانی شارح الصحیح البخاری رحمۃ اللہ علیہ کنز المعارف میں اس واقعہ کو نقل فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ ایک پراسرار خوش طبعی ہے لیکن درحقیقت یہ حکمت و معرفت کی ایک جامع تفسیر اور فیضان وعرفان کا بہترین انکشاف ہے۔

واللہ یا محمد مثلك لم یکن فی العالمین و انت الذی ناداك ربك مرحبا

خدا کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ تمام مخلوق میں بے مثل ہیں۔ آپ ایسا نہ کوئی ہوا اور نہ ہی ہوگا۔ آپ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مرحبا کہہ کر مخاطب فرمایا۔

لم یخلق الرحمن مثل محمداً ابداً و علمی انه لا یخلق

اللہ رحیم و کریم نے آپ کی مثل کوئی پیدا نہ کیا اور ہمارا ایمان (علم) ہے کہ نہ ہی وہ پیدا کرے گا۔

شریعت درر محفل مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم
طریقت عروج دل مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم
شریعت میں ہے قیل و قال حبیب
طریقت میں محو جمال حبیب

کنز المعارف بحوالہ جمال حق کانپور ص 17 مطبوعہ اکتوبر 1964ء

عجائب میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

ابو محمد آدم علیہ السلام

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد ہے، تفاسیر، احادیث، آثار تواریخ اور کتب سیر میں اس کنیت کو ائمہ کرام، محدثین عظام، علماء اور مورخین نے تسلسل سے تحریر کیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ کسی بھی انسان نے حضرت عبدالمطلب سے پہلے اپنی اولاد کے لیے اسم محمد کو علم نہ بنایا، انبیاء و مرسلین اپنی اپنی قوموں اور امتوں کو نبی اکرم رسول اعظیم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کمالات جمیلہ سے آگاہ فرماتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی جلالت شان نے ہر دل کو مرعوب کر رکھا تھا۔ بناء علیہ کسی بھی شخص کو اپنے بیٹے کا نام محمد رکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خصوصاً ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صد فرزند بھی عطا فرمائے، مگر کسی ایک بیٹے کا نام حضور کے نام نامی پر نہ رکھا بلکہ معلوم کا تو یہ عالم تھا کہ اپنی لغزش بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے وسیلہ جلیلہ سے معاف کرائی۔ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو ابو محمد کنیت سے نوازا تو انہوں نے عرض کیا

لِمَ رَبِّ كُنِّيْتَنِي أَبَا مُحَمَّدٍ؟

الٰہی میری کنیت ابو محمد کس سبب سے ہے؟ ارشاد ہوا

اِرْفَعْ رَأْسَكَ

اپنا سر مبارک اٹھایئے اور اوپر دیکھئے

فَرَفَعَ رَأْسَهُ

تو انہوں نے سر اقدس اوپر اٹھایا

فَرَاَى نُوْرَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي سَرَادِقِ الْعَرْشِ

انہوں نے نور محمد مصطفیٰ ﷺ ساق عرش پر دیکھا تو آواز آئی

هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِّنْ ذُرِّيَّتِكَ

یہ اس عظیم نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد سے ہوگا

اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ۔

ان کا اسم گرامی آسمانوں میں احمد اور زمین پر محمد ﷺ ہے

لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا،

اگر انہیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان معرض وجود میں لاتا۔

واضح ہوا کہ ہر ایک کا میلاد، میلاد مصطفیٰ ﷺ کے سبب ہے۔

سبب ہر سبب منتہائے طلب
علت جملہ علت پہ لاکھو سلام

تمنائے زیارت

اللہ تعالیٰ جَلَّ وعُلٰی نے جب سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں نبی کریم ﷺ کے نور کو ودیعت فرمایا تو ان کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر فرشتے درود و سلام پڑھنے لگے سیدنا آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی؟ فرشتے میرے پیچھے کھڑے کیا دیکھ کر درود سلام پڑھ رہے ہیں۔ آواز آئی

يَنْظُرُوْنَ اِلٰى نُوْرِ مُحَمَّدٍ وَّيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ۔

یہ نور محمد ﷺ کی زیارت سے محظوظ ہو کر ان پر درود شریف پڑھ رہے رہیں تو آپ کے قلب اطہر میں بھی نورانیت مصطفیٰ ﷺ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی عرض کیا یا اللہ؟ مجھے بھی اس نور مقدس کی زیارت سے مشرف فرما تو اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ کے نور کو ان کی انگلیوں کے ناخنوں میں ظاہر فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرط محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیے پھر کیا ہوا۔ مولوی

عبدالستار صاحب اکرام محمدی میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت نے اوہ انگلی چم کے اکھاں اوپر لائی
پڑھ صلوات نبی دے اتے عزت خوب بڑھائی
بانگ و چالے سنت آدم اوتھوں مومن کر دے
نام نبی دا سن انگوٹھے چم اکھیاں تے دھر دے

خوشبو ہی خوشبو

مواہب لدینہ میں ہے کہ پشت در پشت نور مصطفیٰ علیہ السلام اصلاب طاہرہ اور ارحام فاخرہ میں منتقل ہوتا ہوا حضرت عبدالمطلب کے صلب مبارک میں جلوہ افروز ہوا، جوانی کے عالم میں آپ ایک دن حلیم کعبہ میں سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو عجیب کیفیت تھی، آنکھوں میں سرمہ، سر پر تیل لگا ہوا اور نہایت دیدہ زیب لباس سے مرصع ہیں نیز حسن و جمال کا عالم ہی کچھ اور ہے حضرت عبدالمطلب اپنی اس نرالی ہیئت پر سخت حیرت زدہ اپنے والد ماجد ہاشم بن عبدمناف کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ انہیں قریش کاہنوں کے پاس لائے اور مذکورہ واقعہ بیان فرمایا۔ کاہنوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ عبدالمطلب کو نکاح کا حکم فرما رہا ہے، چنانچہ آپ نے پہلے قبیلہ سے عقد کیا وہ جلدی ہی فوت ہو گئیں تو فاطمہ بنت عمرو سے نکاح ہوا۔ جس کے بطن اطہر سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب تک نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کی پشت مبارک میں جلوہ افروز رہا ان کے بدن مبارک سے ہر وقت بھینی بھینی روح پرور خوشبو آتی رہتی تھی جہاں سے گزرتے فضا مشکبار ہو جاتی نیز بیان کرتے ہیں اگر مکہ مکرمہ میں قحط پڑ جاتا تو لوگ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ تھامے کوہ ثبیر پر لے آتے اور ان کے توسل سے بارش کی دعا مانگتے تو باران رحمت کا نزول ہوتا اور قحط ختم ہو جاتا۔

مشرق و مغرب کا مالک

مستند روایات میں ہے کہ ایک رات حضرت عبدالمطلب نے خواب دیکھا

کہ ان کے سامنے اچانک ایک درخت نمودار ہوا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اس تیزی سے بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی شاخیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں پھیل گئیں۔ جڑیں تحت الثریٰ تک اور چوٹی آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ وہاں ایک گروہ آیا جو اس درخت کو اکھاڑنے پر آمادہ دکھائی دیتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک مختصر سی جماعت ظاہر ہوئی جو اس کے مقابل ڈٹ گئی اور اس گروہ پر غالب آئی۔ جب حضرت عبدالمطلب بیدار ہوئے تو اس عجیب ترین خواب کی تعبیر کے لیے ایک یہودی معبر کے ہاں پہنچے۔ خواب بیان کیا، مگر اس نے حقائق کو چھپاتے ہوئے کہا یہ محض تمہارا خیال ہے پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، مگر جو منظر آپ دیکھ چکے تھے محض وہم و گمان تصور کر کے بھلایا نہیں جاسکتا تھا۔ چنانچہ وہاں سے پلٹے اور ایک معبرہ خاتون قریشیہ کے پاس آئے اسے خواب سنایا۔ وہ فوراً گویا ہوئی

لَیَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ یَمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ

پشت تیری تھیں بچہ ہوسی رب دیاں سمجھ عطائیں
مالک ہوسی کل دنیا دا مشرق و مغرب تائیں

حفیظ جالندھری مرحوم اس تعبیر کو یوں موزوں فرماتے ہیں:

جوانی کے دنوں میں اک نرالا خواب دیکھا تھا
درخت نسل ہاشم اس قدر شاداب دیکھا تھا
کہ اس کے سایہ میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے
مکان و لامکاں دو ٹہنیاں معلوم ہوتے تھے

عبرتناک انجام

جوں جوں ظہور نور محمدی کا وقت قریب آتا جا رہا تھا توں توں شیطان اپنی ذریت کے ذریعے نئے نئے جال بن کر انہیں ختم کرنے کے منصوبے مرتب کرتا

رہتا تھا ادھر عبدالمطلب کی پشت مبارک سے حضرت عبداللہ کے صلب اطہر میں نور نبوت جاگزین ہوا تو ادھر شیطان نے حضرت عبداللہ پر طرح طرح کے وار چلانے شروع کردیئے۔

حضرت عبداللہ نہ صرف عبدالمطلب ہی کی آنکھ کا تارا تھے، بلکہ اس قریشی، ہاشمی شہزادے پر مکہ مکرمہ کا ہر بچہ بوڑھا، نوجوان، مرد و زن شیدا تھے۔ اس رعنا جواں کا حسن و جمال دیدنی تھا، شرافت کا یہ پتلا ایک روز طواف کعبہ سے فارغ ہوکر گھر کی طرف پلٹا ہی تھا کہ بنت مرالخثعمیہ حسینہ نے آپ کو اپنی طرف رغبت دلائی اور اپنی خواہش کی تکمیل پر ایک سو اونٹوں کے عطیہ کی پیشکش بھی کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک غیرت مند انسان کی طرح نہ صرف اس کی تمنا کا جنازہ نکال دیا، بلکہ اس کی پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

فعل حرام کے ارتکاب سے تو مر جانا ہی اچھا۔ حلال کو بیشک میں پسند کرتا ہوں، مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے کہ تم مجھے بھکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

دکھائی مرد نے جب اس طرح سے شوکت ایماں
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

اس کے بعد جب گھر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بے حد بوجھ تھا کہ میرے جیسے عفت ماب کی طرف اسے دیکھنے کی جرأت تک کیوں ہوئی؟ والد ماجد نے آپ کی اندرونی کیفیت کو جاننے کی کوشش کی مگر ایک غیرت مند انسان کی طرح آپ نے شرم و حیا سے کام لیتے ہوئے عرض کیا۔ ابا جان! اجازت فرمایئے تاکہ میں ہرن کا شکار کھیل آؤں؟ حضرت عبدالمطلب نے اجازت فرمائی۔ شکار کے لیے باہر تشریف لے گئے انہی دنوں خیبر سے آئے ہوئے پانچ یہودی تاجر مکہ مکرمہ سے واپسی کا سامان باندھے باتیں کرتے جا

رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا میں نے تورات میں دیکھا کہ وادی عرب میں ایک نبی کا ظہور ہوگا دوسرا بولا بیشک مگر وہ ہماری قوم سے ہوگا۔ تیسرے نے تائید کی بیشک ہماری قوم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیاری ہے۔ لہٰذا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے علاوہ نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ چوتھے نے کہا وہ نبی مدینہ پاک سے اٹھے گا اور ہماری قوم سے ہوگا۔ پانچواں بھی انہی کی تائید کر رہا تھا کہ اچانک شیطان ایک شیخ (بزرگ) کی شکل میں نمودار ہوا۔ نہایت عیاری و مکاری سے اپنی طرف اس نے متوجہ کیا اور کہا میں نے تمہاری تمام باتیں بیت المقدس میں بیٹھے ہوئے سنی ہیں، مگر میں تمہاری خیر خواہی کے لیے وہاں سے آیا ہوں اور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم یہودی قوم کا بھلا چاہتے ہو تو سنو آج کل پروردگار کی توجہ عرب کے مشہور خاندان قریش کی طرف مبذول ہے مکہ مکرمہ کے سردار عبدالمطلب کے صاحبزادے عبداللہ کی پشت میں اس نبی کا نور منتقل ہو چکا ہے عنقریب اس کی ولادت اس شہر مقدس میں ہوا چاہتی ہے۔ اگر میری بات مانو تو عبداللہ ابن عبدالمطلب کو قتل کر دو، وہ بہت جلد اس وادی میں ہرنوں کے شکار کے لیے آنے والا ہے۔۔

سحر کے وقت نکلو غار سے میدان میں جاؤ۔ وہیں اس نوجوان کو قتل کر ڈالوں جہاں پاؤ۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ شکار کھیلتے ہوئے ان یہودیوں کے قریب پہنچ گئے۔

ادھر پانچوں یہودی بھی اندھیرے غار سے نکلے
یہ بزدل گھڑ چڑھے اس دامن کوہسار سے نکلے
جوان ہاشمی کی جستجو تھی ان کمینوں کو
کہ شیطان نے حسد سے بھر دیا تھا ان کے سینوں کو
یہودی گھڑ چڑھوں نے دفعتہً پیدل کو آ گھیرا
نظر تلوار آئی دیدہ حیراں جدھر پھیرا

مگر یہ شیر تلواروں کے سایہ سے نہ گھبرایا
مثال برق کوندا، پشت توسن پر چلا آیا
پکارا پہلے بتلا دو کہ حملے کا سبب کیا ہے
وہ بولے ایک ہی مقصد ہے تجھ کو قتل کرنا ہے

آناً فاناً انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا، آپ نے وار روکے اور بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ پہلے ہی ہلے ان کا ایک ساتھی ڈھیر ہو گیا۔ وہ تجربہ کار، جنگجو اور پختہ عمر رکھتے تھے جبکہ آپ عالم شباب میں قدم رکھ رہے تھے تاہم خاصی دیر تک مقابلہ جاری رہا۔ اس دوران حضرت وہب بن عبد مناف حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ماجد کا اونٹ گم ہو گیا اس کی تلاش میں ادھر آ نکلے اور حضرت عبداللہ کو چار آدمیوں سے برسرِ پیکار دیکھا، ان کے دل میں معاونت کا خیال آیا اور اٹھے ہی تھے کہ اچانک پاؤں میں کپڑا الجھ گیا اور گر پڑے۔ دوبارہ قصد کیا تو پھسل گئے، سر پر چوٹ آ گئی، تیسری مرتبہ پھر خون نے جوش مارا تو اچانک اژدہا راہ میں حائل ہو گیا تقدیر پر شاکر دل میں سوچا کہ اب آنکھیں بند کر لوں کیونکہ میں ہاشمی شہزادہ قتل ہوتے دیکھ نہیں سکتا۔اس بات کے دل میں آتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ چار فرشتے آسمان سے اترے اور ان یہودیوں کو ختم کر ڈالا۔ حضرت وہب وہاں پہنچے دیکھا ان کے سر قلم ہو چکے ہیں۔

پڑے تھے اب یہ لاشے ایک اک سے دور سب تنہا
کھڑا تھا اک جگہ فرزند عبدالمطلب تنہا
غرض زخمی جواں کو ساتھ لے کر وہب گھر آیا
یہ سارا ماجرا اس کے پدر کو جا کے بتلایا

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بچ جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت وہب بن عبد مناف کے دل میں اس عظیم الشان اور عدیم النظیر

واقعہ دیکھنے کے بعد حضرت عبداللہ کی محبت نے گھر کر لیا اور انہیں اپنی دامادی کے شرف سے ممتاز کرنے کا عزم بالجزم کیا۔

نور عظیم

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والدہ ماجد حضرت وہب بن عبد مناف جب بچشم خود حضرت سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلب کی جلالت شان کا معائنہ کر چکے تھے تو ان کے دل میں ایسے ورنایاب کو اپنانے کی خواہش کا پیدا ہونا فطری تقاضا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنی نہایت پاکباز، عفت مآب صاحبزادی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے عقد کے لیے حضرت عبدالمطلب سے بات کی تو انہوں نے آمادگی کا اظہار فرمایا اور پھر چند ہی دن بعد حضرت سیدنا عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے وقوع میں آیا۔

وہ نور لم یزل جس کی جھلک تھی روئے انور میں
نظر آنے لگی اس کی جھلک تقدیر مادر میں

اَنَا ابْنُ ذَبِیْحَیْن

نبی کریم علیہ السلام نے اپنے میلاد کا تذکرہ بارہا فرمایا۔ انہیں واقعات ولادت میں آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب کے میلاد پاک کی کیفیت بیان فرمانا جو بڑی تعجب خیز لیکن ایمان افروز ہے۔ جیسے رسول کریم علیہ السلام نے بڑے والہانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا اَنَا ابْنُ ذَبِیْحَیْنِ۔ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ یعنی حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح عظیم علیہ السلام اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب جن کے ذبح کا واقعہ بڑا دل دوز ہے، جو مکہ مکرمہ ہی میں ظہور پذیر ہوا، قصہ قدرے طویل ہے مگر اختصاراً تحریر کیا جاتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبدالمطلب نے دعا مانگی، الٰہی! تو مجھے

دس بیٹے عطا فرما، جوان ہونے پر ان میں سے ایک تیری راہ میں قربان کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف ازواج سے دس فرزند عنایت کیے جن میں حضرت عبداللہ تمام سے فائق تھے، وعدہ کے مطابق حضرت عبداللہ کے ذبح کرنے کا پروگرام بنا اور منادی کر دی گئی مکہ مکرمہ کے تمام لوگ یکانے کیا بیگانے حضرت عبداللہ کی قربانی کے خلاف رائے دینے لگے بھائیوں نے اپنی اپنی قربانی کی پیشکش کر دی۔ معاملہ نہایت نازک ہوتا گیا آخر سر کردہ حضرات نے فیصلہ دیا کہ حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے اور جب تک اونٹوں کے نام قرعہ فال نہ نکلے دس دس کا اضافہ کیا جائے چنانچہ دسویں مرتبہ ایک سو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ جو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کے فدیہ میں ذبح کر دیئے۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ نے زندگی محفوظ رکھی اور عظمت و رفعت کو چار چاند لگا دیئے۔ دراصل جاہلیت میں سرداران مکہ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ قتل کے بدلے قتل یا فدیہ و قصاص میں دس اونٹ مقتول کے ورثا کو دینے ہوں گے۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی عمل میں آئی، مگر حضرت عبداللہ کے فدیہ میں سو اونٹوں کی قربانی کے بعد مقتول کے ورثاء کے لیے یک صد اونٹ ہی جزیہ شہرت پکڑ گیا جو حجاز مقدس میں قبائلی سطح پر آج بھی قائم ہے۔

اَنَا ابْنُ ذَبِیْحَیْن

اسی کی طرف مشہور ہے نیز اس قربانی کے بعد سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو لوگ دس اونٹوں کے بدلے میں انسان کو قتل کرنا آسان سمجھتے تھے اب ان کو سو اونٹوں کی ادائیگی کے بوجھ نے قتل سے اجتناب کی راہ دکھائی۔ رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی قتل کے دروازے مقفل ہونا شروع ہو گئے تھے مگر ذاتی انا کی خاطر انسان جب درندگی پر اتر آتا ہے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا وہ بہرحال نفس امارہ کی خواہش کو پورا کرتا ہے چنانچہ ابوجہل

نے نبی اکرم ﷺ کو شہید کرانے کا منصوبہ مرتب کیا تو قاتل کے لیے اس نے بھی سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا، مگر آپ کی حفاظت و ضیانت تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی تھی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

میرے حبیب جس طرح چاہو جہاں چاہو تبلیغ کرو، تمہاری حفاظت ہم خود کریں گے، بالفاظ دیگر تمہارے دشمنوں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔

مٹ گئے ہیں مٹ جائیں گے اعداد تیرے
پر نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ بھی اڑتا ہے پھریرا تیرا

جبین منور

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں جبکہ قریب ہی سید عالم، حبیب مکرم ﷺ نعلین شریف مرمت فرما رہے تھے۔ گرمی کے باعث جبین مصطفیٰ ﷺ پر پسینے کے قطرے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جمال حبیب، پر انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں۔

فَجَعَلَ جَبِيْنُهٗ يَعْرِقُ وَجَعَلَ عِرْقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا فَبُهِتُّ

یہ منظر دیکھ کر میں مبہوت ہو گئی۔

فَقَالَ مَالَكِ بُهِتِّ؟ قُلْتُ جَعَلَ جَبِيْنُكَ يَعْرِقُ وَجَعَلَ عِرْقُكَ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا۔

آپ نے دریافت فرمایا۔

عائشہ! تم مبہوت کیوں ہو رہی ہو۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کی جبین

اقدس پر پسینہ اس انداز میں پیدا ہو رہا ہے گویا اس سے نور کے فوارے پھوٹ رہے ہیں

وَلَوْرَاٰكَ اَبُوْ كَبِيْرٍ هُذَلِيٌ يَعْلَمُ اَنَّكَ اَحَقُّ بِشِعْرِهٖ حَيْثُ يَقُوْلُ۔

اگر آپ کی اس کیفیت کو ابو کبیر ہذلی (شاعر) دیکھ لیتا تو یقیناً پکار اٹھتا کہ حقیقتاً آپ ہی کی ذات اقدس اس کے ان اشعار کی مصداق ہے۔

وَمُبَرَّاً مِنْ كُلِّ غَيْرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادَ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغِيْلِ
وَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ بُرُوْقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

ترجمہ: آپ کی ذات حیض کی ہر آلودگی اور دودھ پلانے والی کی اس خرابی سے بری ہے جو زمانہ شیر نوشی میں مرض صحبت سے ہوتی ہے۔
اور جب آپ کی پیشانی کے شکن دیکھتا ہوں تو وہ ایسے چمکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جیسے باریک سے بادل میں چاند چمکتا دکھائی دیتا ہے۔

فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاكَانَ فِيْ يَدِهٖ وَقَامَ اِلَيَّ فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنِيْ وَقَالَ جَزَاكِ اللّٰهُ يَا عَائِشَةُ خَيْرًا فَمَا اَذْكُرُ اِنِّيْ سُرِرْتُ كَسُرُوْرِيْ بِكَلَامِكِ۔

یہ اشعار سنتے ہی رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں جو کچھ بھی تھا رکھ دیا۔ اور دعا سے نوازا فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے، مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اتنا کبھی خوش نہیں ہوا جتنا آج تیرے اشعار پڑھنے سے مجھے سرور حاصل ہوا ہے۔ (الدرر المنظم)

واضح ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے ذکر سے سرور حاصل کرتے ہیں اور

خوشی و مسرت کے عالم میں ذکر کرنے والوں کو اپنی دعاؤں سے بھی نوازتے رہتے ہیں اور ان کی مناسب طریقہ سے حوصلہ افزائی کرتے ہیں (کَمَامَرَّ)

خوشبو دار سانپ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت حج کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئی، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے راستہ میں انہوں نے ایک نہایت خوبصورت سفید رنگ کا سانپ دیکھا۔

يَنْفَعُ رِيحُ الْمِسْكِ فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيَ اَمْضَوْ فَلَسْتُ نُبَارِحُ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُ هٰذِهِ الْحَيَّةِ مَا بَشَتُّ اِنْ مَاتَتْ مُعَمَّلَتُ اِلٰى خِرْقَةٍ بَيْضَاءَ فَلَفَفْتَهَا فِيْهَا ثُمَّ نَحَتَهَا عَنِ الطَّرِيْقِ فَدَفَنْتُهَا (الى الاخر)

جس سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے اپنے رفقاء سے کہا آپ جائیے اور میں اس وقت تک یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا جب تک اس کے انجام کو نہیں دیکھ پاتا، سانپ کوئی چیز کھا رہا تھا، اس کے کھاتے ہی وہ مر گیا۔ میں نے سانپ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر راستے کی ایک جانب دفن کر دیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

واللہ! ابھی میں ساتھیوں کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ مغرب کی طرف سے چار عورتیں آئی ان میں سے ایک نے پوچھا تم میں سے عمرو کو کس نے دفن کیا ہے۔ ہم نے دریافت کیا عمرو کون؟ اس نے کہا وہ سانپ! میں نے کہا، میں دفن کر کے آرہا ہوں، وہ عورت بولی! بخدا تو نے دن کو روزہ رکھنے، رات کو عبادت کرنے اور شب و روز نیکی کی تبلیغ کرنے والے کو دفن کر دیا۔ جو تمہارے رسول ﷺ کی بعثت سے چار سو سال قبل تعریف سن کر آسمان پر ایمان لایا تھا۔ یہ سن کر ہم نے

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر حج کعبہ کی سعادت عظمیٰ حاصل کر کے مدینہ طیبہ واپسی پر حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشبو دار سانپ کا قصہ پیش کیا۔

تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ فرما رہے تھے کہ میرے مبعوث ہونے سے چار سو سال پہلے آسمان پر ایمان لایا تھا۔

سبحان اللہ صدیوں پہلے آمد مصطفیٰ اور میلاد حبیب کی انتظار رہی، جب دنیا میں جلوہ افروز ہو گئے تو منتظر عشاق کی تمنائیں بر آئیں اور حضور کی محبت کے باعث انسان تو انسان جنات اور حیوانات جنہیں آپ سے پیار تھا ان میں بھی قدرتی طور پر خوشبو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے عظمت محبوب کا سکہ بٹھا دیا۔

وہ شمع کیسے بجھے..........؟

ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ میں ایک سوال "میلاد شریف میں جھاڑ، فانوس وغیرہ سے زیب و زینت اسراف ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں ارشاد کے عنوان سے درج ذیل عبارت درج ہے پھر پڑھئے اور اپنے ایمان کی دولت میں اضافہ کیجئے۔

ارشاد! علماء فرماتے ہیں

لَاخَيْرَ فِي الْإِسْرَافِ وَلَا الْإِسْرَافَ فِي الْخَيْرِ

جس شے سے تنظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتی۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم شریف میں سید ابو علی رودباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں، ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے، بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا جو شمع میں نے غیر خدا کے لیے

روشن کی "بجھا دیجیے" کوششیں کی جاتی تھیں مگر کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوئی۔

سچ فرمایا کسی شاعر نے ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

غالباً مولانا ظفر علی خان نے ایسے ہی موقعہ پر کہا ہوگا ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس آیت کا مولوی عبدالستار صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں ۔

پھونکاں مار بجھایا لوڑن نور محمد والا
نور محمد کدے نہ بجھ سی وعدہ حق تعالیٰ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا اسلام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، عشرہ مبشرہ السابقون الاولون میں شامل ہیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء خاص میں آپ ممتاز مقام پر فائز تھے، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں وہ خلفاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔ آپ ہی کے فیصلہ اور ایثار کے باعث حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ الرسول اور امیر المومنین منتخب ہوئے۔ 32ھ کو پچھتر برس کی عمر شریف میں وصال فرمایا، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قبل از وصال، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک میں دفن کرنے کی پیشکش فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ "مجھے حضور علیہ السلام کے پاس لیٹنے سے شرم آتی ہے لہذا جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔" آپ کی وصیت کے مطابق حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ہی قبر میں دفن کیے گئے اور معلم الامتہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو آپ کے پڑوسی اور رفیق خاص تھے بعد از وصال انہیں آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا گویا کہ وہ عالم برزخ میں منازل قرب سے شاد کام ہوئے، ان گنت خوبیوں کے مالک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں نے یمن کا سفر بارہا کیا اور ہمیشہ عسکان بن عواکن حمیری کے پاس قیام کرتا تھا اور وہ مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جس کا چرچا لوگوں میں ہو، اس کا لوگ تذکرہ کرتے ہوں، کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو تمہارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہو'' میں اس کا جواب نفی میں دیتا رہا، جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آپ کا بیان ہے کہ اس سال میں پھر یمن گیا اور اسی کے پاس ٹھہرا اور مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم بالکل نہ تھا، اس زمانہ میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اونچا سننے لگا تھا۔ میری اطلاع ہونے پر وہ باہر آیا، پٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھا اس کے اردگرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے۔ مجھ سے میرا نسب نامہ پوچھا۔ میں بیان کرتا کرتا جب زہرہ پر پہنچا تو اس نے کہا ٹھہر جا، کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہتر ہو، آپ نے جواباً کہا ضرور ایسا کیجئے۔

اس نے کہا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے مہینہ میں تمہاری قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور اس پر کتاب اتاری ہے اور کتاب پر عمل کرنے والوں کے لیے ثواب مقرر کیا ہے۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بتوں (یعنی اللہ کے سواسب کی) پرستش سے منع کرتا ہے اور دعوت اسلام دیتا ہے۔ اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور خود بھی اچھے کام کرتا ہے اور بیہودہ باتوں سے منع کرتا ہے اور ان کو مٹاتا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلہ سے ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ قبیلہ ازد سے ہے اور نہ ثمالہ سے وہ بنی ہاشم سے ہیں اور تم اس کے ننھیالی رشتہ دار ہو اور آپ کو''

مخاطب کر کے کہا کہ اے عبدالرحمٰن! اس بات کو تم پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ اور ان سے جا کر ملو اور ان کی دلدہی کرو اور میری طرف سے یہ التماس نامہ پیش کر دینا۔

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِی الْمَعَالِیْ
فَالِقُ اللَّيْلِ وَالصَّبَاحِ

گواہ بناتا ہوں اللہ بڑائی اور بزرگی والے کو جو رات دن کا ظاہر کرنے والا ہے۔

اِنَّكَ ذُوالسِّرِّ مِنْ قُرَيْشٍ
يَا ابْنَ الْفِدىٰ مِنَ الذِّبَاحِ

بے شک آپ قریش، میں راز دار ہیں۔ اے اس شخص کے بیٹے! جس کی قربانی کا فدیہ دیا گیا ہے۔

اُرْسِلْتَ تَدْعُوْا اِلٰى يَقِيْنٍ
وَبِرُشْدٍ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

رسول بنا کر بھیجے گئے، یقینی باتوں کی طرح آپ دعوت دیتے ہیں اور حق دار اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

اَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوْسٰى
اِنْ اُرْسِلْتَ بِالْمَطَاحِ

قسم ہے موسیٰ ں کے رب کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک بطحا میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فَكُنْ لِّیْ شَفِيْعًا اِلٰى مَلِيْكٍ
يَدْعُوْا الْبَرَايَا اِلَى الْفَلَاحِ

ہو جایئے شفیع اس مالک کے دربار میں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اشعار مجھ کو یاد ہو گئے اور میں سفر

سے بعجلت تمام واپس آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جن کے ساتھ میرے مراسم محبت پہلے سے تھے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اسلام لانے کی تحریک کی اور مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خدیجہ کے گھر لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جسے دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ دیکھئے اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک امانت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھ کو پہنچا دو میں نے اشعار یاد کر لیے تھے اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ (سیرت نبویہ علامہ زینی دحلان مکی ص 61 ج 1)

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعت اخوان المسلمون مصر، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پردرد، روح پرور، ایمان افروز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، جسے پاکستان میں ابو الاعلیٰ مودودی کے دست راست جناب خلیل احمد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا اور اسلامک پبلی کیشنز لاہور نے "حسن البنا شہید کی ڈائری" کے نام سے کتاب کو شائع کیا، ایک مثالی کردار کے عنوان کے تحت صفحہ 197,196 پر یوں بیان کرتے ہیں۔

"مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو یکم ربیع الاول سے لے کر 12 ربیع الاول تک معمولاً ہر رات ہم "حصافی اخوان" میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس بنا کر باہر نکلتے، اتفاق سے ایک رات برادرم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آ گئی، ہم عادۃً عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے، دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغاں) سے جگمگا رہا ہے۔ اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا

جاچکا ہے۔ شیخ شلبی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی۔ اس کے بعد ہم جلوس بن کر نکلے اور بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ مروجہ مناقب، اور نظمیں (میلادیہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ شلبی الرجال کے مکان پر واپس آگئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے۔ جب اٹھنے لگے تو شیخ شلبی الرجال نے بڑے لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا کہ "انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ "روحیہ" کی تدفین کر لی جائے۔"

روحیہ شیخ شلبی کی اکلوتی بچی ہے، شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے، اس بچی کے ساتھ ہمیں اس قدر شدید محبت دوابستگ ہے کہ دوران کام بھی اسے جدا نہیں کرتے۔ یہ بچی نشو و نما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ شیخ نے اس کا نام روحیہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم بھونچکے رہ گئے۔ عرض کیا۔ "روحیہ کا کب انتقال ہوا؟" فرمانے لگے۔ "آج ہی! مغرب سے تھوڑی دیر پہلے۔" ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی۔ کم از کم میلاد النبی ﷺ کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے۔ کہنے لگے جو کچھ ہوا، بہتر تھا۔ اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہوگئی اور سوگ مسرت میں تبدیل ہوگیا۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی اور نعمت درکار ہے؟

سچ فرمایا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے ۔

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

(حسن البنا شہید کی ڈائری)

آئینہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت باسعادت

بوقت صبح صادق بروز پیر 12 ربیع الاول مطابق 20 اپریل 571ء جب کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔ تین روز بعد حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کا، ایک ہفتہ بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوش رضاعت میں اور پھر پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کی آغوش میں تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کا پہلا سفر والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی وفات بمقام ابوا العمر 6 سال ابواء سے آپ کی دایہ برکت بنت ثعلبہ معروف ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ کو مکہ معظمہ لے آئیں اور چچا ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی وفات	عمر 8 سال
آپ کا پہلا تجارتی سفر ہمراہ چچا ابو طالب	عمر 12 سال
حلف الفضول میں شرکت	عمر 16/15 سال
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا الکبریٰ سے نکاح	عمر 25 سال
اہل مکہ کی طرف سے صادق وامین کا خطاب	عمر 30 سال
غیبی اسرار و رموز کا آغاز و ظہور	عمر 33 سال

حجر اسود بیت اللہ میں نصب کرنے کیلئے بحیثیت ثالث تقرریر	عمر 35 سال
غار حرا میں شب و روز عبادت	عمر 37 سال
بعثت نبوت بروز پیر 9 ربیع الاول 41 ولادت نبوی	عمر 40 سال
نماز فجر و عصر کی فرضیت (2-2 رکعت)	1 نبوت
آغاز نزول قرآن مجید۔ جمعرات 17 رمضان	1 نبوت 17 اگست 610ء
دار الارقم	تبلیغ و دعوت اسلام کے مرکز کا قیام
چالیس افراد کا قبول اسلام	عمر 43 سال 3 نبوت
مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ	عمر 45 سال رجب 5 نبوت
کفار مکہ کی طرف سے بائیکاٹ	عمر 47 سال۔ یکم محرم 7 نبوت
معاشرتی بائیکاٹ کا خاتمہ چچا ابو طالب کا انتقال۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات	عمر سال 50 10 نبوت
واقعہ معراج، فرضیت نماز خمسہ 5	عمر 52 سال 27 رجب 12 نبوت
مدینہ منورہ کے 18 افراد کا قبول اسلام بیعت عقبہ اولیٰ	عمر 52 سال ذی الحجہ 12 نبوت

مدینہ منورہ کے 72 افراد کا قبول اسلام بیعت عقبہ اولیٰ	عمر 52 سال ذی الحجہ 12 نبوت
مدینہ منورہ کے 72 افراد کا قبول اسلام بیعت عقبہ ثانیہ	عمر 43 سال 13 نبوت
ہجرت از مکہ معظمہ، داخلہ غار ثور	عمر 54 سال، جمعرات 27 صفر 13 نبوت
قبا میں تشریف آوری	بروز پیر 8 ربیع الاول 13 نبوت
داخلہ مدینہ منورہ۔ فرضیت جمعہ کا حکم قیام بر مکان ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	12 ربیع الاول 1ھ عمر 54 سال 23 ستمبر 622ء
بنیاد مسجد نبوی	عمر 54 سال 22 ربیع الاول 1ھ
حکم تحویل کعبہ (در مسجد ذو قبلتین)	بروز ہفتہ 15 شعبان 6ھ
فرضیت روزہ، زکوٰۃ، جہاد	یکم رمضان 2ھ
نماز عید الفطر کی ادائیگی	یکم شوال 2ھ
معرکہ بدر	عمر 55 سال 17 رمضان 2ھ
معرکہ احد و حرمت شراب	عمر 56 سال 3-4ھ
قاری القرآن صحابہ کرام کی شہادت	عمر 57 سال 4ھ
غزوہ خندق	عمر 58 سال 5ھ

زنا، قذف، لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ، پردے کا حکم	عمر 58 سال 5 ھ
صلح حدیبیہ	عمر 58 سال ذی قعدہ 6 ھ
فتح قلعہ خیبر، دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام حضور نے دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔	یکم محرم 7 ھ
فتح مکہ	20 رمضان المبارک 8 ھ
اسلامی حکومت کا قیام، حکام کا تقرر فوجوں کی آرستگی، سیاسی انتظامات، غیر مسلم اقوام سے سلوک	عمر 60 سال 8ھ
صدقات وزکوٰۃ کے محصلوں کا تقرر	عمر 61 سال 9ھ
واقعہ تبوک، ادائیگی حج (ابامارت صدیق اکبر)	ذی الحجہ 9 ھ
مختلف قبائل اور ممالک کے وفود کی آمد	ذی الحجہ 9ھ
مختلف ممالک یمن، بحرین، عمان، یمامہ تک اثرات	10 ھ
حجۃ الوداع، آپ کا امت سے آخری خطاب	عمر 63 سال 10 ھ
وصال سے 5 روز قبل مسجد نبوی میں امت محمدیہ سے رسول اللہ کا آخری خطاب	جمعرات نماز ظہر
وصال خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	عمر شریف 63 سال
بروز	پیر
بوقت	چاشت
12 ربیع الاول 11 ھ	

بمطابق	7 جون 632ء
تدفین جسد اطہر	32 گھنٹے بعد وصال
13-14 ربیع الاول (منگل، بدھ درمیانی شب	11ھ

حضور کا سلسلہ نسب

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ خاندان آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کے بعد عدنان اور نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تک پہنچتا ہے بعض تاریخی شواہد کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے 2753 سال بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضور اکرم ﷺ کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ والد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، ماں کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا۔

حضور کے دودھ شریک بہن بھائی

حضرت خاتم الانبیاء رحمتہ اللعالمین ﷺ کے دودھ شریک (رضاعی) بہن بھائی چار تھے (1) عبداللہ (2) میسہ (3) صدیقہ (4) اور حذافہ جو شیما کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شیما رضی اللہ عنہا دونوں اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے۔ باقی حضرات کا حال معلوم نہیں ہوسکا۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بچپن میں حضرت ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیے وہ بھی رضائی بھائی تھے رسول اللہ ﷺ کی مادری زبان مبارک عربی تھی۔ اللہ تعالی نے اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔ حضور خاتم الانبیا ﷺ اپنا لباس عموماً سفید، سادہ، موٹا اور روئی سے تیار شدہ استعمال فرماتے۔ ملبوسات میں جبہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، حلہ موزے، ازار بند، وغیرہ چیزیں شامل تھیں۔ سبز رنگ کی یمنی چادر آپ کو بہت

پسند تھی۔ جو بردیمانی کے نام سے مشہور ہے۔ سرخ لباس مردوں کے لیے منع فرماتے۔ کبھی سیاہ عمامہ اور اکثر عمامے کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے گھر میں جو ٹوپی پہنتے وہ سر مبارک کے بالوں کے ساتھ چمٹی ہوتی۔ عمامے کے شملے دونوں پیچھے شانے مبارک پر ہوتے۔ نمائشی اور فاخرہ لباس کو ناپسند فرماتے۔ کرتے کا تکمہ اکثر کھلا رہتا تھا۔ حضرت رسول کریم ﷺ کے خصوصی دوست احباب قبل از نبوت (1) حضرت ابوبکر صدیق ؓ (2) حضرت حکیم بن حزام ؓ، رئیس مکہ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی جنہوں نے قبول اسلام کے بعد مکہ کا دارالندوہ ایک لاکھ درہم میں خرید کر کے خیرات کر دیا۔ حضور سے عمر میں 5 سال بڑے تھے۔ (3) حضرت ضماد بن ثعلبہ ؓ، بنی ازد قبیلہ کے معروف طبیب تھے۔ جنہوں نے حضور کی زبان مبارک سے کلام اللہ سن کر اعلان کیا تھا کہ یہ "کسی مجنون کا کلام نہیں۔ بلکہ اللہ کا ہے۔" اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اسم گرامی	سن نکاح	عمر وقت نکاح	حضور کی عمر	حضور کی خدمت میں عرصہ
خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	25 میلاد	28/40 سال	25 سال	25 سال
حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	10ھ نبوت	50 سال	50 سال	14 سال
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	10ھ نبوت	9/19 سال	50 سال	9 سال
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	22 سال	55 سال	8 سال
حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	30 سال	55 سال	3 ماہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	4ھ	26 سال	56 سال	7 سال

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا	5ھ	36 سال	57 سال	6 سال
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان 5ھ	20 سال	57 سال	6 سال
حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	6ھ	36 سال	57 سال	6 سال
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی والاخری 7ھ	17 سال	56 سال	پونے چار سال
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	7ھ	36 سال	59 سال	سوا 3 سال

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا 6ھ میں شاہ مقوقش نے آپ کو حضور کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور کی تمام ازواج مطہرات اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زائد نہ تھے۔ امہات المومنین میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر مکہ معظمہ میں ہے۔ باقی ازواج مطہرات مدینہ منورہ میں مدفون ہیں رسول اللہ کے فرزندانِ ارجمند تین تھے۔

(1) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

(2) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

(3) اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ کی کنیت طیب اور طاہر تھی۔ طیب حضور علیہ السلام کی عطا کردہ کنیت اور طاہر کنیت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تھی۔

بڑے لڑکے کی مناسبت سے حضور علیہ السلام کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دونوں فرزند حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ سب سے پہلے حضرت قاسم اور سب سے چھوٹے حضرت ابراہیم تھے۔ یہ سب بچپن میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ پہلے دونوں فرزند مکہ معظمہ میں پیدا

ہوئے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں (مدینہ منورہ) میں مدفون ہیں۔ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ سب سے بڑی حضرت زینب اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ تھیں۔ چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد اور چاروں کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ حضرت زینب کا نکاح ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ نے اپنے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع اموی سے کیا تھا۔ ایک صاحبزادہ (علی) اور ایک صاحبزادی (امامہ) ان کی اولاد تھی۔ 8ھ کو مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عتبہ کے ساتھ ہوا تھا اور ظہور اسلام کے بعد طلاق ہوئی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا ان کی اولاد ایک لڑکا عبداللہ تھے۔ وفات 2ھ میں ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں ان کا نکاح بھی قبل از اسلام ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اسی طرح ان کی بھی طلاق ہوئی اور سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد وہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں بیٹیوں کی مناسبت سے ہی حضرت عثمان غنی (ذوالنورین) کے لقب سے نوازے گئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے 9ھ میں مدینہ منورہ وفات پائی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم تھیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے 6 ماہ بعد 3 رمضان المبارک 11ھ کو وفات پائی۔ آپ مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ کے فرزند ارجمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو آپ کے بڑے بیٹے ہیں ان کی قبر بھی آپ کے پہلو میں ہے۔

حضور سید الکونین کا سامان زندگی

زندگی تھا اور حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے حضور نے کس قسم کا سامان زندگی مہیا فرمایا تھا۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کا بستر چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ انہیں جو اثاثہ میسر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ حضور سرور کائنات ﷺ ایک ٹوٹے ہوئے پیالے میں ہی تمام قسم کے مشروبات نوش فرماتے تھے۔ حضور کی ازواج مطہرات اپنی ضروریات کی چیزیں گھر میں رکھ کر باقی سب اللہ کے راستے میں غریبوں، یتیموں میں خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ تمام امہات المومنین کے مکان الگ الگ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور مختصر تھے۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصے میں کھلتا ہے

رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

جنت کے باغات میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے۔" یہ اس قدر تھا کہ جب حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ کے لیے صحابہ کرام حجرے میں داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ ان تمام حجروں کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور کے آرام فرمانے کے لیے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا موجود ہوتا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کے تمام حجروں کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں اور ان میں شگاف پڑ گئے تھے کہ سوراخوں سے دھوپ اندر آتی تھی۔ تمام چھتیں کھجور کی شاخوں اور پتوں سے بنائی تھیں۔ بارش سے بچنے کے لیے کمبل لپیٹ دیئے

جاتے۔ حجروں کی بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا۔ گھر کے دروازوں پر پردہ یا ایک پٹ کا کواڑ ہوتا تھا۔ کاشانہ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا۔ لیکن اس میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا۔ گھر کی ظاہری زیب و آرائش آپ کو پسند نہ تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دھاری دار رنگین کپڑے لٹکا دیئے تو حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہمیں مال اینٹ اور پتھر کو لباس پہنانے کے لیے نہیں دیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم کے اخلاق و عادات

محسن انسانیت حضرت محمد رسول ﷺ کے اخلاق و عادات سراپا قرآن مجید تھے آپ نہایت خلق و محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرماتے، سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے۔ مصافحہ اور معانقہ کرتے وقار اور متانت کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ کسی کی دل شکنی نہ کرتے۔ غریبوں، بیواؤں اور ضعیفوں کے گھر جا کر ان کا پانی بھرتے ضروریات زندگی کی چیزیں بازار سے لا کر دیتے۔ مہمانوں کو خاطر مدارات خود کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی خاطر مدارات خود کرتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہر چیز مہمانوں کی نذر ہو جاتی۔ تمام اہل و عیال فاقہ کرتے، ہمیشہ سادہ اور ایک ہی غذا پر گزارہ کرتے کسی مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے سامنے جو کھانا ہوتا اسی پر اکتفاء کرتے سب سے مل جل کر زمین پر اس طرح فروکش ہوتے کہ کسی قسم کا امتیاز نہ دکھائی دیتا۔ آپ کا مقدس چہرہ انور ہی پہچان کی علامت تھا۔ عام انسانوں کے ساتھ یکساں اور مساوات کا سلوک کرتے، امیر غریب، چھوٹے بڑے، کالے گورے کی کوئی تمیز اور فرق نہ رکھتے، زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، انسانوں کی عزت و توقیر صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر کرتے۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ حضور کی خدمت میں آپ کے جانثار صحابہ اکرام ہمہ وقت حکم کے منتظر اور مستعد رہتے۔ آپ کے ادنیٰ

اشارہ ابرو پر جانثاری کو دنیا و آخرت میں سرخروئی اور نجات کا باعث سمجھتے۔ بایں ہمہ حضور اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے تاکہ امت کا کوئی فرد محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ سے کام کو معیوب خیال نہ کرے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے آپ کے معمولات کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ حضور گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے اور کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے گھر میں خود جھاڑو دیتے، دودھ دوہ لیتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو خود ہی اس کی مرمت کر لیتے تھے۔ ڈول میں ٹانکے خود لگا لیتے۔ اونٹ اور سواری کے جانور خود باندھتے۔ چارہ دیتے اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا خود گوندھتے تھے۔ ہاتھ سے کبھی اپنے کسی غلام، لونڈی، کسی عورت او کسی جانور کو نہیں مارا۔ آپ نے کسی سائل کی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ آپ حیوانات پر بھی رحم فرماتے تھے اور اس بے زبان مخلوق پر جو ظلم روا رکھے جاتے۔ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ جانوروں کے گلے میں قلادہ ڈالنے کا رواج ختم کرا دیا۔ زندہ جانور کے بدن کا گوشت کاٹنے جانور کی دم اور بال کاٹنے، پرندوں کے انڈے اور ان کے گھونسلوں سے بچے اٹھانے کو منع فرما دیا۔ جانوروں کو بھوکے پیاسے رکھنے والے مالکوں کو سخت تنبیہ فرمائی کہ خدا سے ڈرو۔ حضور رحمۃ العالمین ﷺ، طہارت، پاکیزگی اور خوشبو کو پسند فرماتے، اجلا اور پاکیزہ لباس پہنتے اور دوسروں کو پہننے کا حکم دیتے۔ اجتماع عام خصوصاً جمعہ کی نماز کے لیے صاف ستھرا لباس پہنتے۔ خوشبو اور سرمہ لگانے کا حکم دیتے تاکہ پسینے کی بو سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو معمولی تکلیف تک بھی نہ پہنچے۔ شرم و حیا کی تلقین فرماتے۔ دوسروں کے سامنے ننگا نہانے، بے پردہ ہونے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، زنا، شراب سود اور فسق و فجور کی سختی سے ممانعت فرماتے۔

حضور کا عدل و انصاف

حضور خاتم النبیاء ﷺ کو عرب کے بیشمار قبائل کے واسطہ پڑتا تھا۔ وہ قبائل اور خاندان ایک دوسرے کے سخت دشمن ہوتے تھے۔ حضور نے ان تمام قبائل کے ساتھ ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا اور اسلام کی دعوت دینے یا عدل و انصاف کا معاملہ کرتے وقت کسی خاص قبیلے یا کسی خاص فرد کی طرفداری نہیں کی۔ حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم کا فرق و امتیاز بھی روا نہیں رکھا، بلکہ سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مخزوم قبیلے کی ایک عورت نے چوری کی۔ بعض لوگوں نے اس عورت کو سزا سے بچانے کے لیے حضور کے نہایت ہی پیارے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمائش کر کے معافی کی درخواست پیش کی۔ آپ نے اس سفارش پر ناراض ہو کر فرمایا: "بنی اسرائیل اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں سے درگزر کرتے تھے۔" حضور نے ایسے ہی موقع پر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری لختِ جگر فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرے گی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ حضور محسن انسانیت ﷺ نے جہاں انسانوں کو غلامی کی ذلت اور کالے گورے کے فرق و امتیاز سے نجات دلا کر شرف انسانیت سے سرفراز کیا۔ وہاں انسانوں میں اقتصادی و معاشی مساوات قائم کرنے کے سلسلے میں جو اصلاحات نافذ کیں اور جو اسوۂ حسنہ پیش فرمایا۔ وہ تاریخ انسانی کا باعث صد افتخار سرمایہ ہے۔

(1) حضور نے فرمایا وہ شخص ایماندار نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ فاقے اور بھوک سے نڈھال ہو۔

(2) آپ نے فرمایا کہ مزدور کو جو محنت و مشقت کر کے پسینہ سے شرابور ہو جائے) اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دو۔

(3) آپ نے فرمایا جس شخص نے مزدور اور بنجر زمین کو زندہ کر کے قابل کاشت بنا لیا اور بیکار زمین پر دیوار کھڑی کر کے قبضہ کر لیا وہ اس کی ہو گی۔

(4) حضور نے فرمایا کہ زمین اس کی ہے جو اس پر کاشت کرتا ہے اور جو شخص کاشت کے بغیر تین سال تک بیکار چھوڑ دے اس کا حق ملکیت خود بخود ساقط ہو جاتا ہے۔

(5) آپ نے فرمایا۔ گھاس اور آگ میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں۔ یعنی جو چیز قدرتی پیداوار اور وسائل میں شامل ہیں (درخت، معدنیات، گیس، تیل وغیرہ) وہ سب انسانوں کی مشترکہ میراث ہیں۔

(6) حضور نے فرمایا جس شخص نے چالیس روز تک سامان غذا کو (گرانفروشی) کے لیے ذخیرہ کیا۔ اللہ کی ذات سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا ہے۔

(7) آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے کھوٹ ملا کر دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور کی تحریری تبلیغ اسلام

حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے زبانی دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ تحریر و انشاء کی صورت میں دنیا کے مختلف بااثر لوگوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام خطوط ارسال کر کے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ ایسے ناموں کی تعداد (250) سے زائد بیان کی گئی ہے ان میں سے بعض مشہور افراد کے نام حسب ذیل ہیں۔

مملکت	حکمران کا نام	قاصدِ نبوی کا اسم گرامی
حبشہ	شاہ نجاشی اصحمہ بن الجبر	حضرت جعفر طیار، حضرت عمرو بن امیہ ضمری
مصر	شاہ مصر مقوقس	حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ
ایران	شاہ کسریٰ خسرو پرویز	حضرت عبداللہ ابن حذافہ

روم	قیصر روم ہرقل	حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی
یمامہ	ہوزہ بن علی	حضرت سلیط بن عمرو
بحرین	منذر بن ساوی	حضرت علاء بن الحضرمی
دمشق	حارث بن ابی شمر غسانی	حضرت شجاع بن وہب اسدی
عمان	جیفر بن جلندی بن عامر	حضرت عمرو بن العاص

علاوہ ازیں پاپائے روم، شاہان حمیر اور خیبر کے یہودی سرداروں کے نام بھی والا نامے ارسال کر کے دعوت اسلام دی گئی۔

.... ان مکتوبات گرامی کی بنا پر دنیا کا سب سے پہلا بادشاہ جس نے دعوت اسلام قبول کرنے کا شرف و اعزاز حاصل کیا وہ شاہ حبشہ حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور دنیا کا وہ بادشاہ جس نے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا مکتوب گرامی پھاڑ دیا۔ وہ شاہ ایران ''خسرو پرویز'' تھا جس کی گستاخانہ حرکت پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ "ھَلَکَ کِسْرٰی" کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ قاتلوں نے شاہ ایران ''خسرو پرویز'' کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جہنم واصل کیا اور اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی۔

غزوات، تاریخی جنگیں

تاریخ اسلام میں وہ لڑائیاں غزوات کہلاتی ہیں۔ جن میں حضور اکرم ﷺ نے خود شرکت کر کے جہاد فرمایا اور جس جہاد اور معرکہ آرائی کے لیے صحابہ کرام کو سپہ سالار مقرر فرمایا وہ سرایا کہلاتی ہیں جس کے لغوی معنی ''قصد'' اور سیر کے ہیں۔

نمبر شمار	نام غزوہ	تعداد	تاریخ و سنہ ھ	بمقابلہ
1-	ابواء (ودان)	70	2ھ	انسداد قافلہ قریش

-2	بواط	200	2ھ	انسداد قافلہ قریش
-3	سفوان	70	2ھ	تعاقب کرز بن جابر ڈاکو
-4	ذی العشیرہ	150	2ھ	برائے معاہدہ قبائل ینبوع
-5	بدر الکبریٰ	313	17 رمضان 2ھ	کفار قریش ایک ہزار
-6	بنو قینقاع	-	شوال 2ھ	قبائل یہود
-7	السویق	200	شوال 2ھ	تعاقب صخر بن حرب اموی
-8	بنو سلیم	200	محرم 3ھ	قبیلہ بنو سلیم یا غطفان
-9	غطفان انمار	1450 سوار	ربیع الاول 3ھ	بنو ثعلبہ۔ بنو محارب
-10	احد	650	16 شوال 3ھ	مدینہ سے تین میل کفار عرب
-11	حمراء الاسد	640	7 شوال 3ھ	احد کے دوسرے دن تعاقب دشمن
-12	بنو نضیر	-	ربیع الاول 4ھ	یہودی قبیلہ کا تعاقب
-13	بدر اخریٰ	1510	ذی قعدہ 4ھ	انسداد قبیلہ قریش
-14	دوالجندل	1000	ربیع الاول 5ھ	مختلف قبائل عرب
-15	مریسیع	-	3 شعبان 5ھ	بنو مصطلق کا انسداد
-16	خندق (احزاب)	3000	شوال۔ ذی قعدہ 5ھ	سرداران و قبائل
-17	بنو قریظہ	-	ذوالحجہ 5ھ	یہودی قبیلہ بنو قریظہ
-18	بنی لحیان	1200 سوار	ربیع الاول 6ھ	اہل رجیع قاتلین مبلغ اسلام
-19	ذی قردہ (غابہ)	500	ربیع الثانی 6ھ	ڈاکوؤں کے خلاف
-20	حدیبیہ	1400	ذی قعدہ 6ھ	قریش مکہ۔ مانعین عمرہ

21-	خیبر	1420	محرم 7ھ	یہودی قبائل
22-	وادی القرائی	382	محرم 7ھ	یہودی قبائل
23-	ذات الرقاع	400	10 محرم ھ	مختلف قبائل
24-	فتح مکہ	10000	رمضان 8ھ	قریش
25-	حسنین	12000	شوال 8ھ	مختلف قبائل
26-	طائف		شوال 8ھ	مختلف قبائل
27-	تبوک	12000	رجب 9ھ	افواج ہرقل۔قیصر روم کا انسداد

غزوات کے علاوہ سرایا کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ یہ تمام 2ھ سے 9ھ تک آٹھ سال کے اندر معرکے ہوئے۔ ان جنگوں میں فریقین کے کل 918 افراد کا جانی نقصان ہوا اور کفار کے 6565 افراد قیدی بنائے گئے جن میں سے 6347 قیدی رحمۃ العالمین نے آزاد کر دیئے تھے۔

پیغمبر انسانیت کا عالمی منشور

• پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول ﷺ نے 10ھ میں جب اپنی حیات طیبہ کے آخری حج کا ارادہ فرمایا تو جملہ اطراف واکناف میں اطلاع بھیج دی گئی۔ اس پر فرزندان اسلام کی ایک کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی۔ جس میں ہر طبقے اور ہر درجے کے افراد شامل تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور لبیک لبیک کی صداؤں کے ساتھ آپ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ 9 ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں اور پھر میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (یا چوالیس ہزار) قدسیوں کے ساتھ تشریف لائے تو یہ پورا میدان تکبیر وتہلیل کی ایمان افروز صداؤں سے گونج اٹھا۔

حضور محسن انسانیت نے جبل رحمت کے قریب قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار ہو کر

کائنات انسانی کے لیے ایک ایسا بین الانسانی منشور پیش فرمایا۔ جو بنی آدم کی فلاح بہبود اور امن وسلامتی کے ابدی پیغام اور طریق کار پر مشتمل ہے۔ حضور کا یہ آخری خطاب ''خطبہ حجتہ الوداع'' کے نام سے معروف ہے آپ نے خداوند قدوس کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

''لوگو! میں تمہیں اس کی عبادت کی نصیحت کرتا ہوں۔ میری باتیں پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنو! کیونکہ میں نہیں دیکھتا کہ اس سال کے بعد اس مقام پر۔ اس مہینہ میں اور شہر میں پھر تم سے ملاقات ہو سکے۔ خدا تعالی نے تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت وآبرو کو ایک دوسرے پر آج کے دن اس شہر اور اس مہینہ کی طرح حرمت کی طرح حرام کر دیا ہے۔ لوگو! تمہارا خدا ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک، تم سب اولاد آدم ہو۔ اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی امتیاز حاصل ہے۔ یعنی وطنیت اور رنگ ونسل کے سب امتیازات ختم ہیں۔ خدا تعالی کے نزدیک تم میں سے معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمانوں کا بھائی ہے اور اخوت اسلامی کے رشتے میں منسلک ہے۔ تمہارے یہ غلام! تم اپنے خادموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ لوگو! دور جاہلیت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں اس زمانے کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (ابن ربیعہ بن الحارث) کا جو بنی سعد میں ابھی شیر خوار تھا اور ہذیل نے جسے قتل کر دیا تھا، معاف کرتا ہوں اور زمانہ جاہلیت کے تمام سودی لین دین باطل کرتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود (عباس ابن عبدالمطلب) کا باطل قرار دیتا ہوں۔ لوگو! اپنی عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہاری عورتوں کو تمہارے مقابلے میں کچھ حقوق اور ذمہ

داریاں سپرد ہیں۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری خوابگاہوں اور بستروں پر کسی غیر مرد کو ہرگز نہ آنے دیں اور گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی شخص کو داخل نہ ہونے دیں اور وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں اور تمہارے ذمے عورتوں کا حق یہ ہے کہ ان کو خوراک اور پوشاک کا اہتمام کرو۔ اے لوگو! تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں۔ میرے بعد کہیں اس اخوت اسلامی کو ترک کر کے کافرانہ ڈھنگ اور طرز زندگی اختیار نہ کر لینا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو! اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی یا پیغمبر آنے والا نہیں۔ اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اور امت پیدا کی جائے گی۔ پس غور سے سن لو! تم اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ پانچوں وقت نماز ادا کرتے رہو۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے رہو اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ حج بیت اللہ کرتے رہو اور اپنے امراء و حکام کی اطاعت پر کاربند رہو۔ تاکہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو سکو۔ لوگو! میں تمہارے لیے ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم اس پر کاربند رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اے لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس کی جائے گی اور تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا۔ تو بتاؤ تم وہاں کیا جواب دو گے؟ اس پر تمام حاضرین نے باآواز بلند عرض کیا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام حق پہنچا دیا اور امت کو نصیحت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ حقیقت سے پردے اٹھا دیئے اور امانت الٰہی کو صحیح طریقے سے ہمارے سپرد کر دیا۔ حاضرین کے اس جواب پر حضور محسن انسانیت نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ اے خدا سن لے اور گواہ رہنا کہ تیرے بندے کیا گواہی دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ سب باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت یہاں حاضر نہیں

ہیں ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلہ میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو اچھی طرح یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر خوب حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ حضور ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی مقام پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور تمہارے لیے "دین اسلام" کو پسند کیا۔

بعد ازاں حضور ﷺ مناسک حج ادا کر کے بیت اللہ میں آئے۔ طواف و الوداع سے فارغ ہو کر قدسیوں کی جماعت کے ساتھ "مدینہ منورہ" واپس تشریف لے گئے اور صرف اکیاسی روز بعد محسن انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

(تبرکات حضرت صاحبزادہ سید نثار قطب علی شیرازی)

(نبیرۂ سید جماعت علی شاہ ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ)

●●●

اعزاز ربیع اول ہے

ہے عید ولادت عالم میں آغاز ربیع الاول ہے
محبوب خدا کی نسبت سے اعزاز ربیع الاول ہے
عشاق نبی ہیں شیدائی، ہے خلق میں جلوہ آرائی
کتنا دلکش محبوب و حسین اندازِ ربیع الاول ہے
پھولوں میں مہک سینوں میں لہک تاروں میں چمک
جاں بخش وضیائے بخش جہاں اعجاز ربیع الاول ہے
بیخود ہیں جناں میں حور و ملک تسبیح بلب ہیں ارض و فلک
ہر زمزمہ مرغ سدرہ آواز ربیع الاول ہے
وہ پردہ برانداز و حدت آنے کو ہے باشان و شوکت
ہر سر خفی ہر رمز جلی ہمراز ربیع الاول ہے
خوشبو سے معطر ہیں دو جہاں، فردوس بکف ہیں کون و مکان
کونین کے گوشہ گوشہ میں اعزاز ربیع الاول ہے
ہے ورد زباں سبحان اللہ ہر لب پہ ہے شور صل علی
تکبیر کی دھن میں نغمہ سرا ہر ساز ربیع الاول ہے
جنت سے فرشتے آتے ہیں انوار ملک برساتے ہیں
مشتاق نبی پر آئینہ ہر راز ربیع الاول ہے
لاریب کہ ہے میلاد نبی محبوت مجھے مثل رجبی!
سینہ میں مرے ہر وقت ضیا اعزاز ربیع الاول ہے

مولانا (ضیاء القادری بدایونی) علیہ الرحمۃ

عید میلاد النبی

ہم منائیں گے نہ کیوں کر عید میلاد النبی
خود مناتا ہے جب داور عید میلاد النبی
گلشن ہستی پہ ہے سایہ فگن ابر کرم
آج ہے اللہ اکبر عید میلاد النبی
آج ہو ہر ایک زباں معروف نغمات درود
یوں منائیں ہفت کشور عید میلاد النبی
آج کا دن ہے خدا کا ہم پہ احسان دوستو
رحمت حق ہے سراسر عید میلاد النبی
اس کی عظمت پر نچھاور ہے مری ہر ایک خوشی
ساری عیدوں سے ہے بہتر عید میلاد النبی
ہیں میرے احساس اور فکر و تخیل پہ سرور
کس قدر ہے روح پرور عید میلاد النبی
ملتفت ہم پر ہے رب ذوالمنن اس واسطے
اپنی خوشیوں کا ہے محور عید میلاد النبی
دولتِ عشق نبی ملتی ہے اس کے فیض سے
یوں کرے ہم کو تو نگر عید میلاد النبی
کیوں نہ ہو اپنا تخیل عرش پر محمود آج
لطف فرما ہے جو ہم پر عید میلاد النبی

(راجا رشید محمود ایم۔ اے)

یا صاحب الجمال

سراپائے رسول ﷺ

جب ام معبد کی بیوی نے دودھ سے بھرا پیالہ اس کے سامنے لا کر رکھا تو حیران رہ گیا یہ کہاں سے آیا؟ بکری تو خشک تھی اور گھر میں دودھ بھی نہ تھا ﷺ ام معبد نے کہا! اللہ کی قسم ہمارے ہاں آج ایک مبارک انسان کا گزر ہوا جس کے ہاتھ لگانے سے اے ابو معبد ہماری بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے اللہ کی قسم! تم پی کر دیکھو کتنا لذیذ اور کتنا شیریں دودھ ہے۔ بنی کنانہ کی بکریوں سے بھی زیادہ شیریں! معبد نے دودھ پیا اور حیران رہ گیا دودھ واقعی ایسا تھا جیسا کہ اس کی بیوی نے بتایا تھا۔ دودھ پی کر اس نے بڑی محبت سے اپنی بکری پر ہاتھ پھیرا، پھر منہ صاف کرتے ہوئے بیوی سے پوچھا۔ بتا تو سہی وہ کون مبارک مسافر تھے جو اس خشک بکری کو ترو تازہ کر گئے، بیوی نے جو تفصیل بیان کی اسے سن کر ابو معبد بول اٹھا! قسم خدا کی! یہ وہی شخص ہے جسے قریش کے لوگ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اے ام معبد! میں بے قرار ہوں تم اپنے زور بیان سے ہر بات کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیتی ہو ذرا وضاحت سے ان کا حلیہ اور ان کا چال ڈھال تو بیان کرو، میں بھی تو جانوں وہ کیسے تھے؟ شوہر کی تعریف پر ام معبد خوش ہوگئی اس کا ذوق بیاں ابھر آیا اور وہ اپنے قبیلہ کے روایتی انداز میں جو فصاحت و بلاغت سے پر تھا بولنے لگی!! پاکیزہ رو، تاباں و کشادہ چہرہ خوش وضع سر، زیبا قامت، صاحب جمال، آنکھیں سیا اور فراخ بال گھنے سیاہ اور گھونگریالے، آواز

جاندار اور کچھ ایسے خاموش ہوں تو وقار چھا جائے اور کلام فرمائیں تو پھول جھڑیں۔ روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، دور سے دیکھنے میں زمینده و دل پذیر، قریب سے دیکھو تو کمال حسین، شیریں کلام واضح بیان، کلام الفاظ کی کمی بیشی سے پاک بولیں تو معلوم ہو کہ کلام کیا ہے پروئی ہوئی کوڑیاں ہوں جو ترتیب آہنگ سے نیچے گرتی جارہی ہیں، میانہ قد کہ دیکھنے والی آنکھ پستہ قدی کا عیب نہیں لگا سکتی نہ طویل کہ طوالت نظروں میں کھٹکے، سراپا دوشاخوں کے درمیان تروتازہ حسین شاخ کی طرح خوش منظر جس کے رفیق پروانہ وار گرد و پیش رہتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ تنگ نظر نہ بے مغز، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ (ﷺ)

(تبرکات: علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ)

حسن مجسم ﷺ

ربیع الاول

ذرہ و عہت کا ایسا موسم جس نے چشم زدن میں زمانہ کے خزاں رسیدہ ماحول کو رشد ارم بنا دیا اسی ماہ منور کی بارہویں (بمطابق 20 اپریل 571ء) تاریخ کو خدا کے محبوب دو عالم کے ممدوح، سرزمین گیتی پہ آیت نور کی تفسیر کر جلوہ گر ہوئے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی!
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

انسانیت کے محسن، صداقت کے پیامی، امن و اخلاق کے داعی، جو دوسخا کے پیکر، عفت وحیات کے دلدادہ حلم ومروت کے خوگر، سراپا رحمت، الغرض جملہ کمالات و حسنات سے مزین ہو کر تشریف لائے۔ سارے عالم کو دنیا کے تمام باطل آستانوں سے ہٹا کر صرف وحدۂ لاشریک کی بارگاہ میں جھکانے کے لیے خاتم الانبیاء خاتم الرسل بن کر ظلمت کدہ ہستی میں وہ آئے۔

وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی

جن و ملک نے جن کی بعثت کے ترانے گائے بحرو بر نے جن کی آمد کے گیت سنائے، عرض تا فرش جن کے قدوم میمنت الزوم کے اعزاز میں بقعۂ نور بنا، خاک نشینان عالم اپنی قسمت پہ رشک کناں زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

بزم نور کے مکیں...... ہم خاکیوں کی انجمن میں...... زہے قسمت، زہے نصیب!

نورانی مکھڑا: جس کی تابانیوں کے سامنے نورانی فرشتوں نے پیشانیاں خم کیں

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ الخ

(تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور آ گیا۔)

نور والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

والضحٰی (رخ زیبا کی قسم) جس کے دیدار کی کیفیت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے

اذا نظرت الی سرۃ وجہہ
بوقت کبرق العارض المتہلل (سیرہ)

یعنی جب میں نے آپ کے روئے تاباں پہ نگاہ ڈالی تو جگمگاہٹ ایسی تھی گویا بادل کی اوٹ سے بجلی کوند رہی ہو۔ حسن و جمال: جسے ایک نظر دیکھنے والے (صحابہ) ایمان و عرفان کے اس مقام پر فائز کہ حضور غوث الاعظم، ان حضرات کے خاک قدم کو سرمہ عزت سمجھیں۔

من رانی فقد رأالحق

(جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔)

اے کہ تیرا جمال ہے زینت محفل حیات!
دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں ترے حسن کی زکوٰۃ
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
وہی پھول خار سے دور ہے وہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وجود مسعود: وجہ تخلیق کائنات

لولاک لما خلقت الافلاک والارضین

(اے پیارے اگر تمہیں پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں زمینوں اور آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔)

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
آمد بروں زپردۂ تدقیس شاہدے
کز بہراو زمانہ بسے انتظار کرد

زلف معنبر: جس کی نزہت سے کونین کی بہاروں کو صدقے ملے۔

واللیل اذ سجٰی

(آپ کی زلف شب گوں کی قسم جب وہ بکھر جائے۔)

کعبۂ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں!!
اڑ کے ابرو پہ جو آئے ہیں تمہارے گیسو،
بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں کلیاں واللہ
کیسے پھول میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

چشم مبارک: جس نے شب معراج جلوۂ ذات باری کا مشاہدہ کیا، وہ اس شان سے کہ

مازاغ البصروما طغٰی

(آنکھ نہ کسی طرف پھیری نہ حد سے بڑھی)

نگاہ پھیر لیں تو دو جہاں میں کچھ نہ رہے
اٹھائیں آنکھیں تو مردوں کو زندگی مل جائے

دست کرم: وہ جس کی عطا خالق کائنات کی بخشش، جس کی حرکت و سکون مالک ارض و سما کا اشارہ

وما رميت...... اذرميت ولكن الله رمٰى

(دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا)

وہ گنجور معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکات فلسفی، اسرار نفسی، راز عمرانی!

تعلم: کے لیے زبان خیر البشر کی ہے اور کلام مالک الملک پروردگار کا،

وما ينطق عن الهوىٰ ان هوا لاوحي يوحٰي

(اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے)

وہ ناطق جس کے آگے مہر بر لب بلبل سدرہ
وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطق ربانی

لطف و راحت: ایسی کہ مہد سے تا لحد غم امت میں خودرفتہ۔

وبالمومنين رؤف رحيم

(مومنوں کے ساتھ مہربان نہایت رحم کرنے والے)

چشم پوش و کرم شان شما!
کار ما بے باکی، و صرار ہم!

سرعت رفتار: ایسی کہ نبض کائنات کی حرکت حیران ششدر، نظام شمسی دم بخود۔

سبحٰن الذی سریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ

(پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک)

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام!

اخلاق: وہ جس نے خون کے پیاسے دشمنوں کو غلام بے دام بنالیا۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم

(بیشک آپ بہترین اخلاق پر فائز ہیں)

دم خلقش کہ جان دادہ عرب را
فروگستہ چراغ بولہب را!!
اخلاق و مساوات و اخوت کا معلم
بیکس کا مدد گار غریبوں کا سہارا

کف پا کی نسبت نے وادی ام القریٰ کی شان و رفعت کو اتنا اجاگر کیا کہ ذات باری نے اس کی قسم ارشاد فرمائی

لا اقسم بھٰذا لباد وانت حل بھٰذ البلد

(مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو)

شد قدم گاہ خلیل اور بکام!
عالی از یمین قدومش آں مقام!
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

یا جامع الصفات...... کامل المحاسن...... شفیع الامم...... رحمتہ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ

(علامہ بدرالقادری مدظلہ)

اصحاب فیل اور عظمت کعبہ

چمن زار میں فصل بہار آتی ہے تو دلفریب رعنائیوں اور کیف زالطافتوں، روح پرور نزہتوں اور دلکش رنگینیوں کو اپنے جلو میں لے کر...... جب اس شان و وقار سے بہار کا ورود ہوتا ہے تو گلشن میں گلہائے رنگارنگ کھلتے ہیں غنچے مہکتے ہیں۔ کلیاں مسکراتی ہیں عندلیب زار بہاروں کی اس بوقلمونی پر نثار ہوتی ہے اور اپنے کیف آفرین اور دلنشین نغمات حسن چمن پر نچھاور کرتی ہے، باغبان اپنی خوش بختی اور قسمت کی یاوری پر خوش ہوتا ہے اور کھل کھلائے گلوں، مہکتے غنچوں اور لچکتی شاخوں پر جان دیتا ہے۔ تمام کائنات قدرت کے ان روح پرور مظاہر اور حسن ازل کی دلفریبیوں کی داد دیتی ہے۔ اس کے ساتھ دل آویز بہاروں کا خالق بھی اپنی مخلوق کو مسکراتا دیکھ کر اپنے اس حسن تخلیق پر ناز کرتا ہے اور کائنات کے لیے رحمت و عطا کے دروازے کھول دیتا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات کے اس نظام فطرت کے تحت گلستان ہستی پر بہار جاوداں کا ورود ہونے والا ہے۔ نسیم رحمت کی شمیم جانفزاء کے دلنواز جھونکے مشام ہستی کو معطر کرنے والے ہیں۔ اہل چمن کسی گل رعنا کے کھلنے کے منتظر ہیں۔ گویا گلستان حیات میں فصل بہاری کا اہتمام ہو چکا ہے اور ذرہ ذرہ اس کے خیر مقدم کے لیے بیقرار ہے۔ مشاطہ قدرت زلف گیتی کی تزئین میں مصروف ہے اور عروس کائنات کے چہرۂ گلگوں پر فرحت و انبساط کے آثار نمایاں ہیں۔ رحمت الٰہی کو نسیم خوشگوار رحمتوں اور لطافتوں کو اپنے جلو میں لیے ریگزار عرب کے خطہ مقدس کی طواف کر رہی ہے۔ عالم لاہوت میں حوران و ملائک نغمات سرمدی سے کائنات کو مسحور کر رہے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ سرور بہاراں سے یوں گویا ہے کہ ؎

سماں نزہت گہ فردوس کا ہے بزم دوران میں
مبارک ہو قسیم حوض کوثر آنے والا ہے
بہار خلد کی رنگینیاں ہیں جس سے گلشن میں
مبارک عندلیبو! وہ گل تر آنے والا ہے
وہ نور لم یزل فطرت بھی جس پر ناز کرتی ہے!
وہ فخر دو جہاں، محبوب داور آنے والا ہے
قمر! بشریٰ لکم کی ہر طرف تشہیر ہوتی ہے
ہے جس کی ذات، شانِ حق کی مظہر آنے والا ہے

7 محرم کا واقعہ ہے کہ چمن زار گیتی میں ورود بہار کے دن قریب ہیں یعنی سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت میں ابھی باون روز باقی ہیں کہ ابرہہ ابن صباح اشرم جو شاہ حبش نجاشی کی طرف سے یمن کا گورنر تھا اور صنعا (دارالخلافہ یمن) میں شاہ حبش کا باجگوار ہونے کے باوجود خود مختار حاکم کہلاتا تھا جب اس نے دیکھا کہ اطراف و اکناف سے لوگ مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کی زیارت کے لیے نذر و نیاز اور تحائف لے کر آتے ہیں۔ چونکہ وہ بھی مذہب عیسوی کا زبردست مبلغ تھا کعبہ کی اس قدر عظمت دیکھ کر اس کی آتشِ حسد بھڑکی اس نے فوراً صنعا میں سنگِ مرمر کا ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا۔ جس میں تصویر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نصب کیا۔ جب یہ سب کام مکمل ہوگیا تو اہل یمن کو پہلے اس کے طواف پر مجبور کیا۔

اہل مکہ نے جب کعبۃ اللہ کے مقابل میں کلیسائے یمن کو دیکھا تو زہیر بن عمرو مکی نے ایک دن موقع پا کر وہاں پہنچ کر پاخانہ کر دیا۔ انہی دنوں مکہ معظمہ سے جانے والا ایک مسافر قافلہ جب صنعا کی طرف سے گزرا تو اس کلیسا کے پاس ڈیرہ لگایا۔ رات کے وقت جب اہل قافلہ نے آگ جلائی تو ایک چنگاری اڑ کر اس پر جا پڑی جس سے وہ جل کر خاک ہوگیا۔ جب ابرہہ نے اپنے تعمیر کردہ

کلیسا کی یہ بے حرمتی دیکھی تو پاگل ہوا اور دل میں آتش غضب بھڑکی۔ ادھر شیطان لعین کا داؤ بھی چل گیا۔ اس نے ابرہہ کو یہ سبق دیا کہ یہ سب شرارت اہل مکہ کی طرف سے ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم ان کی عبادت گاہ کعبہ کو گرا دو۔

چنانچہ ابرہہ تدریس ابلیس پر عمل کرتے ہوئے جنگی ہاتھیوں کے ساتھ اپنے سپاہیوں کا ایک انبوہ کثیر لے کر انہدام کعبہ کی نیت سے چڑھ آیا۔ راہ میں جو کچھ آیا۔ برباد کر دیا۔ آخر جب یہ لشکر کعبہ معظمہ سے تین میل دور وادی محسر میں پہنچا تو ابرہہ کے محمود نامی ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔ پھر دوسرے ہاتھی پر سوار ہو کر بڑھنے کا قصد کیا تو وہ بھی رک گیا۔ آخر مجبوراً اسی جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ عرب والوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھے تھے اس لیے ہاتھیوں اور اس بڑے لشکر کی سطوت و شوکت سے گھبرا کر اہل مکہ نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا اور پہاڑوں میں جا چھپے۔ صرف حضرت عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے جدامجد) اور ان کے خاندان کے چند افراد وہ بھی ان کے بیٹے اور پوتے تھے، بس یہی ایک خاندان تھا جو مکہ میں موجود رہ گیا تھا۔ باقی سب بھاگ گئے۔

یہی دس بارہ افراد پر مشتمل مختصر سی فوج تھی۔ جسے رب کعبہ کی طرف سے نصرت غیبی پر ناز تھا جسے چند دنوں کے بعد پیدا ہونے والے اپنے خاندان کے چشم و چراغ، نازش کون و مکان اور صاحب اعجاز بیٹے کے مقام عظمت و رفعت پر فخر تھا، جسے اپنی خاندانی سعادت پر گمان تھا۔ گویا ؎

سپہ اولاد تھی، والد سپہ سالار مکہ تھا
یہی کعبے کا خادم تھا، یہی سردار مکہ تھا

اسی اثناء میں ابرہہ کے لشکری اہل مکہ کے مویشیوں کے ساتھ حضرت عبدالمطلب کے کچھ اونٹ بھی ہنکا لے گئے تو خبر ہونے پر حضرت عبدالمطلب تن تنہا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ابرہہ کے پاس پہنچے ابرہہ نے جب اس پیکر

شرافت ونجابت اور مجسمہ تقدس وطہارت کو اپنی طرف آتے دیکھا تو خیر مقدم کے لیے باہر نکلا اور کمال تعظیم سے پیش آیا اور کہنے لگا۔ کہیے حضرت! آپ کا نام کیا ہے اور کیا درخواست لے کر آئے ہو تو اس کے جواب میں افصح العرب حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ مجھے اہل عرب ''عبدالمطلب'' کے نام سے پکارتے ہیں اور یہاں آنے کی غرض یہ ہے کہ تیرے لشکری میرے اونٹ ہنکا لائے ہیں وہ مجھے واپس دے دو۔ اس کے علاوہ اور کوئی درخواست نہیں ہے۔''

یہ سن کر ابرہہ نے نخوت آمیز قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے تمہاری قدیمی عبادت گاہ۔ (جسے تم کعبہ کے نام سے موسوم کرتے ہو) کو گرانے کی غرض سے یہاں آیا ہوں اور ۔

تعجب ہے کہ تم ناچیز شے کا ذکر کرتے ہو
نہیں کعبے کی فکر، اونٹوں کی اپنے فکر کرتے ہو

''میں نے سمجھا تھا کہ کعبہ کو بچانے کی کوشش کے لیے آئے ہو اور اسے نہ گرانے کی درخواست کرو گے، مگر تم نے تو اپنے ذاتی مفاد کو پیش کیا۔''

ابرہہ کی یہ بات سن کر سرچشمہ صداقت نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ اونٹ میرے ہیں اور کعبہ رب کا ہے اس لیے ۔

صداقت ہے یہی میں اپنی شے کا ذکر کرتا ہوں
کہ میرا مال ہیں اونٹ اس لیے میں فکر کرتا ہوں
کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

حضرت عبدالمطلب کا یہ متانت آمیز اور صداقت انگیز جواب سنتے ہی ابرہہ نے خاموش ہو کر اونٹ واپس کر دیئے۔

آپ اپنے اونٹ لے کر گھر واپس تشریف لے آئے اور علی الصبح اپنے خاندان کی معیت میں حرم کعبہ میں تشریف لا کر جناب آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ

آنحضرت ﷺ کو اپنے پاس بٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔

"کہ اے کعبہ کے مالک اور اے چودہ طبق کی کائنات کے خالق! تو سمیع و بصیر ہے تو علیم وخبیر ہے تو جانتا ہے کہ ایک دشمن کعبہ تیرے مقدس گھر کو صفحہ ارضی سے مٹا دینے کی نیت سے آیا ہوا ہے۔ اس لیے فتح و نصرت عطا فرما اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی جانب اشارہ کرکے دعا فرماتے ہیں کہ الٰہی۔

یہ عالی شان بچہ جو ابھی ہے بطن مادر میں!
بشارت تھی کہ اس کو نور چمکے گا تیرے گھر میں
اسی کے واسطے سے ہم دعا کرتے ہیں اے مالک
سوا تیرے کسی سے ہم نہیں ڈرتے ہیں اے ملک
بچا لے یورش دشمن سے اپنے گھر کی حرمت کو
بچا لے آل اسمٰعیل کے سامان عزت کو!

صبح کا وقت ہے افق مشرق سے سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا ہے۔ دعا سے فراغت کے بعد حضرت عبدالمطلب جملہ احباب واعزہ کی معیت میں کوہ ثبیر پر چڑھ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ابرہہ کے لشکر میں ہلچل مچی ہوئی ہے گویا اب وہ کعبہ پر حملہ کی تیاری میں ہے دیکھتے دیکھتے ابرہہ پہلے اپنے سفید ہاتھی پر آگے آگے عجب شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ اور پیچھے پیچھے اس کے لشکر نے کعبہ کا رخ کیا۔ جونہی حریم کعبہ میں آکر ابرہہ نے اپنے ہاتھی کو بڑھایا کہ بس ایک ہی ٹکر سے کعبہ کو مسمار کر دے ادھر عبدالمطلب مقابلہ کے لیے باغیظ و غضب اٹھے اور ادھر رب کعبہ کی قدرت کاملہ کی شان بے نیازی کو ملاحظہ کیجئے کہ ہاتھی بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے ہٹا اور آگے بڑھ کر ٹکر مارنے کی بجائے۔

پئے تعظیم کعبہ عاجزی سے جھک گیا ہاتھی

ابرہہ ایسے پر ہاتھی کی اس حرکت پر سخت برہم ہوا۔ جونہی پیچھے مڑ کر اپنے لشکریوں کو بڑھنے کے لیے کہنے لگا تو دیکھتا ہے کہ تمام لشکر بھی قطار اندر قطار رک

گیا ہے اور ہاتھیوں کا یہ حال ہے کہ سب کے سب عظمت کعبہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ مہاوت ہاتھیوں کو مارتے ہیں۔ اٹھانیکی کوشش کرتے ہیں مگر ان کی ہر طرح جرأت ناکام ثابت ہوئی اس عجیب واقعہ کے منظر کی عکاسی حفیظ جالندھری نے اپنے شعر میں یوں کی ہے کہ

پڑے ہیں اس طرح ہاتھی کہ جنبش ہی نہیں کرتے
کیوں؟ کس وجہ سے؟ اس لیے کہ
خدا کا ڈر ہے دل میں آج شیطان سے نہیں ڈرتے

آخر ابرہہ نے جب اپنے جنگی ہاتھیوں کو بھی سرنگوں دیکھا تو غضب آلود ہو کر اپنے لشکریوں کو تیغ تبر تیر دستاں لے کر آگے بڑھنے کے لیے کہا اور ادھر قادر مطلق کی شانِ بے نیازی کا منظر دیکھئے کہ دعائے عبدالمطلب کی اجابت بحکم رب جلیل ہزاروں ابابیل تین تین کنکریاں "دانہ مسور کے برابر" چونچ میں ایک ایک دونوں پنجوں میں لے کر غول کی صورت میں جدہ کی طرف سے نمودار ہوئیں اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ابرہہ کے لشکر پر چھا کر سنگریزوں کی بارش شروع کر دی۔

اس آفتِ ناگہانی کو دیکھ کر ابرہہ کا لشکر بدحواس ہو کر بھاگنے لگا۔ ہر شخص کا نام اس کنکر پر لکھا تھا جس سے وہ مارا گیا ایک ایک کنکر ہر سوار کے سر سے نکل کر اور جانور کی پشت میں گھس کر پیٹ سے نکل جاتا تھا ایک پل میں ہی کَعَصْفٍ مَّاْکُوْل بن گیا یعنی تباہ و برباد ہو گیا اور حضور پر نور شافع یوم النشور رسید کائنات فخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیات والتسلیمات کے قدوم میمنت لزوم کے فیوض و برکات سے کعبہ معظمہ شر اشرار اور یورش کفار سے محفوظ رہا۔

سورۂ فیل میں اسی واقع کی طرف اشارہ ہے۔ اس واقعہ سے عرب والوں کے دل میں کعبہ کی عقیدت پہلے سے دو چند ہو گئی اور اس سال کا نام عام الفیل رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ظہور قدوسی کی نسبت سے اس سال کو سنۃ الفتح

لابتہاج کے نم سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

سورۂ فیل (پ 30) کی پہلی آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ اپنی ولادت سے قبل ہی نورِ نبوت سے اس واقعہ کو مشاہدہ فرما رہے تھے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ

اے محبوب (ﷺ) کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ "یعنی تم نے دیکھا۔" اس سے یہ ہی ثابت ہوا کہ جس طرح قبلِ ولادت حضور ﷺ معائنہ فرما رہے تھے اسی طرح بعدِ وصال بھی مشاہدہ جاری ہے۔

(علامہ قمر یزدانی مدظلہ)

آنکھوں دیکھا حال
پیرزادہ سید محمد عثمان نوری
نوری کتب خانہ
نزد جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

پیرزادہ سید محمد عثمان نوری
نوری کتب خانہ